

ماں کی شان، والد کا احترام اور حقوق والدین کا تقاضا کرنے والی بہترین کتاب

والدین کی شان

مؤلف

حافظ اظہر سہیل عطاری

شاکر پبلی کیشنز لاہور



ماں کی شان، والد کا احترام اور حقوق والدین کا تقاضا کرنے والی بہترین کتاب

والدین کی شان

مولف

حافظ اظہر سہیل عطاری

ادبیات بازار لاہور
0322-22 22 740

شاکر پبلی کیشنز

الہدایۃ الیٰ اللہ فی العلم والادب

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

والدین کی شان

با اہتمام: ملک محمد شاکر

پرن اشاعت مارچ 2015ء

طالع اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

قیمت - 200/- روپے

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

042-7246006

اسلامک بک کارپوریشن

اقبال روڈ کیمٹی چوک راولپنڈی

نظامیہ کتاب گھر

زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

احمد بک کارپوریشن

اقبال روڈ کیمٹی چوک راولپنڈی

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم ہم بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا ہے غلطی ہوگا۔

فہرست

- ☆ مقدمہ ۱۱
- ☆ لفظ ماں کی وجہ تسمیہ ۱۱
- ☆ ماں کو عربی زبان میں اُم کہتے ہیں ۱۱
- ☆ جاپانی زبان میں ماں کو پکارنا ۱۲
- ☆ لفظ اُم کے چار معانی ۱۲
- ☆ لفظ باپ کی وجہ تسمیہ ۱۲
- ☆ جہاں باپ کی شان و حق کا بیان ۱۳
- ☆ قرابت اور ماں ۱۳
- ☆ باپ سے ماں کا زیادہ حق ہونا ۱۴
- ☆ والدین کی فرمانبرداری ۱۴
- ☆ مشرک والدین سے حسن سلوک کا بیان ۱۵
- ☆ والدین کا دل دکھانے کی حرمت کا بیان ۱۶
- ☆ والدین کے بعض حقوق کا بیان ۱۷
- ☆ وقت ایک قیمتی چیز ہے ۱۷
- ☆ مال کے خرچ کے حساب کا بیان ۱۹
- ☆ دوسروں کے والدین کو برا بھلا کہنے کی ممانعت کا بیان ۲۰
- ☆ گالی دینے کی ممانعت کا بیان ۲۰
- ☆ والد گرامی کے دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا بیان ۲۱
- ☆ عمر کی درازی اور والدین کی دعا کا بیان ۲۱
- ☆ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے ۲۲
- ☆ نیک اعمال پر ثواب ملنا ۲۲
- ☆ گناہوں کے سبب عذاب ۲۳
- ☆ رحمت کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا ۲۴

- ۲۴ ☆ والدین کی خدمت کے سبب جنت میں جانے کا بیان
- ۲۵ ☆ والدین کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کا بیان
- ۲۵ ☆ والدین کی رضا کو بیوی کی مرضی پر ترجیح دینے کا بیان
- ۲۶ ☆ باپ کے لئے حق ہونا
- ۲۶ ☆ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا
- ۲۷ ☆ احسان نہ جتلا یا جائے
- ۲۷ ☆ خالہ کا ماں کی طرح احترام کرنے کا بیان
- ۲۸ ☆ وفات کے بعد والدین سے حسن سلوک کرنے کا بیان
- ۲۹ ☆ وفات کے بعد والدین کے لئے دعا کرنا
- ۲۹ ☆ رضاعی والدہ کی شان کا بیان
- ۳۰ ☆ والدین کی خدمت کے سبب مشکل آسان ہونے کا بیان
- ۳۲ ☆ والدین کا حق اولاد سے پہلے ہونا
- ۳۳ ☆ جنت ماں کے قدموں میں ہے
- ۳۳ ☆ باپ کی مرضی کا احترام کرنے کا بیان
- ۳۴ ☆ والدین کی خوشی جنت جبکہ ناراضگی سبب جہنم ہونے کا بیان
- ۳۴ ☆ والدین کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت کے دروازے کھل جانے کا بیان
- ۳۵ ☆ خلاف شریعت عمل میں فرمانبرداری نہ کرنا
- ۳۶ ☆ والدین کی زیارت کے سبب نقلی حج کے ثواب کا بیان
- ۳۸ ☆ محبت بھرالفظ ماں
- ۳۸ ☆ دنیا کی عظیم ترین ہستی ماں
- ۳۹ ☆ جنت ملتظر ہے
- ۴۰ ☆ ماں کے لئے یوم منانے والے
- ۴۱ ☆ ماں صرف ماں ہے
- ۴۱ ☆ تمام مذاہب میں ماں کا احترام
- ۴۲ ☆ ماں ایک آفاقی رشتہ ہے
- ۴۳ ☆ اولاد کے لئے ماں کا انمول سایہ

- ۴۳ ☆ بوڑھے والدین کی باتیں سمجھنا
- ۴۴ ☆ حسن سلوک کا سب زیادہ حقدار
- ۴۵ ☆ ماں کی وفا
- ۴۶ ☆ ماں میری ماں
- ۴۷ ☆ ایک چڑیا اور ماں کی صلہ رحمی کا واقعہ
- ۴۸ ☆ ماں کی شان اندازِ نظم میں
- ۴۹ ☆ بوڑھی ماں کی خدمت اور صلہ
- ۵۱ ☆ ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے حج کرنا
- ۵۱ ☆ ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے روزے رکھنا
- ۵۲ ☆ ماں باپ کی خدمت کرنے کی وجہ سے دعا قبول ہوئی
- ۵۳ ☆ ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم
- ۵۳ ☆ ماں کے وصال ہو جانے کے بعد صدقہ کرنا
- ۵۴ ☆ ماں کی طرف سے نذر پوری کرنا
- ۵۴ ☆ حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ اور نیک والدین
- ۵۷ ☆ بچے کو ماں کی نسبت سے منسوب کیا گیا
- ۵۸ ☆ معروف گیارہ عورتوں کی ذہانت کا واقعہ
- ۶۱ ☆ ماں کا وقت عذاب بھی بچے کو نجات دلوانے کی کوشش کا بیان
- ۶۱ ☆ ماں نے ادب سکھایا
- ۶۲ ☆ مشرک والدہ سے بھی حسن سلوک کریں
- ۶۲ ☆ وقت وصال والدہ کے پاس حاضر ہونے کا بیان
- ۶۳ ☆ دیکھتے تنور میں بیٹا اور ماں
- ۶۴ ☆ جرتج اور ماں کی نافرمانی کے سبب دنیا میں سزا
- ۶۶ ☆ حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کے قبول اسلام کا واقعہ
- ۶۷ ☆ ماں کی عظمت و رفعت افلاک کی وسعتوں سے بڑھ کر
- ۶۸ ☆ ماں کی خدمت کا واقعہ
- ۷۱ ☆ امام بخاری اور والدہ کی مخلص دعائیں

- ☆ والدہ انتہائی انہماک کے ساتھ ۶۱
- ☆ چار شہداء بیٹوں کی والدہ کی نصیحت کا واقعہ ۶۲
- ☆ ماں پیاری ماں ۶۶
- ☆ بڑی شان و عظمت ہے ماں کو ملی ۶۷
- ☆ ماں ہوتی ہے رب کی رحمت ۶۸
- ☆ سہ حرفی لفظ ماں ۶۸
- ☆ والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا عبادت ۶۹
- ☆ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری ۸۰
- ☆ والدین میں سے زیادہ حسن سلوک کا حق تقدم ۸۰
- ☆ والدین کی فرمانبرداری میں صبح کرنے پر جنت ملنے کا بیان ۸۱
- ☆ والدین کی زیارت کے سبب مقبول نقلی حج کا ثواب ۸۱
- ☆ والدین کی نافرمانی ناجائز و حرام ہے ۸۲
- ☆ انسانی زندگی میں والدین کا کردار ۸۲
- ☆ والدین کے حقوق پورا کرنے کا فائدہ ۸۳
- ☆ حسن سلوک کے تین درجے والدہ کے لئے ہیں ۸۴
- ☆ والدین سے غصہ کرنے کرنا حرام ہے ۸۵
- ☆ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے ۸۵
- ☆ پنڈت اجودھیا اور خاندانی فکری ماحول کا واقعہ ۸۶
- ☆ عظیم ہستی کو کن الفاظ سے یاد کروں ۱۰۴
- ☆ والدین کے حقوق ۱۰۸
- ☆ ماں باپ کی خوشنودی ۱۰۹
- ☆ ماں باپ کے ساتھ نیکی کی جزا ۱۰۹
- ☆ ماں باپ کے ساتھ نیکی کے لئے ۱۰۹
- ☆ عمر اور روزی میں برکت ۱۰۹
- ☆ ماں باپ کے ساتھ نیکی کے آثار ۱۱۰
- ☆ پہلے ماں کے ساتھ نیکی کرو۔ ۱۱۰

- ☆ ماں باپ کے ساتھ نیکی کا بدلہ ۱۱۰
- ☆ باپ کا حق ۱۱۰
- ☆ محبت کی نظر ۱۱۱
- ☆ والدین کے ساتھ سلوک ۱۱۱
- ☆ اولاد کے فرائض ۱۱۱
- ☆ ماں باپ کی نیابت ۱۱۱
- ☆ برے والدین کے ساتھ ۱۱۲
- ☆ مشرک ماں باپ کے ساتھ سلوک ۱۱۲
- ☆ والدین کی قبروں کی زیارت ۱۱۲
- ☆ والدین کے ساتھ نیکی اور جنت ۱۱۲
- ☆ والدین کو گھور کر دیکھنا منع ہے ۱۱۳
- ☆ غصہ کی نگاہ ۱۱۳
- ☆ ماں باپ کو غمگین کرنا ۱۱۳
- ☆ والدین کے ساتھ بے ادبی! ۱۱۳
- ☆ جنت ماں کے قدموں تلے ۱۱۳
- ☆ مذہب اور والدین کی خدمت ۱۱۴
- ☆ حکایات اولیاء جنت ماں کے قدموں تلے ہے ۱۱۶
- ☆ ہے کچھ دنیا میں ماں جیسا ۱۱۸
- ☆ ماں ایک عظیم ہستی ۱۲۰
- ☆ کالیف اٹھانے والی ماں ۱۲۰
- ☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ۱۲۱
- ☆ والدین کے لیے تاج ۱۲۳
- ☆ ماں اور باپ میں سے بچے کی پرورش کا بیان ۱۲۳
- ☆ والدین اور بچوں کی درسگاہ ۱۲۵
- ☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اور والدہ کی نصیحت ۱۲۶
- ☆ والدین کے حقوق ۱۲۶

- ☆ اولاد کے حقوق ۱۲۷
- ☆ سب بیٹوں کو برابری کا حصہ دینے کا حق ۱۲۷
- ☆ بیٹیوں کے حقوق: ۱۲۷
- ☆ رشتہ داروں کے حقوق ۱۲۸
- ☆ حافظ قرآن کے والدین کے لئے شرف تاج ۱۳۰
- ☆ کائنات میں مفرد شان کے والدین: ۱۳۱
- ☆ بن ماں کے بچوں کی تربیت ۱۳۱
- ☆ حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کی ملاقات بعد از ہجر و فراق ۱۳۳
- ☆ حضرت یوسف علیہ السلام کا والدین کو تخت پر بٹھانے کا واقعہ ۱۳۳
- ☆ حضرت رابعہ بصری اور والد گرامی ۱۳۴
- ☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور وعدے کی پاسداری ۱۳۶
- ☆ سنائے کی آغوش میں زندگی ۱۳۷
- ☆ آب زم زم کا چشمہ جاری ہونے کا واقعہ ۱۳۹
- ☆ دروازے کی چوکھٹ سے مراد بیوی ہونے کا واقعہ ۱۴۰
- ☆ ذبح اللہ علیہ السلام سے متعلق مختلف واقعات ۱۴۱
- ☆ ذبح اللہ علیہ السلام کے صبر کی انوکھی مثال کا واقعہ ۱۴۳
- ☆ نامراد شیطان کے ناکام کوششوں کا واقعہ ۱۴۴
- ☆ شرمیہ عقائد سے پاک رہنے والوں کے لئے دعائے اسحاق کا بیان ۱۴۵
- ☆ بیت اللہ میں نصب بھیڑ کے سینکڑوں کا واقعہ ۱۴۹
- ☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے والدین اور تقویٰ ۱۵۰
- ☆ غازی علم الدین کے باپ کا ایمان افروز جواب ۱۵۸
- ☆ والدین کا ظلم، اولاد کا انجام ۱۵۹
- ☆ ظلم کا انجام: ۱۶۱
- ☆ اولاد کی پرورش اور ماں ۱۶۲
- ☆ والدین پر لعنت کرنے والے پر لعنت کا بیان ۱۶۷
- ☆ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کی والدہ ۱۶۷

- ۱۶۸ ☆ میری ماں میرے لیے خاص کیوں ہے؟
- ۱۷۲ ☆ بیٹی کے صدمہ طلاق کے سبب ماں کے دم توڑ جانے کا واقعہ
- ۱۷۲ ☆ پیٹ میں بچے کے سکڑنے کے مفہوم کا بیان
- ۱۷۳ ☆ ماؤں کے رحم میں انسان کی تقدیر و احوال لکھے جانے کا بیان
- ۱۷۳ ☆ احترام والدین پر انعام الہی
- ۱۷۵ ☆ میری ماں کے آٹھ جھوٹ
- ۱۷۷ ☆ اسلام کی محبت اور ماں
- ۱۷۸ ☆ حضرت اولیس قربی کی ماں کی دعائیں
- ۱۹۰ ☆ ماں کی حیثیت سے حق
- ۱۹۰ ☆ ماں باپ کی خدمت نہ کر کے محروم رہنے کا بیان
- ۱۹۱ ☆ حضرت اسماعیل اور والدہ کی شفقت
- ۱۹۳ ☆ حضرت بابا فرید اور ان کی والدہ
- ۱۹۴ ☆ ماں کی بددعا کے اثرات
- ۱۹۵ ☆ ماں کی بددعا کا اثر
- ۱۹۵ ☆ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا
- ۱۹۶ ☆ ماں باپ کا نافرمان دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا
- ۱۹۷ ☆ والدین کے سامنے اعمال پیش ہونے کا بیان
- ۱۹۷ ☆ سنگدل ماں یا بے حس معاشرہ؟
- ۱۹۹ ☆ ماں صحت مند تو بچہ بھی صحت مند
- ۲۰۱ ☆ عذاب سے نجات و رحمت اہل ایمان کے لئے ہونے کا بیان
- ۲۰۲ ☆ فوت ہونے والے کے نام کا صدقہ
- ۲۰۲ ☆ آگ کے اندر بول کر ماں کو تسلی دینے والے بچے کا واقعہ
- ۲۰۳ ☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ
- ۲۰۴ ☆ جناب موسیٰ علیہ السلام تنور میں
- ۲۰۶ ☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی والدہ کا دودھ پینے کا واقعہ
- ۲۰۸ ☆ ماں کی دعا سے موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس ہونے کا واقعہ

- ☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ایک سیب کا کھانے کا واقعہ ۲۰۹
- ☆ ماں نیک ہو تو بیٹا بھی نیک ہوتا ہے ۲۱۰
- ☆ ماں کی نصیحت پر غوث اعظم کی سچائی سے متاثر ڈاکوؤں کی توبہ کرنے کا واقعہ ۲۱۱
- ☆ پاک دامن ماں کی برکت نے دعاؤں کے شہر پر فتح حاصل کر لی ۲۱۳
- ☆ دودھ پیتے بچے کا ماں کی دعا پر انکار کرنے کا واقعہ ۲۱۴
- ☆ اے عقل مند! خدا کی مہربانی کو سمجھو ۲۱۵
- ☆ ماں کو اکلوتے بیٹے کی موت کے یقین آ جانے کا واقعہ ۲۱۶
- ☆ ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والے کی ناک آلودہ ۲۱۶
- ☆ ماں کی وصیت نہ ماننے کی وجہ کفن واپسی ۲۱۶
- ☆ عورت دور جاہلیت میں اور آج ۲۱۷
- ☆ وجوہات دختر کشی سے متعلق تفصیل حسب ذیل ہے ۲۱۹
- ☆ دیوانہ عشق ۲۲۰
- ☆ اولاد کے حقوق والدین پر ۲۲۵
- ☆ نرم دل ماں ۲۳۶
- ☆ اولاد میں فرق ۲۳۷
- ☆ ماں اور باپ میں سے دونوں کی اہمیت ۲۳۸
- ☆ حسن سلوک میں والدہ کے مقام کا بیان ۲۴۰
- ☆ والدین کی خدمت کرنے میں فضیلت کا بیان ۲۴۰
- ☆ والدین کی نافرمانی پر وعید کا بیان ۲۴۱
- ☆ والدین کے لئے رحمت کی دعا مانگنے کا بیان ۲۴۲
- ☆ والدین کی خدمت کرنے کا بیان ۲۴۲
- ☆ والدین کے لئے دلوں میں خیر خواہی کا جذبہ رکھنے کا بیان ۲۴۳
- ☆ والدین سے متعلق بعض لغزشوں کی معافی کا بیان ۲۴۴
- ☆ والدین کے لئے ایصالِ ثواب کرتے رہنے کا بیان ۲۴۵
- ☆ قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ۲۴۵
- ☆ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے محسن والدین ہونے کا بیان ۲۴۷
- ☆ کتاب والدین کی نمان اور دعائیہ کلمات ۲۴۸

مقدمہ

لفظ ماں کی وجہ تسمیہ

ماں کے لیے دیگر الفاظ: اماں، امی، مُمی، ماما اور مادر وغیرہ کے آتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا لفظ دنیا کی متعدد زبانوں میں خاصا یکسانیت رکھنے والا کلمہ ہے، اور اس کی منطقی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ماں کے لیے اختیار کیے جانے والے الفاظ کی اصل الکلمہ ایک کائناتی حیثیت کی حامل ہے اور اسے دنیا کی متعدد زبانوں میں، اس دنیا میں آنے کے بعد انسان کے منہ سے ادا ہونے والی چند ابتدائی آوازوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ جب بچہ رونے اور چلانے کی آوازوں کی حدود توڑ کر کوئی مخصوص قسم کی آواز نکالنے کے قابل ہوتا ہے اور بولنا سیکھتا ہے تو عام طور پر وہ اُم اُم رما رما رما (پاپا) وغیرہ جیسی سادہ آوازیں نکالتا ہے اور محبت اور پیار کے جذبے سے سرشار والدین نے ان ابتدائی آوازوں کو اپنی جانب رجوع کر لیا جس سے ماں کے لیے ایسی آوازوں کا انتخاب ہوا کہ جو نسبتاً نرم سی ہوتی ہیں یعنی میم سے ابتدا کرنے والی اور باپ کے لیے عموماً پے سے ابتدا کرنے والی آوازیں دنیا کی متعدد زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔

ماں کو عربی زبان میں اُم کہتے ہیں

ماں کو عربی زبان میں اُم کہتے ہیں، اُم قرآن مجید میں 84 مرتبہ آیا ہے، اس کی جمع اُمہات ہے، یہ لفظ قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے، صاحب محیط نے کہا ہے کہ لفظ اُم جامد ہے اور بچہ کی اس آواز سے مشتق ہے جب وہ بولنا سیکھتا ہے تو آغاز میں اُم اُم وغیرہ کہتا ہے اس سے اس کے اولین معنی ماں کے ہو گئے، ویسے اُم کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی اصل، اُم حقیقت میں یہ تین حرف ہیں (ا، م، م) یہ لفظ حقیقی ماں پر بولا جاتا ہے اور

بعید ماں پہ بھی۔ بعید ماں سے مراد نانی، دادی وغیرہ یہی وجہ ہے کہ حضرت حواری رضی اللہ عنہا کو امنا (ہماری ماں) کہا جاتا ہے۔

جاپانی زبان میں ماں کو پکارنا

جاپانی میں یہ معاملہ الٹ معلوم پڑتا ہے، آج کل کی جدید جاپانی میں ماں کے لیے اوکا کا لفظ اختیار کیا جاتا ہے جسے مہذب انداز میں اوکا ساں کہتے ہیں (جیسے اردو میں امی سے امی جان) جبکہ ماں کے لیے جاپانی میں ایک اور لفظ آج بھی مستعمل ہے وہ ہے۔ ہاہا۔ کا، یہ قدیم جاپانی میں پایا تھا جو کہ ہاہا میں تبدیل ہوا۔ یعنی اسے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ گویا معاملہ الٹ ہے کہ بچے سے شروع ہونے والا لفظ ماں کے لیے اختیار کیا گیا لیکن بنیادی طور پر ماخذ، بچے کی ابتدائی آوازوں سے ہی نکلا ہے، جاپانی میں مم یا ممو وغیرہ جیسے آواز کو ماں کے بجائے بچے کی غذا یا دودھ مانگنے کی جانب سمجھا گیا کیونکہ عام طور پر بچہ دودھ پیتے یا چوسنے سے قبل اس قسم کی آوازیں بھی نکالتا ہے۔

لفظ اُم کے چار معانی

خلیل نحوی کا قول ہے۔ ہر وہ چیز جس کے اندر اس کے جملہ متعلقات سما جائیں وہ ان کی اُم کہلاتی ہے۔ جیسے لوح محفوظ کو اُم الکتاب کہا گیا کیونکہ وہ تمام علوم کا منبع ہے، مکہ مکرمہ کو اُم القری کہتے ہیں کیونکہ وہ خطہ عرب کا مرکز ہے، کہکشاں کو اُم النجوم کہتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سے ستارے سمائے ہوتے ہیں، جو بہت مہمانوں کو جمع کرے اُسے اُم الضیاف کہتے ہیں، سالار لشکر کو اُم الحیش کہتے ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اُم کے چار معنی ہیں۔ (1) بنیاد اصل (2) مرجع (3) جماعت (4) دین

لفظ باپ کی وجہ تسمیہ

باپ کو عربی زبان میں اب کہتے ہیں، یہ لفظ قرآن مجید میں مختلف اعراب کے ساتھ 119 مرتبہ آیا ہے، اب کی جمع آباء ہے اور یہ قرآن مجید میں 64 مرتبہ آئی ہے،

اب کے حقیقی معنی والد ہے لیکن مجازی طور پر اسے بھی اب کہہ دیتے ہیں جو کسی شے کی ایجاد، ظہور، اصلاح کا سبب بنے۔ (المفردات)

ماں باپ کی شان و حق کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اچھی رفاقت یعنی میری طرف سے حسن سلوک و احسان اور خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ ایک روایت میں یوں ہے کہ اپنے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا اوہ عزیز جو نزدیک کی قرابت رکھتا ہو۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 842)

قرابت اور ماں

اس دنیا کے معاشرہ کی اصلاح و فلاح دراصل باہمی حقوق و نگہداشت تعلق و قرابت کی پاسداری ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور احسان و بھلائی کے برتاؤ اور اس حسن سلوک میں فرق مراتب کے احساس پر منحصر ہے شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جس تعلق و قربت کا رشتہ رکھتا ہے اور اس تعلق و قرابت میں جو فرق مراتب سے ادائیگی حقوق اور حسن سلوک کے باہمی معاملات میں اس کا لحاظ ضروری ہے ظاہر ہے کہ قرابت کے اعتبار سے ماں کا رشتہ سب سے زیادہ گہرا اور اس کا تعلق سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہذا کسی شخص کے احسان و حسن سلوک اور خدمت گزاری کی سب سے زیادہ مستحق جو ذات ہو سکتی ہے وہ ماں ہے۔

ماں کے بعد باپ ہے اور پھر دوسرے قرابتی رشتہ دار ہیں لیکن ان قرابتی رشتہ داروں میں بھی تعلق و قرابت کے درجات و مراتب کی رعایت کی جائے گی جو رشتہ دار

اپنے رشتہ کے اعتبار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقدم رکھا جائے گا مذکورہ بالا حدیث میں اسی ضابطہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔

باپ سے ماں کا زیادہ حق ہونا

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ سے ایک مسئلہ یہ اخذ کیا ہے کہ کسی شخص پر والدین کے ساتھ حسن سلوک و بھلائی کرنے کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں ماں کا حصہ باپ سے تین گنا بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے ولادت کی تکلیف و مشقت اور دودھ پلانے کی محنت و برداشت کرتی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ کے حق سے بڑا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک و بھلائی اور اس کی خدمت و دیکھ بھال کرنا زیادہ واجب ہے اور اگر ایسی صورت پیش آجائے جس میں بیک وقت دونوں کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہو جائے مثلاً ماں باپ کے درمیان کسی وجہ سے اُن بن ہو اور لڑکا اگر ماں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو باپ ناراض ہوتا ہے اور اگر باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے تو ماں آزرده ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ درمیانی راہ نکالی جائے گی کہ تعظیم و احترام میں تو باپ کے حقوق کو فوقیت دے اور خدمت گزاری نیز مالی امداد و عطا میں ماں کے حق کو فوقیت دے۔

والدین کی فرمانبرداری

ماں باپ کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے بلکہ ان کے مرتبہ و درجہ کو دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اولاد اگر اپنی پوری زندگی بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں صرف کر دے تب بھی ان کے لئے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی تاہم شریعت نے کچھ چیزیں ایسی بیان کر دی ہیں جو زیادہ اہمیت کی ہیں اور جن کا لحاظ ہر صورت میں ہونا چاہیے مثلاً سب سے پہلے تو یہ کہ ان کی جائز خواہشات کی تکمیل اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم جانا جائے اور ان کی رضا و خوشنودی کو اپنے حق میں ایک بڑی سعادت سمجھی جائے اپنی حیثیت و استطاعت کے ان کی ضروریات اور ان کے آرام و

راحت میں اپنا مال و اسباب خرچ کیا جائے۔

اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جو ان کی شان کے مطابق ہو اولاد ان کے سامنے تواضع و انکساری اختیار کرے ان کے سامنے ملائمت و نرمی اور خوشامدی و عاجز کا رویہ اپنائے اور جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت کرتے تا آنکہ وہ راضی اور خوش ہوں، ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اطاعت و فرمانبرداری ان ہی امور میں کی جانی چاہیے جو مباح ہوں ان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ نہیں اپنانا چاہیے جس سے ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی ظاہر ہوتی ہو اور نہ ان کے ساتھ تکبر و انانیت کے ساتھ پیش آنا چاہیے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں بات چیت کے وقت اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے اور نہ ان کا نام لے کر ان کو یاد مخاطب کرنا چاہیے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرنا چاہیے اور نہ ان کے مقابلہ پر خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسی طرح اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر والدین غیر شرعی امور کے مرتکب ہوں تو ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے وقت بھی ادب کو اور نرمی و ملائمت کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور ایک دفعہ کہنے پر وہ باز نہ آئیں تو پھر سکوت اختیار کر لیا جائے اور ان کے حق میں دعا و استغفار کرتے رہنا چاہیے اور یہ بات قرآن کی اس آیت سے اخذ کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنے باپ کے سامنے نصیحت و موعظت کا ذکر ہے۔

مشرک والدین سے حسن سلوک کا بیان

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میری والدہ شرک کی حالت میں مکہ سے مدینہ آئیں جبکہ قریش کے ساتھ صلح کا زمانہ تھا یعنی مدینہ میں میری والدہ کے آنے کا یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ صلح حدیبیہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا اور میری والدہ اس وقت تک

مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی تھیں چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں اور وہ اسلام سے بے زار ہیں کیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 844)

والدین کا دل دکھانے کی حرمت کا بیان

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر اس امر کو حرام قرار دیا ہے کہ ماں کی نافرمانی کر کے اس کا دل دکھا جائے لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ فقر محتاجی اور عار کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور بخیلی و گدائی اختیار کی جائے نیز قیل و قال سوال کی زیادتی اور مال ضائع کرنے کو تمہارے لئے مکروہ قرار دیا جائے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 846)

خاص طور پر ماں کا ذکر کرنا اس سبب سے ہے کہ اولاد پر ماں کے حقوق باپ سے زیادہ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا ہے یا اس تخصیص کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ ماں طبعی طور پر باپ سے زیادہ حساس اور کمزور دل ہوتی ہے باپ تو اولاد کی بڑی سے بڑی اذیت رسانی کو برداشت کر لیتا ہے لیکن ماں اپنی اولاد کی طرف سے ذرا سی بات میں رنجیدہ ہو جاتی ہے اگر اولاد اس کے حقوق کی ادائیگی اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے میں معمولی بھی غفلت و کوتاہی کرتی ہے تو اس کا دل فوراً متاثر ہو جاتا ہے اور سخت تکلیف محسوس کرتی ہے۔

اور یہ بات ہے کہ اولاد کی تقصیر و کوتاہی سے جس قدر ماں درگزر کرتی ہے اتنا درگزر باپ نہیں کرتا اور اس کا سبب بھی ماں کا کمزور دل ہونا ہے۔ "منع یا منع کے معنی روکنے کے ہیں اور اس سے مراد بخیلی اور کنجوسی ہے۔ "ہات" دراصل لفظ ات کے معنی میں ہے جو ایٹام کا صیغہ امر ہے اور جس کے معنی ہیں لاؤ دو یہاں لفظ کو مانگنے کے اور سوال کرنے

یعنی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے علماء نے لکھا ہے کہ منع و ہات سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال پر دوسرے لوگوں کا جو حق واجب ہو تو اس کو ادا نہ کرے اور دوسروں کے مال میں سے وہ چیز لے جو اس کے لئے حلال نہیں بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نہ صرف مال میں منع و ہات کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

والدین کے بعض حقوق کا بیان

بلکہ ہر طرح کے حقوق واجبہ کو ادا نہ کرنا حرام ہے اور ان کا تعلق خواہ مال و ذر سے ہو یا افعال و احوال سے اور خواہ قوال و گفتار سے ہو اخلاق و کردار سے اسی طرح کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرنا اور مانگنا جو دوسروں پر کسی بھی طرح کے حق کے طور پر واجب نہ ہو اور دوسروں کو کسی ایسی چیز کی ادائیگی و انجام دہی کی محنت و کلفت میں مبتلا کرنا جو ان پر واجب نہیں ہے حرام ہے۔ "قیل و قال" یہ ایک محاورہ ہے جو ہماری زبان میں بھی اسی طرح مستعمل ہے اس کا اطلاق عام طور پر بے فائدہ بحث و مباحثہ، رد و کد اور حجت و تکرار پر ہوتا ہے یہاں حدیث میں بھی قیل و قال کو مکروہ قرار دینے کا مطلب بے فائدہ باتیں کرنے اور بک بک لگانے سے منع کرنا ہے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جب بے فکر لوگ کہیں آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ادھر ادھر کی لائےنی باتوں میں لگ جاتے ہیں نہ کسی گفتگو کا کوئی یا مقصد موضوع ہوتا ہے اور نہ کسی بات کا کوئی دینی و دنیاوی فائدہ ان کی بات چیت کا زیادہ تر موضوع غلط و سلسط واقعات کو نقل کرنا اور جھوٹے سچے اقوال کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

وقت ایک قیمتی چیز ہے

چنانچہ جب کوئی شخص کہ فلاں شخص نے ایسا ایسا کہا فلاں آدمی نے اس طرح کہا تو فلاں شخص نے یوں جواب دیا غرضیکہ اسی طرح کے بے سرو پا اور لغو باتیں کر کے اور گب شب میں مشغول رہ کر وقت جیسی قابل قدر شے کو ضائع کرتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قیل و قال کی ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ اس بحث و مباحثہ اور باہمی بات

حیثیت کا مقصد کسی مسئلہ معاملہ کی تحقیق اور حصول معلومات نہ ہوں ہاں اگر کسی معاملہ کی تحقیق حصول معاملہ میں اور دوسرے ٹیک مقصد کے لئے باتوں میں مشغول رہا جائے اور لوگوں کے اقوال بیان کئے جائیں تو اس پر مذکورہ ممانعت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

بعض حضرات نے قیل قال کی مراد بہت زیادہ باتیں کرنا اور لکھنا ہے اور واضح کیا ہے کہ بہت زیادہ باتیں کرنا دل پر غفلت و مردنی طاری کرتا ہے بے حسی اور لا پرواہی میں مبتلا کرتا ہے اور وقت کو ضائع کرتا ہے۔ "کثرة السؤال" یعنی سوال کی زیادتی کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ دوسرے لوگوں کے احوال و معاملات کی بہت زیادہ پوچھایا پاچھی اور تجسس معلومات کرنا دوسرے کے یہ اپنے علم کی برتری کو ظاہر کرنے یا کسی کو امتحان و آزمائش میں مبتلا کرنے یا لا حاصل بحث و مناظرہ کی خاطر بہت زیادہ علمی سوالات کرنا اور کسی بات کو بہت زیادہ گھما پھرا کر پوچھنا۔

اور تیسرے یہ کہ اس ممانعت کے مخاطب خاص طور پر صحابہ تھے جنہیں اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دینی احکام و مسائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات نہ کریں اور نہ ادھر ادھر کے معاملات میں آپ سے پوچھ پاچھ کیا کریں کیونکہ سوالات کی زیادہ کثرت اور غیر ضروری پوچھ پاچھی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناگوار ہوتی ہے بلکہ زیادہ پوچھنا احکام و مسائل میں شدت و سختی اور مزید پابندیوں کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا آیت (لا تسئلوا عن اشیاء)۔ "اضاعة المال" یعنی مال کو ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال اور اپنے روپے کو اسراف یعنی فضول خرچیوں میں بہایا جائے یا اس کو ایسی جگہ خرچ کیا جائے جس کا حق تعالیٰ کی طاعت و خوشنودی سے کوئی تعلق نہ ہو جیسے کوئی شخص اپنا سارا مال اور روپیہ یا اس کا کچھ حصہ کسی دوسرے شخص کو دیدے مگر اس کے وہ عزیز و اقارب اور متعلقین محروم رہیں جو نہ صرف اپنے تعلق کی وجہ سے بلکہ اپنے احتیاج و ضرورت کی بنا پر بھی اس کے مال اور روپیہ اور پیسہ پر اپنا حق رکھتے ہوں یا کوئی شخص اپنے مال و اسباب اور دولت

کو پانی میں ڈال دے یا نذر آتش کر دے اور یا کسی ایسے فاسق کو دیدے جو اس کو گناہ و معصیت کے کاموں میں خرچ کرے۔

مال کے خرچ کے حساب کا بیان

اضاعۃ المال کے مذکورہ بالا مسئلہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے مال و دولت اور روپیہ پیسہ کو جہاں خرچ کرنا ہے حرام یا مکروہ ہے وہاں اپنے مال اور روپیہ پیسہ کو صرف بلاشبہ اسراف اور ضائع کرنا کہلائے گا لیکن یہ دونوں صورتوں میں بالکل واضح ہیں اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اشتباہ اس جگہ ہے جہاں خرچ کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اچھی طرح غور و فکر کیا جائے تو اس خرچ کے نتیجہ سے برائیاں اور ظاہری باطنی خرابیاں نکلتی ہیں مثلاً بلا ضرورت دور دراز کے علاقوں میں مکانات بنوانا، مکانات میں بے ضرورت تعمیر و ترمیم کر کے ان کو وسیع کرنا اور ان کی ناروا آرائش و زیبائش کرنا اور اس کی خاطر مال خرچ کرنا جہاں جس قدر خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں اس سے زائد خرچ کرنا، محض نفس و طبیعت کے حظ اور مزہ لذت حاصل کرنے کے لئے حد اعتدال سے زیادہ اچھے اچھے کھانے کھانا بڑائی جتانے اور اپنے کو برتر ثابت کرنے کے لئے اعلیٰ پوشاک پہننا اور اپنی شان و شوکت کو ظاہر کرنے کے لئے اونچے درجہ کی طرف معاشرت اختیار کرنا اور ان سب صورتوں میں فقراء مساکین اور مفلس و قلاش لوگوں کی ضروریات سے صرف نظر کرنا اور ان کی خستہ حالی و محتاجی کی قطعاً کوئی رعایت نہ کرنا جیسا کہ خالص دنیا دار اور فضول خرچ کرنے والوں کا شیواہ ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں جن پر اپنا مال اور روپیہ پیسہ خرچ کرنا اگرچہ شریعت کے ظاہری حکم کی روشنی میں حرام قرار نہ پائے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح کے اخراجات قلب و طبیعت پر تنگی و سختی اور بے مروتی طاری ہونے کا سبب بنتے ہیں اس صورت حال سے سماج و معاشرہ میں غیر فطری عدم توازن و ناہمواری کی فضا بھی پیدا ہو جاتی ہے جس سے مختلف قسم کی برائیوں کا پھول بھنگاں آتی ہیں۔

اسی طرح برتن باسنوں ہتھیاروں اور استعمال میں آنے والی دوسری چیزوں کو سونے جواہرات اور دیگر قیمتی اشیاء سے مزین کرنا، خرید و فروخت کے معاملات میں اس طرح لا پرواہی برتنا کہ نہ تو مال کے ڈوبنے کا خوف ہو جیسے ادھار لین دین کی مدت کو ضرورت سے زائد بڑھانے اور نہ اپنے روپے پیسے کی حفاظت کا لحاظ ہو جیسے ایسی تجارت یا معاملہ میں اپنا روپیہ لگانا جس میں نقصان کا یقین ہو یا کسی چیز کو خواہ مخواہ بلا ضرورت گراں قیمت پر خریدنا اس طرح کی چیزیں بھی اسراف یعنی فضول خرچی اور اپنے مال کو ضائع کرنے کے حکم میں داخل ہیں۔

دوسروں کے والدین کو برا بھلا کہنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں کبھی کبھار تو حقیقت میں بھی کوئی جاہل شخص اپنے ماں باپ کو گالی بک دیتا ہے اور یہ تو اکثر ہوتا ہے کہ لوگ اپنے ماں باپ کو اگرچہ حقیقت خود گالی نہیں دیتے مگر ان کو گالی دلوانے کا سبب ضرور بنتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 847)

گالی دینے کی ممانعت کا بیان

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا تو گناہ کبیرہ ہے لیکن جو شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دینے اور ان کو برا بھلا کہلوانے کا سبب بنے وہ بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار پایا جائے کیونکہ اگر وہ اس شخص کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا تو وہ شخص بھی اس کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا لہذا جب وہ اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا باعث بنا تو گویا اس نے خود کو گالی دی اور ماں کو گالی

دینا عقوق والدین یعنی نافرمانی اور تمرد و سرکشی میں داخل ہے جو حرام ہے۔ گر مادر خویش دوست داری و شنام مدہ بمادر من مذکورہ بالا حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اگر کوئی شخص کسی فسق و معصیت کا سبب و ذریعہ بنے گا تو اس کا شمار بھی فسق و معصیت کے مرتکب کی حیثیت سے ہوگا اور درجہ کا گناہ گار بھی ہوگا۔

والد گرامی کے دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اعلیٰ نیکیوں میں ایک اعلیٰ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے مرنے کے بعد یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے دوستوں کے ساتھ احسان و سلوک کرے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 848)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا باپ مر گیا ہو یا سفر پر گیا ہو تو اس کے دوستوں کے ساتھ احسان و مروت کا معاملہ کرنا اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنا گویا اپنے باپ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنا ہے اور اس کا یہ معاملہ چونکہ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں ہوگا اس لئے وہ بہترین اور اعلیٰ نیکی کرنے والا شخص شمار ہوگا۔

حدیث شریف میں صرف باپ کے دوستوں کا ذکر کرنا اور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ماں کی سکھیوں سہلیوں کے ساتھ احسان و حسن سلوک کرنا بدرجہ اولیٰ ایک بہترین نیکی ہوگا۔

عمر کی درازی اور والدین کی دعا کا بیان

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر الہی کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو دراز کرنے والی چیز نہیں کوئی علاوہ والدین اور قربابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور یاد رکھنا انسان کو جس سبب سے روزی سے محروم کیا جاتا ہے وہ صرف گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 856)

دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے

حضرت شیخ عبدالحق یہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس ارشاد کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ دراصل دعا کی تاثیر کو اور دعا کی اہمیت و فضیلت کو بطور مبالغہ بیان فرمایا ہے اور مراد یہ ہے کہ قضا و قدر کوئی چیز نہیں بدل سکتی ہاں اگر کوئی چیز اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ تقدیر کو بدل دے تو وہ دعا ہوتی اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ یہ ارشاد اس حدیث کے مثل ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر بد ہوتی۔ درازی عمر سے مراد عمر میں خیر و برکت کا ہونا ہے اور زندگی کا اچھے کاموں فلاحی امور اور حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے راستہ پر گزرنا ہے۔

نیک اعمال پر ثواب ملنا

حدیث کے آخری جزء سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جو اپنے فسق و فجور، خدائی احکام سے سرکشی و تمرد اور یہاں تک کہ اپنے کفر و شرک کے باوجود اللہ کے نیک بندوں اور کامل مومنین کے مقابلہ میں زیادہ اچھا کھاتے ہیں اور زیادہ رزق کے مالک ہیں تو پھر اس بات کا معنی کیا ہوں گے انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے چنانچہ اس کو دور کرنے کے لئے بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ حدیث میں رزق سے مراد آخرت کا رزق ہے یعنی ثواب اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ و معصیت کا ارتکاب اس رزق میں نقصان اور اس سے محرومی کا مطلب ان چیزوں سے محروم ہونا ہے جن کے بغیر مال دولت کی فروانی اور رزق کی وسعت کے باوجود انسان کو اندرونی طمانیت و خوشی اور قلبی و روحانی عظمت و بزرگی عطا نہیں ہوتی جیسے رضا الہی کا حصول زندگی کا بے فکری اور سکون کے ساتھ گزرنا، قلب کا فراغ و اطمینان وقت کا یاوا الہی اور اچھے کاموں میں صرف ہونا رزق کا عطیہ و پاکیزہ اور روح باطن کا ہر قسم کی بدورت و ظلمت سے پاک و صاف ہونا اور یہ وہ اوصاف ہیں جو

انسانی زندگی کو حیوۃ طیبہ کا درجہ عطاء کرنے کی وجہ سے عطا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (من عمل صالحا من ذکر او انثی) الخ۔ جس نے نیک کام کیا مرد و عورت میں سے اور وہ ایمان رکھتا ہے تو ہم اس سے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔

گناہوں کے سبب عذاب

اس کے برخلاف اہل فسق و فجور کہ جن کی زندگی شب و روز دنیا کی حرص و ہوس کی کدورتوں اور گناہ معصیت کی ظلمت سے بھرے ہوتے ہیں ان کے وقت کا اکثر و بیشتر حصہ مال و دولت پیدا کرنے کی تعب و مشقت کی نذر ہوتا ہے ان کا قلب مال و زر کے نقصان بربادی کے خوف سے ہر لمحہ متفکر و پریشان رہتا ہے اور مختلف مسائل کے خطرات اور اندیشے ان کی زندگی کو سکون و طمانیت سے محروم کر دیتے ہیں مزید برآں اللہ کی عبادت و طاعت کی نورانیت اور اس کی رحمت سے محرومی ان کو ایسے اندھیروں میں ڈال دیتی ہے کہ وہ بظاہر بڑے خوش حال اور اسباب راحت و آسائش کے مالک ہونے کے باوجود ایک سخت اور مشکل زندگی گزارتے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا، من اعرض عن ذکر یالخ۔ جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کے لئے زندگی تنگ کر دی جائے گی۔ اسی پر گناہ گار مومن کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ چاہے وہ ظاہری طور پر مال و دولت اور حشمت و تمول رکھتا ہو مگر روحانی و باطنی طور پر اس کی زندگی بھی کچھ کم سخت اور دشوار گزار نہیں ہوتی کم سے کم اتنا ہوتا ہی ہے کہ اگر اس کے اندر ایمان کی روشنی پوری طرح موجود ہے تو اس کا گناہ و معصیت کا خوف اس کے قلب پر بہر حال چھایا رہتا ہے اور اس گناہ کی بد انتہائی اور آخرت میں مبتلائے عذاب کا کھٹکا یقیناً اس کو ہمیشہ زدہ رکھتا ہے۔

اور خواہ اپنی دنیاوی زندگی میں کتنا ہی مطمئن نظر آئے مگر اس کو اپنے اندر اطمینان سکون اور روحانی طمانیت کی محرومی اور ضمیر کی لعنت و ملامت سے دوچار رہنا پڑتا ہے حاصل یہ کہ رزق کا مطلب محض پیٹ بھرنے کے ساتھ انسان کے قلبی اطمینان و سکون ہے۔

روحانی طمانیت و بشارت اور اوقات زندگی کے بامقصد و کارآمد گزرنے سے بھی اور یہ چیزیں صرف انہی بندگان اللہ کو نصیب ہوتی ہیں جو صالح عقائد اور پاکیزہ اعمال و کردار کے حامل ہوتے ہیں۔

رحمت کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ ارشاد گرامی کا تعلق صرف ان بعض مومنین سے ہے جو نفس کے فریب میں آ کر گناہ و مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اپنے جن گناہ گاروں بندوں پر حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان کو گناہ معصیت کے داغ دھبوں سے پاک و صاف کر کے اس دنیا سے اٹھائے تو ان کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان کو فقر و فاقہ گویا دنیا ہی میں ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے یا ان کو کسی ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے ان کو تنبیہ حاصل ہو جاتی ہے اور وہ توفیق الہی کی بناء پر اپنے گناہوں سے صدق دلی کے ساتھ توبہ کر لیتے ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جس مومن نے گناہ و معصیت کا ارتکاب کیا اور حق تعالیٰ کی طرف سے لطف خفی اس کے شامل حال رہا تو وہ فقر و فاقہ یا کسی مرض و تکلیف کے ذریعہ اس گناہ سے پاک و صاف کر دیا جاتا ہے اگرچہ اگر اللہ بخواستہ اس کو اس بات کا بھی مستحق نہیں سمجھا جاتا کہ حق تعالیٰ کا لطف و کرم، فقر و فاقہ یا کسی آفت و مصیبت ہی کے ذریعہ اس کے گناہوں کو دھو دے تو پھر وہ اپنے حال پر آخر تک گناہوں میں گرفتار رہتا ہے اور اسی حالت میں دنیا سے چلا جاتا ہے اور آخر کار اس کو آخرت میں سزا بھگتنی پڑے گی۔
نعوذ باللہ۔

والدین کی خدمت کے سبب جنت میں جانے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو میں نے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے فرشتوں سے پوچھا:

کہ یہ کون شخص ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں (صحابہ نے یہ بات سنی تو گویا ان کے دل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ حارثہ نے اپنے کس عمل کے سبب یہ فضیلت حاصل کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی چنانچہ آپ نے حارثہ کی اس فضیلت کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا کہ یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی پر حاصل ہوتی ہے یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی پر حاصل ہوتی ہے اور حارثہ ابن نعمان اپنی ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے (میں جنت میں گیا یہ فرمانے کے بجائے) فرمایا کہ میں گیا تھا اس حالت میں کہ میں کیا دیکھتا ہو کہ میں جنت میں ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 857)

والدین کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پروردگار کی رضا مندی و خوشنودی ماں باپ کی رضا مندی اور خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی و ناراضگی میں ہے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 858)

یہی حکم ماں کا بھی ہے کہ بلکہ ماں اس بات کی زیادہ مستحق ہے حاصل یہ ہے کہ اگر تم اپنی خدمت و اطاعت اور اچھے سلوک کے ذریعہ اپنی ماں باپ کو خوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے خوش رہے گا اور اگر تم نافرمانی و سرکشی کرو گے اور ایذا رسانی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے ناخوش و ناراض رہے گا۔

والدین کی رضا کو بیوی کی مرضی پر ترجیح دینے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک بیوی والا ہوں اور میری والدہ چاہتی ہیں کہ میں اس

بیوی کو طلاق دے دوں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کہ والد جنت کے بہترین دروازوں میں سے ہے (یعنی والد کی رضا مندی و خوشنودی کو ہر حالت میں ملحوظ رکھنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اس لئے جو شخص چاہتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے وہ دروازہ اختیار کرے جو بہترین دروازوں میں سے ہے تو اس کو چاہیے کہ والد کی رضا مندی و خوشنودی کو ہر حالت میں ملحوظ رکھے) پس تم کو اختیار ہے کہ چاہے اس دروازے کی محافظت کو اور چاہے اس کو ضائع کرو۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 859)

باپ کے لئے حق ہونا

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنے قول پس تم کو اختیار ہے کے ذریعہ اس شخص پر واضح کر دیا کہ اگر تم اپنی والدہ کی خواہش کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دیدو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اس کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کر کے جنت میں داخل ہونے کے لئے بہترین دروازہ اختیار کر لیا ہے ورنہ بصورت دیگر تم اس دروازے کو چھوڑنے والے سمجھے جاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اگرچہ والد کا ذکر ہے مگر ابو درداء نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب باپ کے حق میں اس طرح فرمایا تو ماں بدرجہ اولیٰ اس ارشاد کا محمول قرار پائے گی یہ کہ لفظ والد سے صرف باپ مراد نہیں لیا گیا ہے بلکہ جنس یعنی پیدا کرنے والا مراد ہے اور یہ بات زیادہ موزوں و مناسب ہے کیونکہ پیدا کرنے والے کے مفہوم میں باپ اور ماں دونوں داخل ہیں۔

ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہوگا جو کسی کے ساتھ جھگڑائی کر کے اس پر لعنات رکھے

نہ وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرے اور نہ وہ شخص جو شراب نوشی کرے اور بغیر توبہ کے مر جائے۔ (نسائی، دارمی، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 864)

احسان نہ جتلا یا جائے

منان اصل میں منہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی کو کچھ دیا جائے یا اس کے ساتھ نیکی کی جائے اور پھر اس پر اپنا احسان جتایا جائے یہ خصلت یعنی احسان کر کے اس کو جتنا نہایت بری بات ہے قرآن کریم میں ہے، آیت (لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی) احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو۔ بعض حضرات نے لفظ منان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ من سے مشتق ہے جس کے معنی کاٹنا ہے لہذا منان کے معنی یہ ہوں گے وہ شخص جو ناٹے کو کاٹے۔ عاق سے مراد وہ شخص جو ماں باپ اور دوسرے اقرباء کو کسی شرعی وجہ کے بغیر ایذا پہنچائے یا عاق کا اطلاق خاص طور پر اس شخص پر ہوتا ہے جو ماں باپ کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو ستائے۔ جنت میں داخل نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے ان نیک اور صالح بندوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جو آخرت میں حساب کتاب کے دن فائز المرام اور نجات یافتہ قرار دیئے جائیں اور بلا کسی روک ٹوک کے شروع ہی میں جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے یا یہ مراد ہے کہ یہ لوگ عذاب کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گے یعنی پہلے ان کو اپنے گناہ کی سزا بھگتنی ہوگی اور اس کے بعد جنت میں پہنچائے جائیں گے تاہم اگر اللہ چاہے گا تو ان کے بغیر عذاب کے بھی جنت میں داخل کر دے گا کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ، آیت (ويعفو ما دون ذالك لمن يشاء) اور اس کے علاوہ بھی جس کو وہ چاہے بخش دے گا۔

خالہ کا ماں کی طرح احترام کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ

سے ایک بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے میری توبہ کے لئے کیا چیز ہے یعنی کوئی ایسا عمل بتادیں جس کو اختیار کر کے میں اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کر سکوں اور اپنا گناہ معاف کروا سکوں۔ حضور نے فرمایا کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تمہاری خالہ ہے اس نے کہا ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرو یعنی اس کی خدمت و اطاعت کرو اور اس کی دیکھ بھال رکھو نیز اپنی حیثیت و اطاعت کے مطابق اس کی مالی امداد و احانت کرتے رہو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 866)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناطے داروں کے ساتھ حسن سلوک، گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوتا ہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہو کہ حسن سلوک کا کبیرہ گناہ کے کفارہ کا سبب بننا اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرما دیا کہ تم اپنی خالہ سے حسن سلوک کرو تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا اور یا یہ کہ اس شخص سے جو گناہ صادر ہوا تھا وہ کبیرہ گناہ نہیں تھا بلکہ حقیقت میں صغیرہ گناہ تھا البتہ اس شخص نے اپنے مضبوط جذبہ ایمانی اور احتیاط و تقویٰ کی بنا پر اس گناہ کو ایک بڑا گناہ سمجھا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خالہ، ماں کا درجہ رکھتی ہے۔

وفات کے بعد والدین سے حسن سلوک کرنے کا بیان

حضرت ابواسید ساعدی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو قبائل انصار میں سے ایک قبیلہ بنو سلمہ سے تعلق رکھتا تھا اس شخص نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ کے حسن سلوک کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے جس کو میں ان کی وفات کے بعد پورا کروں یعنی میں اپنے ماں باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا وہ مر چکے ہیں۔

وفات کے بعد والدین کے لئے دعا کرنا

تو کیا ان کی وفات کے بعد بھی ان کے حق میں سلوک کرنے کی کوئی صورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کے حق میں دعا کرنا (جس میں نماز جنازہ بھی شامل ہے) ان کے لئے استغفار کرنا ان کی موت کے بعد ان کی وصیت کو پورا کرنا ان کے ناطے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا محض ان (ماں باپ) کے سبب سے ہے یعنی ماں باپ کے وہ عزیز واقارب جن کے ساتھ محض اس وجہ سے حسن سلوک کیا جاتا ہے تاکہ ماں باپ کی خوشنودی حاصل ہو نہ کہ کسی اور غرض سے اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت و تعظیم کرنا، یہ وہ صورتیں ہیں جن کو اختیار کر کے ماں باپ کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ جاری رکھا جاسکتا ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 867)

رضاعی والدہ کی شان کا بیان

حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جہرا نہ میں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے ہیں کہ اچانک ایک خاتون آئیں جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں میں نے ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسن سلوک دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 868)

حدیث میں جن محترم خاتون کا ذکر ہے وہ دایہ حلیمہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دایہ حلیمہ کے علاوہ ایک اور خاتون نے بھی ابتداء کے کچھ دنوں تک دودھ پلایا تھا جن کا نام ثویبہ ہے اور جو ابولہب کی باندی تھیں ان دونوں کے اسلام کے بارے میں علماء کا اختلافی اقوال ہیں۔

والدین کی خدمت کے سبب مشکل آسان ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ تین آدمی ایک ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت بارش نے ان کو آلیا وہ اس بارش سے بچنے کے لئے پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گر کر اس غار کے منہ پر آ پڑا ان تینوں پر باہر نکلنے کا راستہ بند کر دیا وہ تینوں اس صورت حال سے سخت پریشان ہوئے اور اس غار میں سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی، تو آپس میں کہنے لگے کہ اب تم اپنے ان اعمال پر نظر ڈالو جو تم نے کسی دنیاوی فائدہ کی تمنا اور جذبہ نام و نمود کے بغیر محض اللہ کی خوشی کے لئے کئے ہوں اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگو شاید اللہ ہماری نجات کے راستہ کھول دے چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں باپ بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ان کے دودھ کے ذریعہ ان سب کا انتظام کر سکوں، چنانچہ جب میں شام کو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹا اور بکریوں کا دودھ نکالتا تو اپنے ماں باپ سے ابتداء کرتا اور ان کو اپنی اولاد سے پہلے دودھ پلاتا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ چراگاہ کے درخت مجھے دور لے گئے یعنی میں بکریوں کا چراتا ہوا بہت دور نکل گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی اور میں گھر واپس نہ آ سکا جب رات کو گھر پہنچا تو اپنے ماں باپ کو سوتے ہوئے پایا پھر میں نے اپنے معمول کے مطابق دودھ دوا اور دودھ سے بھرا ہو برتن لے کر ہاں باپ کے پاس پہنچا اور ان کے سر ہانے کھڑا ہو گیا کہ میں نے یہ ناپسند کیا کہ ان کو جگاؤں اور نہ ہی یہ گوارا کیا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں جب کہ وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے مارے بھوک کے رو بلک رہے تھے اور وہ سب اپنے حال پر قائم رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی یعنی پوری رات اسی حالت میں دودھ کا برتن لئے ماں باپ کے سر ہانے کھڑا رہا وہ دونوں سوتے رہے اور میرے بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے رہے پس اے اللہ اگر تو

جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں کیا ہے تو میں اپنے اس عمل کے واسطہ دیتے ہوئے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو ہمارے لئے اس پتھر کو اتنا کھول دے کہ اس کشادگی کے ذریعہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے اس طرح کہا کہ اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اس کو اتنا ہی زیادہ چاہتا تھا جتنا زیادہ کوئی مرد کسی عورت کو چاہ سکتا ہے جب میں نے اس سے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دینے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے یہ کہہ کر میری خواہش ماننے سے انکار کر دیا کہ جب تک میں سودینار اس کو پیش نہ کروں میری جنسی خواہش پوری نہیں ہوگی پھر میں نے محنت و مشقت کر کے سودینار فراہم کئے ان دیناروں کو لے کر اس کے پاس پہنچا وہ اپنی شرط پوری ہو جانے پر میری خواہش کے لئے راضی ہو گئی جب میں جنسی فعل کے لئے اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ بندہ اللہ اللہ سے ڈر اور میری مہر امانت کو توڑنے سے باز رہ یعنی اس نے مجھے اللہ کا خوف دلاتے ہوئے التجا کی کہ میری آبرو کو نہ لوٹو اور حرام طور پر ازالہ بکارت کر کے میرے پردہ ناموس کو جو کسی کی امانت ہے یوں تار تار نہ کرو میں یہ سنتے ہی خوف اللہ سے کانپنے لگا اور اپنے نفس کی گمراہی پر شرمسار ہو کر اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہو پس اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عقل یعنی قابو حاصل ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر ہٹ جانا اپنے نفس کو کچل دینا محض تیری رضا و خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمارے لئے راستہ کھول دے چنانچہ اللہ اس شخص کی دعا بھی قبول فرمائی اور اس پتھر کو تھوڑا سا اور سرکا دیا پھر تیسرے شخص نے اس طرح کہنا شروع کیا اے اللہ میں نے ایک مزدور کو ایک فرق چاول کے عوض مزدوری پر لگایا جب اس نے اپنا کام پورا کیا تو مطالبہ کیا کہ میری اجرت دو میں نے اس کی اجرت دی مگر وہ بے نیازی کے ساتھ اس کو چھوڑ کر چلا گیا پھر میں نے ان چاولوں کو اپنی زراعت میں لگایا اور کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ انہی چاولوں کے ذریعہ میں نے بیل اور ان

بیلوں کے چرواہے جمع کر لئے پھر ایک بڑے عرصہ کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈرو مجھ پر ظلم نہ کرو اور میرا حق مجھ کو واپس کرو میں نے کہا بے شک تیرا حق مجھ پر واجب ہے ان بیلوں اور ان چرواہوں کے پاس جاؤ اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لو اس نے میری بات سن کر بڑی حیرت سے میری طرف دیکھا اور کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو میں نے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں جا کر ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کو لے لو اس کے بعد اس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کیا اور چلا گیا پس اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرا وہ عمل محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں اپنے اس عمل کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کہ تو یہ پتھر جتنا بھی باقی رہ گیا ہے اس کو سرکا دے، چنانچہ اللہ نے غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دیا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 869)

والدین کا حق اولاد سے پہلے ہونا

جب کہ وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے۔ الخ۔۔۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ جس قوم کے افراد کے متعلق ہے اس کی شریعت میں ماں باپ کا حق اولاد کے نفقہ و حق پر مقدم تھا جب ہی تو اس شخص نے ماں باپ کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلانا گوارا نہیں کیا حالانکہ بھوک کی شدت سے رات بھر روتے رہے لیکن بعض حضرات کے قول کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے اپنے بچوں کو بقدر رسد رقی تو دودھ پلا دیا تھا مگر وہ اتنی مقدار پر مطمئن نہیں ہوئے تھے اور مزید دودھ پلانے کے روچلا رہے تھے۔

فرق مدینہ میں ایک رائج پیمانہ کا نام تھا جس میں سولہ رطل یعنی تقریباً آٹھ سیر غلہ آتا تھا یہ پیمانہ عام طور پر غلہ وغیرہ کے لین دین میں ناپ تول کے کام آتا تھا۔ بیلوں کے چرواہے سے مراد وہ غلام ہیں جو کھیتی باڑی کے کام، چوپایوں کے دیکھ بھال اور ان کو چرانے پر مامور ہوتے تھے حدیث میں ان چاولوں کی کاشت سے حاصل ہونے والے

مال کے طور پر صرف بیلوں اور چراہوں کا ذکر اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے کہ اس شخص نے ان چاولوں کو اپنی زراعت میں لگا کر بہت کچھ حاصل کیا یہاں تک کہ میرے پاس بہت زیادہ مال و اسباب جمع ہو گیا جیسے بیل اونٹ، گوسفند اور غلام وغیرہ۔

جنت ماں کے قدموں میں ہے

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں اور اس وقت اسی سلسلے میں آپ سے مشورہ کرنے حاضر ہوا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پھر انہی کی خدمت کو ضروری سمجھو کیونکہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔

(احمد، نسائی، بیہقی، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 870)

جنت ماں کے قدموں میں ہے کا مطلب یہ ہے کہ تم جہاد میں جانے کے بجائے ماں کے قدموں میں پڑے رہ کر اس کی اطاعت و خدمت کرنا زیادہ ضروری سمجھو کیونکہ ماں کی اطاعت و خدمت جنت میں جانے کا ذریعہ ہے گویا اس جملہ کے ذریعہ بطور کنایہ اس تواضع و انکساری اور عاجزی و خاکساری کو بیان کرنا مقصود ہے جس کا حکم اولاد کو دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے آیت (وخفض لہما جناح الذل من الرحمہ)۔ اور ان (والدین) کے سامنے شفقت عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔

باپ کی مرضی کا احترام کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا لیکن میرے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک دن مجھے کہا تم اس عورت کو طلاق دیدو میں نے انکار کیا پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے

اس بات کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدو۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 871)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدو یا تو استحباب کے طور پر تھا یا اگر اس عورت کو طلاق دلوانے کا کوئی اور شرعی سبب بھی پایا جاتا تھا کہ اس بناء پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس صورت سے علیحدگی اختیار کرنا ضروری ہو گیا تھا تو پھر کہا جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد وجوب کے طور پر ہے۔

والدین کی خوشی جنت جبکہ ناراضگی سبب جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ماں باپ تمہارے لئے جنت بھی اور دوزخ بھی۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 872)

اس ارشاد کے ذریعہ بڑے بلیغ انداز میں ماں باپ کی اہمیت اور ان کی عظمت شان کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ وہ تمہارے لئے جنت کی راہ بھی آسان کر سکتے ہیں اور تمہیں دوزخ کا مستوجب بھی بتا سکتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اولاد پر ماں باپ کا حق یہ ہے کہ ان کی رضا مندی اور خوش نودی کو بہر صورت ملحوظ رکھا جائے جو جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے جو دوزخ میں جانے کا باعث۔ حاصل یہ ہے کہ اگر اطاعت و خدمت کے ذریعہ ماں باپ کو راضی و خوش رکھو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر نافرمانی و لاپرواہی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش رکھو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔

والدین کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت کے دروازے کھل جانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق ادا کر کے اللہ کے حکم کی اطاعت کی ہے تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر اس کے ماں باپ میں سے ایک کوئی زندہ ہو کہ جس کی اس نے اطاعت و فرمانبرداری کی تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی وہ ماں باپ کے حق میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرنے والا ہے یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ کے حکم کے نافرمانی کی ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھولے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں کوئی ایک زندہ ہے جس کی اس نے نافرمانی کی تو اس کے لئے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے یہ ارشاد بن کر ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 874)

خلاف شریعت عمل میں فرمانبرداری نہ کرنا

حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور ان کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری یا ان کی نافرمانی درحقیقت اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری یا اس کی نافرمانی کرنا ہے۔ اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جملہ کو تین بار فرمانا ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی تاکید کو زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنے کی بنا پر تھا تاہم واضح رہے کہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جس کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو نہ کہ دینی امور سے کیونکہ ماں باپ کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس سے دین کی مخالف اور شرعی احکام و مسائل کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

والدین کی زیارت کے سبب نفلی حج کے ثواب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جو بھی لڑکا اپنے باپ یا ماں کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج نفلی کا ثواب لکھتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چہ وہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے حضور نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے یعنی تمہارے گمان میں جو یہ بات کہ ہر نظر کے بدلے ایک مقبول نفلی حج کا ثواب کیونکر لکھا جاتا ہے تو یہ اجر و انعام اللہ کی شان اور اس کی وسعت رحمت کی نسبت سے کچھ بعید نہیں وہ اگر چاہے تو اس سے بھی بڑا اجر دے سکتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 875)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرک کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس قدر چاہتا ہے بخش دیتا ہے مگر نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا بلکہ اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو موت سے پہلے اس کی زندگی میں ہی جلد ہی سزا دے دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 876)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اسے اپنے اس گناہ کی سزا اپنی موت سے پہلے اسی دنیا میں بھگتنی پڑتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس دنیا کی زندگی کا تعلق ماں باپ سے ہو یعنی جو والدین اپنی اولاد کی طرف سے نافرمانی کا دکھ سہتے ہیں وہ اپنی زندگی ہی میں اس اولاد کو اپنے گناہ کی نافرمانی کی سزا بھگتتے دیکھ لیتے ہیں تاہم دونوں صورتوں میں آخرت کا عذاب بدستور باقی رہتا ہے کہ نافرمان اولاد محض اسی دنیا میں سزا نہیں پائے گی بلکہ آخرت میں بھی عذاب کی مستوجب ہوگی۔ اس حدیث کے سلسلہ میں ایک احتمال اور بھی ہے کہ وہ یہ کہ والدین کے حقوق کے مذکورہ بالا حکم میں تمام حقوق العباد شامل ہوں یعنی جس طرح ماں باپ کے حقوق ادا نہ کرنے

والی اولاد اس گناہ کی سزا دنیا میں پاتی ہے اسی طرح ہر وہ شخص بھی اسی دنیا میں سزایاب ہوتا ہے جو بندوں کے حقوق کو پامال کرتا ہے چنانچہ حکومت وقت کے خلاف بلا کسی شرعی و قانونی وجہ کے بغاوت کرنے والے اور ناحق ظلم کرنے والے کے بارے میں مذکورہ بالا طرح کی منقول وعید سے یہی ثابت ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی کے ذریعہ والدین کے حقوق کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کرنے کے گناہ کی شدت و سنگینی کو بڑے سخت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

محبت بھر لفظ ماں

"ماں" محض ایک لفظ نہیں بلکہ محبتوں کا مجموعہ ہے۔ "ماں" کا لفظ سنتے ہی ایک ٹھنڈی چھاؤں اور ایک تحفظ کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ ایک عظمت کی دیوی اور سب کچھ قربان کر دینے والی ہستی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ "ماں" کے لفظ میں مٹھاس ہے۔ انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ محبت کرنے والی ہستی ماں کی ہے۔ ماں خدا کی عطا کردہ نعمتوں میں افضل ترین نعمت ہے۔ تہذیبی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے ہر دن کو ہماری ماں کی دعاؤں کے سائے میں طلوع ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم اور دوسرے تمام الہامی صحیفوں میں "ماں" کا تقدس سب کی مشترکہ میراث ہے۔ ہر سال مئی کے دوسرے اتوار کو دنیا بھر میں اس دن کو خاص اہمیت دے کر ماں کی عظمت کو سلام کرنے، اس کی دعائیں اور پیار لینے کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے بھی ماں کی عظمت، وقار اور احترام کا اعتراف کیا ہے "یعنی ماں کی محبت"، اس کی اطاعت اور خدمت کو جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ماں کی حیثیت سے ایک زندہ و جاوید کردار ہیں۔

دنیا کی عظیم ترین ہستی ماں

دنیا کی عظیم ترین ہستی ماں ہے اس کا دوسرا نام جنت ہے اور ماں کے بغیر کائنات نامکمل ہے۔ چونکہ پاکستان عالمی افق پر بڑی اہمیت کا حامل ہے لہذا گلوبل ویج میں رہ کر اپنی ثقافت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لئے مہذب قوموں کے اچھے دنوں کو مثبت

انداز سے دیکھنا اور اہمیت دینا ہماری ذمہ داری کا ایک حصہ ہونا چاہیے۔ ماں کی آغوش انسان کی پہلی درس گاہ ہے۔ ماں کی بددعا سے بچو۔ کیونکہ ماں اور خدا کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہوگی کہ آپ اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر اس دنیا کی خوبصورت چیز "ماں" جس کے پاؤں تلے جنت ہے کے دربار میں حاضری دیں۔ اس کی عظمت کی حقیقت تو سب پر ہی عیاں ہے لیکن (mother day) پر ماں کی اہمیت، شخصیت اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کے رتبے کے اتنا بلند کر دیں کہ ماں کے پیار کا پیمانہ چھلک جائے اور اس کی دعائیں ہمیشہ کی طرح لیکن خاص کر آج کے دن عرش معلیٰ کو پار کر کے ہمارے لئے وسیلہ بن جائے۔

جنت منتظر ہے

اللہ کی جنت ان پیاروں کا انتظار کر رہی ہے جنہوں نے اپنی ماں کو بھرپور عزت اور بے پناہ پیار دیا ہوگا۔ تاریخی حوالوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے 250 سال قبل سے اس دن کو منایا جا رہا ہے اور دنیا کی ہر ماں کو خوشیاں اور مسکراہٹیں دینے کے لئے اس دن چھوٹی بڑی گھریلو تقریبات کا اہتمام کر کے، پھل، گھر پر بنائے ہوئے کیک، ماں کی پسند کے پھولوں کا گلہ دستہ، بیٹھا دودھ اور نمکین یا چینی سے بنی اشیاء ماں کو تحائف کے طور پر بھی دی جاتی رہی ہیں۔ ہم پاکستانی بھی اس طرح کی تقریبات منعقد کر کے ماں کے ان بیش قیمت احسانات کا معمولی سا شکریہ ادا کر سکتے ہیں جو ایک ماں اپنے بچے کی تخلیق سے لے کر اسے جوان کرنے تک اس پر کرتی ہے۔ یہاں شکریے کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ ماں کے احسانات کا بدلہ دینا تو کسی کے بس کی بات ہی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے تحائف ماں کو ایسی خوشی سے ہمکنار کرتے ہیں کہ بے ساختہ اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ مدرٹے پر سفید پھول کے انتخاب کے پیچھے یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ اولاد اور ماں کے درمیان محبت کے بے لوث اور ملاوٹ سے پاک رہنے کی نشاندہی ہونے لگے۔

ماں کے لئے یوم منانے والے

انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ میں 1600 سے امریکہ میں Pennsylvania میں 10 مئی 1908 سے بطور خاص حکومتی سطح پر اس دن کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ لازم ہے ہر بشر پہ کرے ماں کا احترام ماں، اصل میں خدا کی طرف سے ہے ایک انعام ماں کا تقدس برقرار رکھنا خاندان کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن حکومت اور NGO's کی تھوڑی سی توجہ حاصل ہو جائے تو کلچرل اور سوشل انقلاب کی ابتداء، آتا ہے۔ معاشرہ کی بے توجہی سے متاثرہ بچوں کو NGO's سے وابستہ خواتین اور وزارت بہبود خواتین کی توجہ کی ضرورت ہے ان بچوں کو یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے انہیں بھی ممتا کا پیار دینے والے موجود ہیں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی بچے کی زندگی میں سب سے اہم کردار ماں کا ہوتا ہے۔ جس شخص کی زندگی میں ماں نہیں وہ زندگی اور ایسے شخص کی شخصیت کبھی نارمل نہیں ہو سکتی۔

آج کل ہر کوئی اپنی مصروفیات کا رونا روتا نظر آتا ہے۔ "ماؤں کے عالمی دن" کا احساس ذمہ داری کے ساتھ اہتمام کیا جائے تو والدین کی عزت کا احساس مزید بلند ہوگا اور خاندانی بندھن بھی مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ ایسا دور ہے کہ جذبات اور احساسات کی جگہ مشینوں نے لے لی ہے۔ جذبات سے عاری لگی بندھی، ای میل بھیج دی جاتی ہے، ٹیلی فون وٹیکس پر دور سے ہیلو ہائے ہو جاتی ہے۔ سبق آموز کہانیاں سنانے، آداب زندگی سکھانے کی بجائے اب کیسٹ لگا کر یا کارٹون میٹ ورک لگا کر مائیں بری الذمہ ہو جاتی ہیں۔

اب چھوٹوں کو بزرگوں اور ماؤں سے ملوانے، ان کے سروں پر ہاتھ پھروانے اور دعائیں لینے نہیں لایا جاتا، کیونکہ بچے اپنا کیرئیر بنانے میں مصروف ہیں۔ یہ ہے ہماری بھاگتی دوڑتی، تیز رفتار مشینی زندگی، جہاں خوبصورت جذبات و احساسات کی جگہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ ماں کا تعلق کسی دیہی یا پسماندہ علاقے سے ہو یا شہروں میں رہنے والے

خوشحال خاندان سے، نسل انسانی کے لئے اس کی عظمت و حرمت لائق تحسین و آفرین ہے۔

ماں صرف ماں ہے

ماں صرف ماں ہے اس کی نہیں کوئی اور ذات، الفاظ ہی نہیں کہ بیاں اس کی ہوں صفات "ماؤں کے عالمی دن" پر ماں کا عام دن سے زیادہ خیال رکھنا، اس کی ضروریات کی پسندیدہ چیزوں کو خلوص و پیار کے ساتھ پیش کرنا انتہائی پسندیدہ عمل سمجھا جائے گا۔ مثالی کردار ادا کرنے والی ماؤں عظمت تو اور بھی بڑھ کر ہے جنہوں نے انتہائی خراب حالات میں محنت و مشقت کر کے ایسے سپوت ملت اسلامیہ کو دیئے جن کی خدمات تاریخ ساز بھی ہیں۔

اور عہد آفرین بھی۔ دنیائے کے عظیم انسانوں کی عظمت ماں کی آغوش سے ہی عبارت ہے۔ ماں کے حقوق کی اہمیت اور ادائیگی کے متعلق مذہب اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے واضح ہدایات تفصیل سے موجود ہیں۔ مشرقی بیٹیاں ماؤں سے بے حد نزدیک ہوتی ہیں اور حقیقی رشتوں سے قربت ضروری ہوتی ہے۔ عالمی سطح پر منائے جانے والے Day Mother's پر مزید اپنی ماں سے محبت کا بھرپور اظہار کرنا پاکستانیوں کو بھی ضرور اچھا ضرور لگے گا۔ کسی مثبت روایت کو محض اس لئے رد نہیں کیا جانا چاہیے کہ اس کا آغاز کسی غیر اسلامی ملک سے ہوا ہے۔

تمام مذاہب میں ماں کا احترام

سوال یہ ہے کہ دین اسلام سمیت دنیا کے تمام مذاہب اور اخلاقی فلسفے آخر ماں کو غیر معمولی عزت و احترام کیوں دیتے ہیں۔ اگر اس بات کا سائنسی بنیادوں پر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ماں اپنے بچے کی تخلیق کے تمام مراحل میں اپنے شوہر سے پورے نو مہینے سینئر ہوتی ہے۔ اپنے بچے سے باپ کا پہلا تعارف اس کی پیدائش پر ہی ہو پاتا ہے جبکہ ماں کا اپنے بچے کے ساتھ پیدائش سے نو مہینے قبل ہے ایسا اثوث تعلق قائم ہو چکا ہوتا

ہے کہ ماں لمحہ لمحہ اس کی تکمیل کے عمل کو خود اپنے ہاتھوں انجام دے رہی ہوتی ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کا عدل ہی شک سے مبرا ہے اور اس نے ماؤں کی سنیا رٹی کو عدل کے تقاضوں کے عین مطابق اہمیت دیتے ہوئے ماں کو باپ پر فوقیت بخشی ہے۔ احادیث نبوی کے حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام نے ماں کو باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے۔

ہر قوم کے کوئی نہ کوئی تہوار ہوتے ہیں جنہیں خاص اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ ان میں مذہبی، سماجی اور قومی تہوار شامل ہوتے ہیں۔ تہوار منانے کا مقصد دراصل یہ ہوتا ہے کہ سال میں ایک مرتبہ کسی اہم ترین مقصد کے بارے میں پوری قوم کے جذبے کو تازہ کیا جائے۔ کسی اہم ذمہ داری کے بارے میں لوگوں کے فرائض انہیں یاد دلانے جائیں تاکہ وہ نئے جوش اور جذبے کے ساتھ درست راستے پر گامزن ہو جائیں۔

ماں ایک آفاقی رشتہ ہے

ماں کا رشتہ ایک آفاقی رشتہ ہے۔ پوری دنیا میں ہر جگہ اسے احترام حاصل ہے۔ اگر اس رشتے کے حوالے سے کوئی دن بین الاقوامی سطح پر منایا جاتا ہے تو اس میں پورے صدق دل کے ساتھ حصہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس دن ماؤں کے حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور اپنی عادات میں ایسی تبدیلیاں لائیں کہ اپنی ماؤں کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھ سکیں۔

میرے سر پہ میری ماں کی ایسی شفقت ہے ورنہ

زمانے کی کڑی دھوپ میں اب تک جل چکا ہوتا

ماں اس ہستی کا نام ہے جو زندگی کے تمام دکھوں اور مصیبتوں کو اپنے آنچل میں چھپا لیتی ہے۔ اپنی زندگی اپنے بچوں کی خوشیوں، شادمانیوں میں صرف کرتی چلی آئی ہے اور جب تک یہ دنیا قائم و دائم ہے یہی رسم جاری رہے گا۔ یوں تو دنیا میں سبھی اشرف المخلوقات چاہے وہ کوئی بھی زمان بولتا ہو، چاہے کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہو ماں ہر

ایک لیے قابلِ قدر ہے۔ مگر خاص طور پر ہماری مشرقی ماں تو ہوتی ہی وفا کی پتلی ہے۔ جو جیتی ہی اپنے بچوں کے لئے ہے۔ ویسے تو دنیا نے ماں کے لئے ایک خاص دن کا تعین کر دیا ہے مگر جو ہر سال کے دوسری اتوار کو منایا جاتا ہے، چونکہ ہم حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور اسلام ہی ہمارا مکمل مذہب ہے اس لئے یہاں یہ ذکر ضرور کروں گا کہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں اللہ کی طرف سے ماں دنیائے عظیم کا سب سے خوبصورت تحفہ ہے۔ ماں تو ایک ایسا پھول ہے جو رہتی دنیا تک ساری کائنات کو مہکاتی رہے گی۔ اس لئے تو کہتے ہیں کہ ماں کا وجود ہی ہمارے لئے باعثِ آرام و راحت، چین و سکون، مہر و محبت، صبر و رضا اور خلوص و وفا کی روشن دلیل ہے۔

اولاد کے لئے ماں کا انمول سایہ

ماں اپنی اولادوں کے لئے ایسا چھاؤں ہے جس کا سایہ کبھی ختم نہیں ہونے والا ہے۔ رب العزت فرماتا ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو اور خاص طور پر اپنی ماں کے ساتھ۔ اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مشہور ہے کہ عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر نامدار کا ہے جبکہ مرد پر اس کی ماں کا ہے۔ ویسے بھی ہر مسلم بچہ، نوجوان، غرض کہ ہر ذی شعور کو اس بات کا علم تو ہے ہی کہ باپ کے مقابلے میں ماں کا حق تین گنا زیادہ ہوتا ہے۔

بوڑھے والدین کی باتیں سمجھنا

ماں کے حوالے سے ایک اور مفکر نے لکھا کہ اولاد کے لئے والدین کا پیغام ہے، جس دن تم ہمیں بوڑھا دیکھو صبر کرنا اور ہمیں سمجھنے کی کوشش کرنا، جب ہم کوئی بات بھول جائیں تو ہم پر طنز نہ کرنا اور اپنا بچپن یاد کرنا، جب ہم بوڑھے ہو کر چل نہ پائیں تب ہمارا سہارا بننا اور اپنا پہلا قدم یاد کرنا، جب ہم بیمار ہو جائیں تو وہ دن یاد کر کے ہم پر اپنے پیسے خرچ کرنا جب ہم تمہاری خواہشیں پوری کرنے کے لیے اپنی خواہشیں قربان کرتے تھے۔

ماں کی مامتا اور اس کی نرم دلی کو بروئے کار لانا افضل اعمال میں سے ہے اور وہ آنے والے معاشرے کی اصلاح کا سنگ بنیاد ہے۔ مرد اپنی طبعی خشونت، سخت مزاجی اور فکر معاش کے باعث اس کی قدرت نہیں رکھتا، پس ماں اپنے قرب کو ایسا بنائے کہ اولاد وہاں راحت و سکون محسوس کرے شاید اسی بنیاد پر جنت ماں کے قدموں تلے کا مقولہ مستعمل ہوا۔

مگر اُن کے لئے یہاں ذکر ضروری ہے جن کی مائیں ابھی حیات ہیں، ایک ہستی تھی جو جان تھی میری، جو آن سے بھی بڑھ کر مان تھی میری، اللہ کے سوا کسی کو سجدہ ہوتا تو میں اپنی ماں کو سجدہ کرتا۔ میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ محبت کی بہترین ترجمان ماں ہے شاید اسی لیے محبت کا جب کوئی پیمانہ بناتا ہے تو وہ ماں ہی کے رشتہ کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

پودے کا سبزہ پھول کی رنگت و خوشبو، دریا کی روانی کشتی کا قرار، پھل کی مٹھا سورج کی روشنی، آسمان کی بلند یزین کی وسعت گھی کی نرم پیرندے کی پرواز، اور چکور کا عشق، سب مل کر انسان کا پیکر بنے تو مَرَمَریں ستونوں کی بہشت ماں کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

حسن سلوک کا سب زیادہ حقدار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ فرما دیجئے کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے، نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تیری ماں پھر انہوں نے عرض کیا، پھر کون، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تیری ماں انہوں نے پھر عرض کیا، پھر کون، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تیری ماں چوتھی مرتبہ یہی سوال پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تیرے والد بزرگوار (صحیح بخاری، کتاب الادب)۔

ماں کی روداد کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس شعر کو بھی میں مضمون خاص کا

حصہ بنانا چاہوں گا کہ،

نہند اپنی مٹلا کے سلایا ہم کو
آنسو اپنے گرا کے ہنسایا ہم کو
درد کبھی نہ دینا اُن ہستیوں کو
اللہ نے ماں باپ بنایا جن کو

ماں کی وفا

ماں ویسے تو وفا کی پتلی کہلاتی ہے مگر کیا اچھا ہو کہ وہ اس پر پوری اترے تو اس کے لئے لازم ہے کہ ماں کے کیا حقوق ہیں۔ بس ہر عورت اتنا سوچ لے کہ اسے ماں بننا ہے اور ہر عورت کو ساس بھی بننا ہے۔ بہو اگر یہ سوچ لے کہ کل کو وہ بھی اپنے بیٹے کی بہو کی ساس بنے گی اور بیٹا اس کی نافرمانی کرے تو اسے کیسا محسوس ہوگا تو میری اتنی ہی گزارش ہے کہ وہ اپنی ساس کو بحیثیت ماں کے اس کے تمام حقوق ادا کرے تو یوں وہ خود اپنے آنے والے کل کے لیے اپنی عظمت کو محفوظ کر سکتی ہے۔

ماں تو ماں ہوتی ہے، اس لفظ ماں میں کتنی مٹھاس ہے۔ یہاں چند ملکوں کا ذکر کروں گا کہ ماں کو کیا کہہ کر پکارتے ہیں، اور آپ اندازہ کریں گے کہ رنگ و نسل، ذات پات، مذہب سب کچھ جدا جدا ہیں ان افراد کی قوت کی مگر وہ ماں کو جو بھی کہہ کر پکاریں شیرینی سے پُر لفظ ہوتا ہے۔ ہم تو اپنی میٹھی زبان اردو میں ماں کو امی، اماں کہتے ہیں، ہندی زبان میں ماں جی کہتے ہیں، اور عربی زبان میں ماں کو ام کہا جا رہا ہے۔ بنگالی زبان کی ردا میں ماں کو امو یا ماں کہتے ہیں۔ جاپانی زبان میں ماں کو اوکسان کہتے ہیں۔ انڈونیشین لینگوئج میں ماں کو بینگ، مراٹھی زبان میں آئی کہتے ہیں۔ اور مغرب کے تمام ملکوں میں تو ویسے ہی ماں کو می کہتے ہی ہیں۔ سمجھنے اور سمجھانے کی بات یہ ہے کہ ماں کے زمرے میں استعمال ہونے والا لفظ تمام زبانوں کے لئے میٹھا اور سُریلا ہی ہے۔

ماں اسلام میں عطاعت و فرمان برداری کی ایک دینی فریضہ ہے، اپنے زندگی کا ہر

لحہ اس کی عظمت پر نثار اور تاحیات و تاعمر اس کی خدمت کو اپنا شعار بنانا ہی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اولادوں کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگا۔ ماں کی خلوص و ایثار، کے لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے،

ماں ساتھ ہے تو سایہ قربت بھی ساتھ ہے

ماں کے بغیر دن بھی لگے جیسے رات ہے

میں دور جاؤں اُس کا میرے سر پہ ہاتھ ہے

میرے لیے تو ماں ہی میری کائنات ہے

رَبّ جہان نے ماں کو یہ عظمت کمال دی

اُس کی دعا پہ آئی مصیب بھی ٹال دی

قرآن میں ماں کے پیار کی اُس نے مثال دی

جنت اٹھا کے ماؤں کے قدموں میں ڈال دی

ماں میری ماں

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا (سورہ احقاف آیت نمبر 15) آیات قرآنیہ اور اجادیث مبارکہ سے والدین کا مقام اور احکام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان کر دئے ہیں بلکہ اللہ پاک نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر سورہ احقاف کی آیت نمبر 15 جس کا ترجمہ ہم نے اوپر لکھا، اس میں خاص طور پر ماں کے مقام اور محنت و مشقت کو بیان کیا ہے۔

شروع آیت میں حسن سلوک کا حکم ماں اور باپ دونوں کو دیا گیا، مگر آگے صرف ماں کی محنت و مشقت کا ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ماں کی محنت و مشقت لازمی اور ضروری ہے، حمل کے زمانہ کی تکلیفیں، پھر وضع حمل اور درد زہ کی تکلیفیں یہ ساری

تکالیف ماں کے مقدر میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد پر ماں کے حق کو سب سے زیادہ رکھا ہے۔

ایک چڑیا اور ماں کی صلہ رحمی کا واقعہ

ایک حدیث میں ارشاد ہے صلہ رحمی اور خدمت کرو اپنی ماں کی، پھر اپنی ماں کی، پھر اس کے بعد باپ کی اور اس کے بعد جو قریب تر رشتہ دار ہو اس کی پھر جو اس کے بعد ہو ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، ماں چونکہ باپ کے مقابلہ میں بچے کی پرورش میں بہت زیادہ مشقت اٹھاتی ہے، اس لئے ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ محبت بھی باپ کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ انسان تو انسان جانوروں میں بھی ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ بہت محبت ہوتی ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک درخت میں گھونسلہ دیکھا جس میں چڑیا کے بہت خوبصورت بچے تھے۔

اور چڑیا وہاں پر موجود نہ تھی۔ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بچے اچھے لگے۔ وہ بچوں کا ہاتھ میں لے کر مدینہ کی طرف چل دئے، تھوڑی ہی دیر میں وہ چڑیا آئی اور ان کے سر کے اوپر چکر لگانے لگی اور آوازیں نکالنی شروع کر دیں مگر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ نہیں پائے کہ یہ چڑیا مجھ سے کیا کہہ رہی ہے، مجبور ہو کر وہ چڑیا آ کر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر آ کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اس کو بھی پکڑ لیا، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور سارا واقعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو جب یہ چڑیا واپس اپنے گھونسلہ میں آئی اور اپنے بچوں کو نہ دیکھا تو وہ بچوں کی تلاش میں اڑی، یہاں تک کہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے بچے تمہارے ہاتھ میں ہیں تو تمہارے سر پر چکر لگا کر یہ فریاد کرنے لگی کہ مجھے بچوں سے جدا نہ کرو، تم نے بچوں کو آزاد نہ کیا تو ماں نے یہ سوچا کہ چلو میں آزادی پر اپنی قید کو ترجیح دیتی ہوں کہ میں بھی قید ہو جاتی ہوں بچوں کے ساتھ تو وہ تمہارے کندھے پر آ کر بیٹھ گئی۔

اب آپ جاو اور اس ماں اور اس کے بچوں کو اسی گھونسلہ میں واپس کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت مانگنے کے لئے آئی، اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین کھجوریں ان کو کھانے کے لئے دیں تو ماں نے ایک ایک کھجور دونوں بیٹوں کو دے دیں اور تیسری کو کھانے کے بجائے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی۔ جب دونوں بچے اپنے حصہ کی کھجوریں کھا چکے تو اس ماں نے اپنی کھجور کے دو حصہ کئے، ایک حصہ ایک بیٹے کو اور دوسرا آدھا دوسرے بیٹے کو دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی حیران ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ماں کی محبت ہے۔ سبحان اللہ! سارے لوگوں کو کھا کر مرزا آتا ہے اور ماں کو کھلا کر مرزا آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماں سے زیادہ پیارا رشتہ اس دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ وہ محبت ہے جو دکھانے اور بتانے کی نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک آسمانی تحفہ ہے۔ ماں پہلے کھلاتی ہے بعد میں کھاتی ہے پہلے پلاتی ہے بعد میں پیتی ہے، پہلے سلاتی ہے بعد میں سوتی ہے، خود ہزار تکلیفوں میں ہو مگر بچے کی ایک تکلیف بھی برداشت نہیں ہوتی اور بچے کو بھی ماں ہی ہر دم یاد آتی ہے جب پریشانی ہو دکھ ہو درد ہو سفر ہو اکثر ماں کو پکارتا ہے، بچپن ہو کہ جوانی یا کہ بڑھاپا ہر وقت ماں کا پکارتا ہے اور ماں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اولاد چاہے کتنا ہی دکھ دے مگر یہ ماں پھر بھی اپنی اولاد کو دعا نہیں ہی دیتی ہے۔

ماں کی شان اندازِ نظم میں

یاد کرتا ہوں تو ماں خواب میں آ جاتی ہے

روح بھی گوہرِ نایاب میں آ جاتی ہے

جب بھی دیکھا ہے کسی ماں کو تڑپتا میں نے

شانِ ماں کی مری آداب میں آ جاتی ہے

تیرگی میں جو کبھی راستہ میں بھولوں تو
 میری ماں روشن مہتاب میں آ جاتی ہے
 لکھنے لکنا ہوں میں تحریر جو اپنی ماں پر
 میری تحریر بھی آداب میں آ جاتی ہے
 ماں کے خوش دل کو کبھی بھی نہ دکھانا پارو
 ورنہ یہ زندگی غرقاب میں آ جاتی ہے
 چومتی ہے مری ماں جب مری پیشانی کو
 چاندنی سی گل شاداب میں آ جاتی ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ شاکر تو ہے ماں کے جیسا
 شکل ماں کی رخ مہتاب میں آ جاتی ہے
 معجزہ ماں کے پسر کا بنی ایڑھی شاکر
 آب زم زم لئے آداب میں آ جاتی ہے
 (کلام شاکر علی شاکر)

بوڑھی ماں کی خدمت اور صلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میرے
 جنت کے ساتھی کی زیارت کرائی جائے۔ تاکہ میں اسے دیکھ سکوں کہ وہ کیسا انسان ہے۔
 جناب جبرائیل علیہ السلام امین نازل ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام! فلاں قصاب
 گوشت فروش جو فلاں محلہ میں رہتا ہے وہ جنت میں آپ علیہ السلام کا ہم نشین ہوگا۔
 حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ملنے کے لئے اس کی دکان پر گئے۔ اور دیکھا وہ
 دوسرے قصابوں کی طرح گوشت فروخت کرنے میں مصروف تھا۔ عصر کے وقت وہ
 جوان فارغ ہوا۔ اور اپنے حصے کا گوشت اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا حضرت موسیٰ

علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے اس کے دروازے پر آئے اور اسے کہا کہ میں آج تمہارا مہمان ہوں۔ جوان نے خوش آمدید کہا۔ وہ آپ علیہ السلام کو ساتھ لے کر اندر گیا۔ اس نے پہلے تو کھانا تیار کیا بعد ازاں گھر کی دوسری منزل پر گیا جہاں سے وہ ایک بڑی زنبیل کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری کو اٹھا کر لایا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس زنبیل میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ جوان نے اس عورت کو زنبیل سے نکالا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے نہلایا، بعد ازاں اپنے ہاتھوں سے اس بڑھیا کو کھانا کھلایا پھر اس نے بڑھیا کو زنبیل میں لٹایا اور اسے سابقہ مقام پر رکھنے کے لئے اٹھا تو اس عورت نے کچھ کلمات ادا کئے جو کہ پیرانہ سالی بڑھاپے کے باعث قابل فہم نہ تھے۔

بعد ازاں جوان موسیٰ علیہ السلام کے لئے طعام لایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوان سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ جوان نے بتایا کہ یہ میری بوڑھی ماں ہے اور میں مالی طور پر کمزور ہوں اس کی خدمت کے لئے نوکرانی کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اسی لئے میں خود ہی اس کی خدمت کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری ماں کھانا کھانے کے بعد کیا کہہ رہی تھی؟

جوان نے جواب دیا کہ میری ماں کا اصول ہے جب بھی میں اسے نہلاتا اور کھانا کھلاتا ہوں تو وہ ہمیشہ دعا دے کر کہتی ہے۔ اللہ تیری مغفرت فرمائے اور روز قیامت تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنائے، تجھے اسی جنت اور اسی درجہ میں جگہ دے جہاں موسیٰ علیہ السلام ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

جوان تجھے خوشخبری دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہ خبر سنائی ہے کہ تو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ جنت ماں کے قدموں تلے۔ (مسند احمد، جلد اول، رقم الحدیث، 543)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایک مرتبہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرے، ان دونوں سے محبت کرے اور ان کے ماں باپ سے محبت کرے، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے حج کرنا

موسیٰ بن اسماعیل، ابو عوانہ، ابو بشر، سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! اس کی طرف سے حج کر اگر تیری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا اسے ادا نہ کرتی؟ اللہ تعالیٰ کا حق تو اور بھی پورا کئے جانے کا مستحق ہے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، رقم الحدیث، 1778)

ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے روزے رکھنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں مر گئی اور اس کے ذمے ایک مہینہ کے روزے واجب تھے کیا میں اس کی طرف سے قضا رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ کا قرض ادا کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے سلیمان نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کہا کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے جس وقت مسلم نے یہ حدیث بیان کی ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے، ہم سے اعمش نے بیان کیا انہوں نے حکم اور مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل سے اور انہوں نے سعید بن جبیر اور عطا اور مجاہد سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میری بہن مر گئی اور یحییٰ اور ابو معاویہ نے بیان کیا کہ مجھ سے اعمش نے بواسطہ مسلم، سعید، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا

کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں مر گئی اور عبید اللہ نے بواسطہ زید بن ابی اسبہ، حکم، سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں مر گئی اور اس پر نذر کے روزے واجب تھے اور ابو حریز نے بیان کیا کہ مجھ سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میری ماں مر گئی۔ اور اس پر پندرہ روزے واجب تھے۔

(صحیح بخاری، جلد اول، رقم الحدیث، 1877)

ماں باپ کی خدمت کرنے کی وجہ سے دعا قبول ہوئی

حضرت عبداللہ بن عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تین آدمی جا رہے تھے تو بارش ہونے لگی وہ تینوں پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گئے ایک چٹان اوپر سے گری اور غار کا منہ بند ہو گیا ایک نے دوسرے سے کہا کہ اللہ سے کسی ایسے عمل کا واسطہ دے کر دعا کرو جو تم نے کیا ہو ان میں سے ایک نے کہا اے میرے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے چنانچہ میں باہر جاتا اور جانور چراتا تھا پھر واپس آ کر دودھ دودھ کرا اپنے ماں باپ کے پاس لاتا جب وہ پی لیتے تو میں بیوی بچوں اور گھر والوں کو پلاتا ایک رات مجھے دیر ہو گئی میں آیا تو دونوں سو گئے تھے مجھے نا گوار ہوا کہ میں انہیں جگاؤں اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک کے مارے رو رہے تھے۔

طلوع فجر تک میری حالت یہی رہی اے اللہ اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری رضا مندی کے لئے کیا ہے تو پتھر مجھ سے کچھ ہٹا دے تاکہ ہم آسمان تو دیکھ سکیں پتھر کچھ ہٹ گیا۔

پھر دوسرے آدمی نے کہا اے اللہ میں اپنی ایک چچا زاد بہن سے بے انتہا محبت کرتا تھا جس قدر ایک مرد عورتوں سے محبت کرتا ہے لیکن اس نے کہا تم اپنا مقصد مجھ سے

حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم سودینار نہ دے دو چنانچہ میں نے محنت کر کے سودینار جمع کئے جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر مہر ناجائز طور پر نہ توڑ میں کھڑا ہو گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری رضا کے لئے ایسا کیا تو اس پتھر کو کچھ ہٹا دے وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا پھر تیسرے آدمی نے کہا یا اللہ میں نے ایک مزدور ایک فرق جوار کے عوض کام پر لگایا جب میں اسے دینے لگا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا میں نے اس جوار کو کھیت میں بویا یہاں تک کہ میں نے اس سے گائے بیل اور چرواہا خریدا پھر وہ شخص آیا اور کہا اے اللہ کے بندے تو مجھے میرا حق دیدے میں نے کہا ان گایوں بیلوں اور چرواہے کے پاس جا اور انہیں لے لے یہ تیرے ہیں اس نے کہا کیا تم مذاق کرتے ہو میں نے اس سے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا وہ تیرے ہی ہیں اے میرے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری خوشنودی کے لئے ایسا کیا تو یہ پتھر ہم سے ہٹا دے چنانچہ وہ پتھر ان سے ہٹ گیا۔ (صحیح بخاری، جلد اول، رقم الحدیث، 2125)

ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم

حضرت عروہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں اسماء نے بیان کیا کہ میرے پاس میری ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آئیں اور وہ مشرک تھیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا وہ محبت سے میرے پاس آئی ہے تو کیا میں اپنی ماں کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اپنی ماں کے ساتھ سلوک کر۔

(صحیح بخاری، جلد اول، رقم الحدیث، 2510)

ماں کے وصال ہو جانے کے بعد صدقہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے، انہوں نے کہا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کی وفات ہو گئی اور میں ان کے پاس موجود نہ تھا، کیا انہیں کچھ نفع دے گا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ سعد نے کہا اچھا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، رقم الحدیث، 31)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں دفعتاً مر گئی اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ بول سکتی تو خیرات کرتی کیا میں ان کی طرف سے صدقہ دوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کی طرف سے صدقہ کرو۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، رقم الحدیث، 35)

ماں کی طرف سے نذر پوری کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں مر گئی اور ان پر ایک نذر باقی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم اس کو ان کی طرف سے پورا کر دو۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، رقم الحدیث، 36)

حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ اور نیک والدین

سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عباس کے پاس ان کے گھر میں بیٹھے تھے میں نے ان سے ان کی خواہش پر پوچھا کہ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، کوفہ کے ایک واعظ نوف کا بیان ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی اور تھے اور جو خضر کے ساتھ رہے وہ اور تھے کیا یہ درست ہے؟ ابن عباس نے کہا اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، ابن جریج کا بیان ہے کہ یلی بن مسلم نے مجھے جو حدیث بیان کی اس میں یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سعید سے یہ کہا تھا کہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام نے وعظ کہا لوگوں کو رقت پیدا ہو گئی اور بہت روئے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے موسیٰ اللہ

کے پیغمبر! کیا اس زمین میں آپ سے بھی زیادہ جاننے والا کوئی عالم موجود ہے؟
حضرت موسیٰ نے فرمایا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناگوار ہوئی کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! ہمارے بعض بندے تم سے بھی زیادہ علم والے ہیں حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ مولیٰ مجھے ان کا پتہ بتا تاکہ میں ان سے ملوں اور علم حاصل کروں ابن جریج کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے مجھ سے اس طرح کہا کہ اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس کا پتہ یہ ہے کہ جہاں تمہاری مچھلی گم ہو جائے گی حضرت تم کو وہیں ملیں گے یعلیٰ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا تھا کہ ایک مری ہوئی مچھلی لے لو جہاں وہ زندہ ہو جائے گی بس اسی جگہ وہ شخص تم کو ملے گا حضرت موسیٰ نے ایک مچھلی تھیلے میں ڈالی اور اپنے خادم یوشع کو ساتھ لیا۔

اور اس سے کہا کہ تم کو صرف اتنی تکلیف دیتا ہوں کہ جہاں مچھلی گم ہو جائے مجھے بتا دینا یوشع نے عرض کیا کہ یہ کیا بڑی بات ہے سعید کی روایت میں یوشع بن نون کا نام نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ اپنے ساتھی کے ساتھ ایک پتھر کی چٹان کے پاس پہنچے دریا کے کنارے تو موسیٰ سو گئے مچھلی تڑپ کر دریا میں چلی گئی نوجوان ساتھی نے خیال کیا کہ جگنا نہیں چاہئے جب اٹھیں گے تو کہہ دوں گا مگر ان کے اٹھنے کے بعد بھول گیا اللہ نے مچھلی کے جانے کی وجہ سے پانی کو روک دیا اور پانی میں ایک خاص نشان سرنگ کی طرح بن گیا روای کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے یہ کہا تھا کہ وہ مچھلی پانی میں ایک سوراخ بنا کر چھوڑتی چلی گئی۔

اور پھر عمرو نے اپنے دونوں انگلیوں اور پاس والی انگلیوں سے حلقہ بنا کر بتایا اس کے بعد یہ دونوں حضرات آگے چلے گئے اور کچھ دور جا کر حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ مجھے سفر کی مکان معلوم ہوتی ہے یوشع نے کہا کہ اللہ نے آپ کی تھکن کو دور کر دیا اس کے بعد یوشع نے کہا کہ مچھلی تو فلاں جگہ گم ہو گئی اور میں آپ سے کہنا بھول گیا چنانچہ حضرت موسیٰ لوٹ کر چٹان کے قریب آئے تو دیکھا کہ خضر کھڑے ہیں ابن جریج نے کہا کہ عثمان بن

ابی سلیمان کا بیان ہے کہ آپ نے خضر کو دریا میں سبز بستر پر بیٹھے دیکھا سعید کہتے ہیں کہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اور کپڑے کا ایک کنارہ پیروں تلے دبایا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر پر تھا حضرت موسیٰ نے سلام کیا خضر نے کہا کہ میرے ملک میں سلام کا طریقہ نہیں ہے تم کون ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا میں موسیٰ ہوں خضر نے کہا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا جی ہاں! خضر نے کہا پھر یہاں کس کام کے لئے آئے ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا اس لئے کہ آپ مجھے اپنا علم سکھائیں خضر نے کہا کیا تورات اور وحی آپ کو کافی نہیں؟

اے موسیٰ! میرا علم تم نہیں سیکھ سکتے اور تمہارا علم میں نہیں سیکھ سکتا خضر یہ کہہ رہے تھے کہ ایک چڑیا نے دریا سے ایک چونچ پانی لیا خضر نے کہا اے موسیٰ! ہمارا اور تمہارا علم اللہ کے سامنے ایسا ہے جیسے وہ پانی جو اس پرندہ نے چونچ میں بھرا پھر وہ ایک چھوٹی سی ناؤ میں سوار ہوئے جو لوگوں کو ادھر سے ادھر لے جاتی تھی کشتی والوں نے ان کو پہچان لیا اور بلا اجرت کشتی میں بٹھا لیا خضر نے کشتی کے ایک تختہ کو توڑ دیا حضرت موسیٰ نے کہا کہ یہ تو تم نے بہت برا کیا اس سے تو کشتی والے ڈوب جائیں گے خضر نے کہا دیکھو میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے درحقیقت یہ پہلا اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے بھولے سے کیا تھا اور دوسری بات خود حضرت موسیٰ نے شرط لگائی کہ اگر پھر ایسا ہوا تو مجھے ساتھ نہ رکھنا اور تیسرا اعتراض عہد کیا۔

حضرت موسیٰ نے کہا میں بھول گیا ہوں بھول پر معاف کرنا چاہئے اس کے بعد آگے بڑھے ایک بچہ ملا خضر نے اسے مار ڈالا اور گلا کاٹ دیا حضرت موسیٰ نے کہا یہ تو تم نے بلا وجہ ایک خون کر ڈالا بے گناہ کو مار ڈالا ابھی عباس اس آیت میں نفسا زکیۃ زاکیۃ دونوں طرح پڑھتے ہیں زاکیۃ کے معنی اچھا نیک مسلمان جیسے کہتے ہیں غلام زکیا اس کے بعد دونوں ایک بستی میں پہنچے ایک دیوار جو گرنے والی تھی اور ٹیڑھی ہو رہی ہے خضر نے اس کو ہاتھ لگا کر سیدھا کر دیا سعید نے ہاتھ کا اشارہ کر کے بتایا کہ دیوار کو اس طرح سیدھا

کیا تھا یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ سعید نے اسی طرح کہا تھا کہ خضر نے دیوار پر ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی حضرت موسیٰ نے اعتراض کیا اور کہا کہ اگر تم چاہتے تو اس کی مزدوری لے سکتے تھے اور اس میں کھانا پینا ہو سکتا تھا اور یہ کہ (وکان وراءهم) کے معنی انا ہم کے ہیں ابن عباس نے اسی طرح پڑھا ہے ابن جریج نے کہا کہ سعید کے سوا دوسرے راویوں نے بادشاہ بد دین و بد بیان کیا ہے اور وہ لڑکا جس کو خضر نے مار ڈالا تھا جیسور تھا کشتی توڑنے کی وجہ خضر نے یہ بتائی کہ وہ بادشاہ جو کہ دریا سے پار تھا ظالم تھا اور بیگار میں کشتیاں پکڑتا تھا اسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دے گا۔

کشتی والے اسے ٹھیک کر کے کام چلائیں گے بعض نے کہا کہ سیسہ گلا کر کشتی جوڑی اور بعض نے کہا کہ لاکھ اور روغن سے جوڑا وہ لڑکا کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی محبت والدین کو تباہ نہ کر دے لہذا میں نے اس کو اس لئے مار ڈالا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے ماں باپ کو نیک اولاد عنایت فرما دے جو اس سے ہر حالت میں نیک اور اچھا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کوئی نیک لڑکی عنایت کر دے چنانچہ داؤد بن عاصم کہتے ہیں کہ لڑکی ہی مراد ہے۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، رقم الحدیث، 1920)

بچے کو ماں کی نسبت سے منسوب کیا گیا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ عویمیر بن حارث عاصم بن عدی کے پاس آیا جو کہ بنی عجلان کا سردار تھا اور کہنے لگا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ ایک شخص کسی دوسرے آدمی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے ہوئے دیکھے اگر اسے قتل کرتا ہے تو تم اسے قصاص میں قتل کر دو گے تو پھر کیا کرے یہ بات تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو عاصم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مسائل دریافت کرنے کو ناپسند فرمایا عاصم نے جا کر عویمیر سے بیان کر دیا مگر عویمیر نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ہرگز باز نہیں

آ سکتا۔

جب تک کہ اس مسئلہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ نہ لوں پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک شخص اپنی بیوی سے دوسرے آدمی کو زنا کرتے دیکھے تو کیا کرے اگر وہ اسے قتل کرتا ہے تو تم اسے قصاص میں قتل کر دو گے آخر کیا کرے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہارے اور تمہاری بیویوں کے حق میں قرآن کی آیت نازل فرمائی ہے اور لعان کا حکم دیا ہے۔

تو عویر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے بیوی سے لعان کر لیا پھر آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اب میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں تو گویا اس پر ظلم کرتا ہوں اس لئے اسے طلاق دے دی اس کے بعد مرد اور عورت میں یہی طریقہ جاری ہو گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اس بات کا خیال رکھو اور دیکھو کہ اس عورت کا بچہ کس شکل کا پیدا ہوتا ہے۔

اگر سانولے رنگ کالی آنکھ اور بھاری پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو میں جان لوں گا کہ عویر کا خیال بیوی کے متعلق ٹھیک تھا اور سرخ رنگ والا جیسا کہ عویر کا رنگ ہے پیدا ہوا تو میں جانوں گا کہ عویر نے بیوی پر جھوٹی تہمت لگائی ہے آخر جب عورت کے بچہ پیدا ہوا اور دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کالی آنکھ والا سانولے رنگ اور بڑے سرین والا ہے لہذا بچے کو ماں کی نسبت سے منسوب کیا گیا۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، رقم الحدیث، 1944)

معروف گیارہ عورتوں کی ذہانت کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ گیارہ عورتوں نے ایک جگہ اکٹھا ہو کر باہم قول و اقرار کیا کہ اپنے اپنے خاوندوں کا حال بیان کرو، پہلی عورت نے کہا میرا خاوند لاغراونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے، راستہ بڑا کٹھن ہے نہ چوٹی پر چڑھا جاسکتا ہے اور نہ وہ گوشت ہی عمدہ ہے کہ اس کے لانے کی خاطر مصیبت بھری جائے۔

دوسری نے کہا میں اس کی حالت ظاہر کرنے سے ڈرتی ہوں کہ اس تذکرے کے بعد میں کہیں اس کو چھوڑ نہ بیٹھوں، اگر ذکر کروں تو بتاؤں گی کہ اس میں کیا عیب و ہنر ہیں، ضعف کی وجہ سے اس کے جسم میں جگہ جگہ گائٹھیں پیدا ہو گئی ہیں اور ایسی ہی بیسیوں برائیاں ہیں۔

تیسری بولی کہ میرا خاوند لمبا تڑنگا ہے، اگر اس کی کیفیت بیان کروں تو طلاق ملتی ہے، اگر خاموش رہوں تو مجھے مفلس چھوڑ رکھا ہے۔

چوتھی نے کہا کہ میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح متوسط ہے، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈا، وہ ہمیشہ یکساں ہے نہ زیادہ ڈرنا نہ بہت اکتانا۔

پانچویں نے بیان کیا کہ میرا شوہر گھر میں آئے تو چیتا، باہر جائے تو شیر (شریف ایسا) کہ گھر میں کچھ ہوا کرے وہ باز پرس نہیں کرتا۔

چھٹی نے کہا کہ میرا شوہر کھاؤ ہے، کھانے بیٹھے تو سب چٹ کر جائے اور لپٹے تو سب صاف کر جائے، جب سوئے تو اکیلا ہی پڑا رہے اور میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا کہ دکھ سکھ پوچھ لے۔

ساتویں نے کہا میرا خاوند گم کردہ راہ اور عاجز ہے، وہ سینے سے دبائے والا اور عورت کا ہر عیب اس کے لئے عیب ہے اس میں سب برائیاں ہیں، (اگر بات کرے) تو سر پھوڑ دے اور زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے اور گہرا زخم لگائے۔

آٹھویں عورت نے کہا میرے شوہر کا چھونا ایسا ہے کہ جیسا خرگوش کا بس ہو جانا، (وہ نازک ہے) اس کی خوشبو ایسی کہ جیسے زرتب کی خوشبو، بہت ہی نازک ہے۔

نویں نے کہا میرا شوہر اونچی تعمیر والے پر تلے والا اور بہت نجی ہے، اس کا گھر مجلس شوری کے قریب ہے، وہ بات دبیر اور سمجھدار ہے۔

دسویں نے کہا میرے شوہر کا نام مالک ہے اور بھلا مالک کی کیا تعریف کروں، جو تعریف ذہن میں آسکے وہ بس اس کی تعریف ہے، وہ مہمانوں کے لئے ہمیشہ اونٹ ذبح

کراتا ہے، چراگاہ سے زیادہ گھر میں اونٹ جمع رکھتا ہے اور گھنٹیوں کی آواز سن کر بتاتا ہے کہ اتنے اونٹ ذبح ہونے والے ہیں اور اتنے مہمان موجود ہیں۔

گیارہویں نے کہا میرا شوہر ابو زرع، واہ کیا کہنا، میرے کانوں کو زیور سے بوجھل کر دیا، میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا اور مجھے اس قدر خوش رکھا کہ اس کی داد دینی پڑتی ہے، میرا خاوند اس نے مجھے ایسا پایا جو مشکل چند بکریوں والا تھا، میں ایک غریب لڑکی تھی، وہ مجھے ایسے خوشحال خاندان میں لایا، جو گھوڑوں کی ہنہناہٹ والے اور کجاوہ کی آواز والے ہیں، ان کے ہاں گھوڑے اونٹ بھی موجود ہیں، ڈائیں چلانے والے نیل اور اناج پھٹکنے والے آدمی بھی ان کے ہاں حاضر ہیں، ان کے ہاں میں بولتی تو میری نکتہ چینی کوئی نہ کرتا اور سوتی تو صبح کر دیتی، جب پانی پیتی تو نہایت اطمینان سے پیتی، ابو زرع کی ماں یعنی میری خوشدامن وہ بھی بہت لائق عورت تھی، اس کے صندوق بھر پور رہتے تھے، اس کا گھر کشادہ اور اس کا بیٹا ابن ابو زرع خوب تر، اس خواب گاہ جیسے کھجور کی شاخ کھینچنے کی جگہ ہوتی ہے، یعنی چھریں جسم کا، خوراک اس قدر کم کہ ایک دست چار ماہ کے بکری کے بچہ کی اس کا پیٹ بھر دے، اپنی سوکن کے لئے ہر وقت باعث غیظ و غضب، اس کی ملازمہ بھی قابل تعریف، دوسرے لوگوں سے کہہ کر ہماری باتوں کو نہ پھیلانے والی اور ہمارے ذخیرہ میں نقصان نہ کرنے والی، ہمارے گھر کو خس و خاشاک سے پاک کرنے والی، ایک دن ایسا ہوا کہ ابو زرع باہر نکلا کہ اس سے دودھ بلوایا جا رہا تھا اور اس میں سے مکھن نکالنے کی تیاری ہو رہی تھی، میں نے باہر نکل کر دیکھا کہ ایک عورت جس کے ساتھ چیتے جیسے دو بچے ہیں جو اس کے زیر بغل دو اتاروں (پستانوں) سے کھیل رہے ہیں، وہ دونوں دودھ پی رہے تھے، اس عورت کو دیکھ کر ابو زرع نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے شادی رچالی، اس کے بعد مجبوراً میں نے ایک ایسے آدمی سے نکاح کیا جو تیز رو گھوڑے پر سوار تھا، خطی نیزہ رکھتا تھا، اس نے بہت سی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے موبیشیوں میں سے ایک ایک جوڑا ہر موبیشی کا مجھے دیا اور کہا کہ ام زرع خود

کھاؤ اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ذخیرہ پہنچاؤں اور صدقہ و خیرات کرنے کی بھی اجازت دی اور بہت کچھ دیا، مگر یہ سب داد و عیش ابو زرع کے ایک چھوٹے سے برتن کو بھی نہیں پہنچ سکتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ تمام قصہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی تیرے لئے ایسا ہوں جیسا کہ ابو زرع ام زرع کے ساتھ تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ اس نے بیوی کو طلاق دے دی تھی اور میں نے طلاق نہیں دی، یعنی بیوی کے ساتھ ایسی ہی اچھی طرح زندگی بسر کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری، جلد سوم، رقم الحدیث، 177)

ماں کا وقت عذاب بھی بچے کو نجات دلوانے کی کوشش کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی آ گیا ہے تو بچے کو اٹھا کر اپنے مونڈھے پر بٹھالیا جب پانی وہاں پہنچا۔

تو اس نے بچے کو سر پر اٹھالیا، جب پانی سر تک جا چڑھا تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند کر لیا لیکن آخر پانی وہاں تک جا پہنچا اور ماں بیٹا ڈوب گئے، اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ عورت تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ ہی بیٹے کو بچا سکی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نوح، بیروت)

ماں نے ادب سکھایا

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک حدیث بیان کرنے لگے اور قاسم بہت باتیں کرنے والے آدمی تھے اور اس کی ماں ام ولد تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا کہ تم میرے اس بھتیجے کی بات کیوں نہیں کرتے؟ میں جانتی ہوں کہ تو کہاں سے آیا ہے، اسے اس کی ماں نے ادب سکھایا ہے اور تجھے تیری ماں نے ادب سکھایا ہے، یہ سن کر قاسم غصہ میں آ گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس کا اظہار بھی کیا۔

جب قاسم نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دسترخوان لگ رہا ہے تو قاسم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے فرمایا۔

کہاں جا رہے ہو قاسم نے کہا نماز پڑھنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا بیٹھ جاؤ، قاسم نے کہا میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اے بے وفا بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کھانا سامنے ہو اور پیشاب یا پاخانہ کا تقاضا ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ (صحیح مسلم، جلد اول، رقم الحدیث، 1241)

مشرکہ والدہ سے بھی حسن سلوک کریں

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئیں حالانکہ وہ مشرکہ تھی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا میں نے عرض کیا کہ میری مشرکہ والدہ میرے پاس آئی ہے۔

کیا میں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کروں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (مسند احمد، جلد دوم، رقم الحدیث، 626)

وقت وصال والدہ کے پاس حاضر ہونے کا بیان

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرض الوفا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کے پاس ان کے بھتیجے تھے۔

میں نے ان کے بھتیجے سے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، ان کے بھتیجے نے جھک کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا وہ کہنے لگیں کہ رہنے دو (مجھ میں ہمت نہیں ہے) اس نے کہا اماں جان ابن عباس تو آپ کے بڑے نیک فرزند ہیں، وہ آپ کو سلام کرنا اور رخصت کرنا چاہتے ہیں،

انہوں نے اجازت دے دی، انہوں نے اندر آ کر کہا کہ خوشخبری ہو، آپ کے اور دیگر ساتھیوں کے درمیان ملاقات کا صرف اتنا ہی وقت باقی ہے جس میں روح جسم سے جدا ہو جائے۔

آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کو محبوب رکھتے تھے جو طیب ہو، لیلۃ الالبواء کے موقع پر آپ کا ہارٹوٹ کر گر پڑا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پڑاؤ کر لیا لیکن صبح ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہیں تھا، اللہ نے آپ کی برکت سے پاک مٹی کے ساتھ تیمم کرنے کا حکم نازل فرمادیا، جس میں اس امت کے لئے اللہ نے رخصت نازل فرمادی اور آپ کی شان میں قرآن کریم کی آیات نازل ہو گئی تھیں۔

جوسات آسمانوں کے اوپر سے جبریل علیہ السلام لے کر آئے، اب مسلمانوں کی کوئی مسجد ایسی نہیں ہے جہاں پر دن رات آپ کے عذر کی تلاوت نہ ہوتی ہو، یہ سن کر وہ فرمانے لگیں اے ابن عباس! اپنی ان تعریفوں کو چھوڑو، بخدا! میری تو خواہش ہے کہ میں بھولی بسری داستان بن چکی ہوں۔ (مسند احمد، جلد دوم، رقم الحدیث، 942)

دہکتے تنور میں بیٹا اور ماں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی، مجھے دوران سفر ایک جگہ سے بڑی بہترین خوشبو آئی، میں نے پوچھا جبریل! یہ کیسی خوشبو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی خادمہ اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے، میں نے پوچھا کہ اس کا قصہ تو بتائیے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن یہ خادمہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی، اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی، اس نے بسم اللہ کہہ کر اسے اٹھا لیا، فرعون کی بیٹی کہنے لگی کہ اس سے مراد میرے والد صاحب ہیں؟ اس نے کہا نہیں، بلکہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے، فرعون کی بیٹی نے کہا کہ میں اپنے والد کو یہ بات بتا دوں گی؟ اس نے کہا کہ ضرور بتاؤ، فرعون کی بیٹی

نے باپ تک یہ خبر پہنچائی، اس نے خادمہ کو طلب کر لیا۔ جب وہ خادمہ آئی تو فرعون کہنے لگا اے فلانہ! کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟

اس نے کہا ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ ہے، یہ سن کر فرعون نے تانبے کی ایک گائے بنانے کا حکم دیا اور اسے خوب دہکایا، اس کے بعد حکم دیا کہ اسے اور اس کی اولاد کو اس میں پھینک دیا جائے، خادمہ نے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، فرعون نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اس نے کہا میری خواہش ہے کہ جب ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں تو میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کر کے دفن کر دینا، فرعون نے کہا کہ یہ تمہارا ہم پر حق ہے، (ہم ایسا ہی کریں گے) اس کے بعد فرعون نے پہلے اس کے بچوں کو اس میں جھونکنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس دہکتے ہوئے تنور میں ڈالا جانے لگا۔

یہاں تک کہ جب اس کے شیرخوار بچے کی باری آئی تو وہ اس کی وجہ سے ذرا ہچکچائی، یہ دیکھ کر اللہ کی قدرت اور معجزے سے وہ شیرخوار بچہ بولا اماں جان! بے خطر اس میں کود جائیے کیونکہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔

چنانچہ اس نے اس میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ چار بچوں نے بچپن (شیرخوارگی) میں کلام کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے، جرج کے واقعے والے بچے نے، حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے اور فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی خادمہ کے بیٹے نے۔ (مسند احمد، جلد چہارم، رقم الحدیث، 905)

جرج اور ماں کی نافرمانی کے سبب دنیا میں سزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین لڑکوں کے علاوہ گہوارے کے اندر اور کسی نے کلام نہیں کیا۔ (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲) وہ لڑکا جو جرج سے بولا تھا۔ جرج بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص کا نام تھا اس نے اپنا گرجا بنا رکھا تھا اور وہاں عبادت کرتا تھا ایک دن

بنی اسرائیل کے لوگ اس کی عبادت کا تذکرہ کر رہے تھے جسے سن کر ایک فاحشہ عورت نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے فتنے میں مبتلا کر سکتی ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہماری خواہش ہے۔ چنانچہ ایک روز جرتج اپنے عبادت خانہ میں تھا کہ وہ عورت اس کے پاس آئی اور جرتج سے کار بر آری کی خواستگار ہوئی جرتج نے انکار کیا تو اس عورت نے جا کر ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا جو جرتج کے گرجے کے نیچے اپنی بکریاں رکھتا تھا اور چرواہے کے نطفہ سے اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس نے یہ اظہار کیا کہ لڑکا جرتج کا ہے لوگ جرتج کے پاس آئے (اور غصہ میں) اسے نیچے اتارا اسے گالیاں دیں مارا پیٹا اور اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا جرتج نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟

لوگوں نے کہا کہ تم نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس کے یہاں بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے جرتج نے پوچھا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ہے چنانچہ جرتج نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور پھر اس بچہ کے پاس آ کر اسے انگلی چبھا کر دریافت کیا اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟

لڑکا بولا فلاں چرواہا لوگ (یہ صداقت دیکھ کر) اسے چومنے اور کہنے لگے ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں جرتج نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں پہلے کی طرح صرف مٹی کا بنا دو۔ (۳) بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی اتفاقاً ادھر سے ایک سوار زردوزی کے کپڑے پہنے نکلا عورت نے کہا الہی میرے بچے کو اس کی طرح کر دے بچہ نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر سوار کی طرف رخ کر کے کہا الہی مجھے ایسا نہ کرنا یہ کہہ کر پھر دودھ پینے لگا کچھ دیر کے بعد ادھر سے لوگ ایک باندی کو لے گزرے (جس کو راستے میں مارتے جا رہے تھے) عورت نے کہا الہی میرے بچہ کو ایسا نہ کرنا بچہ نے فوراً دودھ پینا چھوڑ کر کہا الہی مجھے ایسا ہی کرنا ماں نے بچہ سے کہا تو نے یہ خواہش کیوں کی؟ بچہ نے جواب دیا وہ سوار ظالم تھا (اس لئے میں نے ویسا نہ ہونے کی دعا کی) اور اس باندی کو لوگ کہتے ہیں کہ تو نے زنا اور چوری کی ہے

حالانکہ اس نے یہ فعل نہیں کئے اور وہ کہتی رہی کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گہوارے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے۔ (۱) حضرت عیسیٰ السلام (۲) وہ بچہ جو جرجج کے زمانے میں تھا (۳) اور ایک اور بچہ پھر راوی نے مکمل حدیث ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جرجج بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار آدمی تھا اس کی ایک ماں تھی ایک دن وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں اس سے ملنے کے شوق میں اس کے پاس آئی اور اس کا نام لے کر اسے پکارا۔

اس نے اپنے دل میں کہا کہ پروردگار نماز بہتر ہے یا ماں کے پاس جانا؟ پھر وہ نماز پڑھتا رہا اس کی ماں نے تین مرتبہ اسے پکارا پھر اس کی طبیعت پر سخت گرانی ہوئی اور وہ کہنے لگی کہ اے اللہ جرجج کو فاحشہ عورتوں کا چہرہ دکھا۔ پھر راوی نے مکمل حدیث ذکر کی۔ (مسند احمد، جلد چہارم، رقم الحدیث، 1090)

حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ اللہ جس مومن کو پیدا کرتا ہے اور وہ میرے متعلق سنتا ہے یا مجھے دیکھتا ہے تو مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے راوی نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ فرمایا دراصل میری والدہ مشرک عورت تھیں میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا لیکن وہ ہمیشہ انکار کر دیتی تھیں۔

ایک دن میں نے انہیں دعوت دی تو میرے کانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات سننا پڑی جو مجھے ناگوار گزری میں روتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا اور وہ ہمیشہ انکار کر دیتی تھیں آج میں نے انہیں دعوت دی تو میرے کانوں کو آپ کے متعلق ایسی بات سننا پڑی جو مجھے ناگوار گزری آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت عطاء فرما دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی کہ اے اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو

ہدایت عطاء فرما میں دوڑتا ہوا نکلتا کہ اپنی والدہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بشارت دوں جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو وہ اندر سے بند تھا مجھے پانی گرنے کی آواز آئی اور پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی والدہ نے اندر سے کہا کہ ابو ہریرہ تھوڑی دیر کے رہو تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو وہ اپنی قمیض پہن چکی تھیں اور جلدی سے دوپٹہ اوڑھ لیا تھا مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں انی اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبده و رسولہ یہ سنتے ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ خوشی کے آنسو لئے حاضر ہوا جیسے پہلے غم کے مارے رو رہا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرمادی۔

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کرو مجھے کہ وہ مومن بندوں کے دل میں میری اور میری والدہ کی محبت پیدا فرمادے اور ان کی محبت ان دونوں کے دلوں میں ڈال دے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی کہ اے اللہ اپنے مومن بندوں کے دل میں اپنے اس بندے اور اس کی والدہ کی محبت پیدا فرما اور ان کی محبت ان کے دلوں میں پیدا فرما اس کے بعد اللہ نے جو مومن بھی پیدا کیا اور وہ میرے بارے میں سنایا مجھے دیکھتا ہے یا میری والدہ کو دیکھتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ماں کی عظمت و رفعت افلاک کی وسعتوں سے بڑھ کر

آسمان نے کہا۔ ماں کی عظمت و رفعت افلاک کی وسعتوں سے بڑھ کر

زمین نے کہا۔ ماں کے پیروں کی دھول میں بھی پھول اگتے ہیں

چاند نے کہا۔ ماں ایسی میٹھی روشنی جس میں ممتا اور محبت کی کلیاں مسکراتی ہیں

چاندنی نے کہا۔ ماں ایسی روشنی ہے جس میں تپش نہیں ہوتی

تاریکی نے کہا۔ ماں ایک تابندہ ستارہ ہے جو اندھیرے میں روشنی بکھیرتی

ستاروں نے کہا۔ ماں ایسی دیپ ہے جس کی تابندگی کے آگے زہرہ، مریخ اور ثاقب کی بھی

روشنی ماند پڑ جاتی

بادل نے کہا۔ ماں کی نظرِ کرم ابرِ رحمت کا خوشگوار ستارہ

سمندر نے کہا۔ ماں کا دل سا گر سے بھی زیادہ گہرا ہے، جہاں پر رنج و غم چھپ جاتے

شاعر نے کہا۔ ماں ایسی راگ ہے جس کی لئے اور لوری زخموں کی چھین کو چن لیتی

مالی نے کہا۔ ماں ایک چمن ہے جس کے پھولوں کی رنگت کبھی ماند نہیں پڑتی

پھولوں نے کہا۔ ماں ایسی خوشبو ہے جس کے وجود سے پوری کائنات معطر رہتی

قدرت نے کہا۔ ماں میری طرف سے دنیا والوں کی عظیم تحفہ اور انعام خداوندی

ماں جس کی پیشانی میں نور، جس کی آنکھوں میں ٹھنڈک، جس کی باتوں میں محبت، جس کے

دل میں رحمت، جس کے ہاتھوں میں شفقت، جس کے پیروں میں جنت اور جس کے آغوش

میں پوری دنیا کا سکون رکھ دیا گیا اور پھر اس کی عظمت کا اعتراف خالق نے مخلوق سے اس

طرح کرایا کہ خدا کی بندگی اور رسول کی پیروی کے بعد اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت

گزاری کا سب سے بڑا درجہ کسی کو حاصل ہے تو وہ ماں ہے۔ جس کو صرف محبت بھری

نظر سے دیکھ لینے سے حج مبرور کا ثواب مل جاتا ہے۔ رب کائنات ہم سب کو ماں باپ کو با

لخصوص ماں کی عظمت اور فرمان برداری کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ماں کی خدمت کا واقعہ

سعودی عرب کے شہرِ قصیم کی شرعی عدالت نے اپنی تاریخ میں ایسا عجیب و غریب

مقدمہ دیکھا جو کہ قصیم بلکہ پوری مملکت سعودی عرب میں نا ہی پہلے کبھی دیکھا یا سنا گیا

تھا۔

ہم آئے دن خاندانی اختلافات، قطع رحمی اور عناد کی پھیٹ چڑھنے والے افسوس

ناک واقعات اور دلوں کو لرزادینے واقعات کی تفصیل تو پڑھتے، سنتے اور دیکھتے ہی

رہتے ہیں مگر صلہ رحمی کی بنیاد پر بننے والے اس مقدمہ کی تفصیل سنئے اور اس واقعہ کو کوئی

بنا کر اپنے آپ کو یا اپنے گرد و نواح میں وقوع پذیر حالات و واقعات کو پرکھیے۔
اس شخص کا نام حیزان الفہیدی الحربی ہے۔ یہ بریدہ سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر
واقع ایک گاؤں (اسیاح) کا رہنے والا ہے۔ قصیم کی شرعی عدالت میں فیصلہ جیسے ہی اس
کے خلاف گیا تو اس نے خود کو رو کر اپنی داڑھی کو آنسوؤں سے تر کر کیا ہی، مگر اس کو
دیکھنے والے والے لوگ بھی رو پڑے۔

آخر کس بات پر یہ زار و قطار رونا اور غش پڑ جانا؟ اولاد کی بے رخی؟ خاندانی زمین
سے بے دخلی؟ حیزان کی بیوی نے اس پر خلع کا دعویٰ کیا؟ نہیں، ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تو
پھر آخر کس بات کا رونا!! یہ قصہ تصوراتی نہیں بلکہ سچا اور حقیقت پر مبنی ہے جس کی تفصیل
سعودی عرب کے ایک بڑے اخبار (الریاض) کے سرورق پر چھپیں، مملکت کی کئی بڑی
مساجد کے منابر سے آئمہ کرام نے اپنے خطابات میں اس واقعے کا ذکر کیا، سینکڑوں
عربی ویب سائٹس اور فورمز پر لوگوں کی آنکھیں کھولنے والے اس واقعہ کی تلخیص آپ
کیلے حاضر ہے۔

حیزان اپنی ماں کی بڑا بیٹا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے سارا وقت اپنی ماں کی
خدمت اور نگہداشت پر صرف کرتا تھا۔ حیزان کی ماں ایک بوڑھی اور لاچار عورت جس کی
کل ملکیت پیتل کی ایک انگوٹھی، جسے بیچا جائے تو کوئی سو روپے بھی دینے پر نا آمادہ ہو۔
سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا کہ ایک دن دوسرے شہر سے حیزان کے چھوٹے بھائی نے
آ کر مطالبہ کر ڈالا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں تاکہ وہ شہر میں میرے
خاندان کے ساتھ رہ سکے۔ حیزان کو اپنے چھوٹے بھائی کا اس طرح آ کر ماں کو شہر لے
جانے کا ارادہ بالکل پسند نہ آیا، اس نے اپنے بھائی کو سختی سے منع کیا کہ وہ ایسا نہیں کرنے
دے گا، ابھی بھی اس کے اندر اتنی ہمت، سکت اور استطاعت ہے کہ وہ ماں کی مکمل دیکھ
بھال اور خدمت کر سکتا ہے۔

دونوں بھائیوں کے درمیان تو تکرار زیادہ بڑھی تو انہوں نے معاملہ عدالت میں

لے جانے کا فیصلہ کیا گیا، مگر معاملہ عدالت میں جا کر بھی جوں کا توں ہی رہا، دونوں بھائی اپنے موقف سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور عدالت پیشیوں پر پیشیاں دیتی رہی تاکہ وہ دونوں کس حتمی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ مگر یہ سب کچھ بے سود رہا۔

مقدمے کی طوالت سے تنگ آ کر قاضی نیا سندھ پیشی پر دونوں کو اپنی ماں کو ساتھ لے کر آنے کے لئے کہا تاکہ وہ اُن کی ماں سے ہی رائے لے سکے کہ وہ کس کے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرے گی؟

اگلی پیشی پر یہ دونوں بھائی اپنی ماں کو ساتھ لے کر آئے، اُنکی ماں کیا تھی محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، بڑھیا کا وزن بیس کلو بھی نہیں بنتا تھا۔

قاضی نے بڑھیا سے پوچھا کہ کیا وہ جانتی ہے کہ اُس کے دونوں بیٹوں کے درمیان اُسکی خدمت اور نگہداشت کے لئے تنازع چل رہا ہے؟ دونوں چاہتے ہیں کہ وہ اُسے اپنے پاس رکھیں! ایسی صورتحال میں وہ کس کے پاس جا کر رہنا زیادہ پسند کرے گی؟

بڑھیا نے کہا، ہاں میں جانتی ہوں مگر میرے لئے کسی ایک کے ساتھ جا کر رہنے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر حیزان میری ایک آنکھ کی مانند ہے تو اسکا چھوٹا بھائی میری دوسری آنکھ ہے۔

قاضی صاحب نے معاملے کو ختم کرنے کی خاطر حیزان کے چھوٹے بھاء کی مادی اور مالی حالت کو نظر میں رکھتے ہوئے مقدمے کا فیصلہ اُس کے حق میں کر دیا۔

جی ہاں، تو یہ وجہ تھی حیزان کے اس طرح ڈھاڑیں مار مار کر رونے کی۔ کتنے قیمتی تھے حیزان کے یہ آنسو حسرت کے آنسو، کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کرنے پر قادر کیوں نہیں مانا گیا؟ اتنا عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی ماں کی خدمت کرنے کو سعادت حاصل کرنے کے لئے یہ جدوجہد؟ شاید بات حیزان کی نہیں، بات تو اُن والدین کی ہے جنہوں نے حیزان جیسے لوگوں کی تربیت کی اور انہیں برا والدین کی اہمیت اور عظمت کا

درس دیا۔

ماں کی دعا انسان کو عزت کے فرش سے فرش تک لے جاتی ہے
 ماں کی دعا انسان کو عزت کے فرش سے فرش تک لے جاتی ہے
 اپنی ماں کی دعائیں لے لو کیونکہ ماں کی دعائیں ہی ایک نابینا بچے کو اس قابل بناتی
 ہیں کہ وہ امت کو روشنی کی طرف لائے۔

امام بخاری اور والدہ کی مخلص دعائیں

ایک عراقی شخص اور جلیل القدر عالم تھے۔ انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی
 شاگردی اختیار کی۔ اس مبارک شادی کا پھل میاں بیوی کو ایک نامی گرامی بچے کی
 صورت میں ملا جس کا نام انہوں نے محمد "رکھا۔ شادی ہوئے ابھی کچھ ہی سال گزرے
 تھے کہ اسماعیل بیوی اور چھوٹے بچے کو داغ مفارقت دے گئے اور وراثت میں کافی
 دولت چھوڑ گئے۔

والدہ انتہائی انتہاک کے ساتھ

اپنے بیٹے کی تربیت میں جت کیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ایک جلیل القدر
 عالم بن کر افاق عالم پر چمکے اور اپنے علم سے تاریک دنیا کو منور کر دے لیکن ان کی حسرت
 ویاس اس وقت کوئی ٹھکانا نہ رہا جب ان کے بچے کے مستقبل میں ترقی اور ان کی تمناؤں
 کی تکمیل میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

بچپن ہی میں یہ بچہ اپنی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھا اب نابینا ہونے کی صورت میں یہ
 بچہ حصول تعلیم کے لیے علماء کے دروس میں شرکت سے معذور تھا اور نہ وہ حصول علم کیلئے
 دوسرے شہروں کا سفر اختیار کر سکتا تھا۔ ماں کا یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ آخر اس بچے کا کیا
 ہوگا۔ عالم دین کیوں کر بن سکے گا۔ بینائی کے بغیر علم کا حصول کیسے ممکن ہے؟

اس خواہش کی تکمیل کے لیے ایک ہی ذریعہ باقی تھا۔ ایک ہی راستہ تھا اور وہ راستہ

دعا کا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دعا کے دروازے کھول دیئے اور پورے اخلاص اور سچی نیت کے ساتھ دربار الہی میں گڑ گڑا کر رونے لگی اور اللہ رب العزت کے سامنے دست سوال دراز کر کے بچے کی بینائی کیلئے دعائیں مانگنے لگی۔ یہ دعائیں نجانے کتنی مدت تک ہوتی رہیں کہ ایک رات اس نے عجیب و غریب خواب دیکھا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ خواب میں نظر آئے، وہ کہہ "اے بی بی! تیری دعاؤں کی کثرت سے سبب اللہ رب العالمین نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کر دی۔"

جب محمد کی والدہ بیدار ہوئیں تو دیکھا واقعی اس کے بیٹے کی بینائی بحال ہو گئی ہے، ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ،

أَمْ مَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ إِلَهَ مَعَ

اے پروردگار!! پریشان حال کی دعائیں تیرے علاوہ کون سن سکتا ہیا اور کون ہے کو بندوں کی تکلیفوں کو یہ عظیم خاتون جو مسلسل دعائیں مانگتی رہیں؛ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ تھیں جنہوں نے بیٹے کی بینائی لوٹ آنے کے بعد اس کی تعلیم و تربیت اس قدر محنت سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے پر علوم و فنون کے دروازے کھول دیئے اور پھر آگے چل کر یہ بچہ ایک بہت بڑا محدث بنا اور کتاب اللہ کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب مرتب کی جو "صحیح البخاری کے نام سے مشہور ہے اور بچے کو لوگ امام بخاری سے جانتے ہیں جن کا پورا نام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

چار شہداء بیٹوں کی والدہ کی نصیحت کا واقعہ

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بڑی عظیم خاتون تھیں۔ ان کی زندگی کا جاہلی دور اور اسلامی دور ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ وہ حقیقی انقلاب کی بہترین مثال ہیں۔ حقیقی انقلاب وہ ہوتا ہے جو دل کی دنیا کو بدل دے۔ انہوں نے اپنے بھائی معاویہ بن

عمرو کے قتل پر بھی مرثیے لکھے تھے۔ لیکن دوسرے بھائی صخر بن عمرو کے قتل پر تو ایسے دردناک اشعار مسلسل کئی سال تک کہے جن کو سن کر مخالف قبیلے کے لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے تھے۔ انہوں نے اپنا گریبان چاک کر لیا تھا۔

سر میں خاک ڈال لی تھی اور قسم کھائی تھی کہ جب تک بھائی کے خون کا انتقام نہ لے لیا جائے وہ اسی حال میں رہیں گی۔ اپنے ایک مرثیے میں وہ کہتی ہیں سورج کا طلوع و غروب اپنے معمول کے مطابق جاری ہے مگر ہر طلوع آفتاب صخر کی جدائی کا پیغام لے کر آتا ہے اور دل پر آ رہے چلاتا ہے۔

ہر غروب آفتاب غم کی اتھاہ گہرائیاں لے کر سیاہ رات مسلط کر دیتا ہے اور مجھے صخر کی یاد تڑپاتی ہے۔ میں مانند بیکل تڑپتی ہوں۔ نہ موت کی آغوش نصیب ہوتی ہے نہ زندگی کی مسکراہٹ کا سراہا تھا آتا ہے۔ صخر تیرے فراق میں میری آنکھیں بے نور ہوا چاہتی ہیں مگر تیری رفاقت و معیت نے سالہا سال مجھے خوشیوں اور مسرتوں کی بہاریں بھی تو دکھائیں۔ مقتولین پر آہ و زاری اچھی نہیں ہوتی لیکن تجھ پر رونا قابل تحسین و ستائش ہے کہ تو واقعی بے مثال شہسوار اور منبع جود و سخا تھا۔

حضرت خنساء کی یہ کیفیت کئی سال رہی۔ آخر اللہ نے ان کی قسمت بدلنے کا فیصلہ فرما لیا۔ توحید کی روشنی فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوئی۔ پھر یرشہ کو مینارہ نور بننے کا شرف ملا۔ خنساء کی جوانی ڈھل چکی تھی۔ اب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ انسانیت نے صدیوں تک تاریکیوں میں دھکے کھائے تھے اب انسانوں کے درمیان حق کا چراغ روشن تھا۔

قبیلہ بنو سلیم میں جب یہ دعوت اور روشنی پہنچی تو خنساء کو یہ پیغام مانوس اور پسندیدہ محسوس ہوا۔ خوش بخت تھیں، لمبا سفر کر کے مدینے آئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے قبیلے کے پورے وفد کے ساتھ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئیں۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دل نشین کلام سنا اور ان کی

تعریف کی۔ قبول اسلام کے چند دنوں بعد وہ اپنے علاقے میں واپس چلی گئیں مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ بے قرار ہو کر واپس مرکز اسلام میں آ گئیں اور پھر یہیں مقیم ہو گئیں۔ ایران و روم کے مقابلے پر جنگیں جاری تھیں۔

یہ حضرت عمر بن خطاب کا دور خلافت تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص ایران کے مقابلے پر قلعے پہ قلعے فتح کرتے کسریٰ کی نام نہاد سپریمسی کو خاک میں ملا رہے تھے۔ ایرانیوں نے بالآخر ہاتھیوں کی فوج مقابلے میں لانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت سعد نے امیر المومنین کی خدمت میں خط لکھا کہ ان کی مدد کے لیے تازہ دم فوج روانہ کی جائے۔ جب امیر المومنین نے مدینہ میں اعلان کیا تو مجاہدین فوراً جہاد پر جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس تازہ دم لشکر اسلام کو مدینے سے رخصت کرنے کے لیے باہر تک پیدل چلتے ہوئے ساتھ ساتھ گئے۔ اس موقع پر وہ دعائیں بھی دیتے رہے اور نصیحتیں بھی کرتے رہے۔ عین اس موقع پر آپ نے ایک اونٹ پر ایک بوڑھی عورت کو بیٹھے دیکھا تو پوچھا آپ کہاں جا رہی ہیں؟ وہ فرمانے لگیں اپنے چار نو جوان فرزندوں کے ساتھ میدان جہاد میں جا رہی ہوں۔

یہ بوڑھی خاتون سیدہ خنساء بنت عمرو تھیں۔ یہ مجاہدین جب میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت خنساء نے اپنے بچوں کو رات کے وقت اپنے خیمے میں ایک یادگار نصیحت فرمائی۔ میرے بچو تم نے اپنی رضا اور خوشی سے اسلام اور ایمان کی دولت کو سینے سے لگایا۔ پھر اللہ کی راہ میں ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ خدا کی قسم جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کے صلب سے پیدا ہوئے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے کبھی خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو کبھی رسوا کیا۔ تمہارا حسب اور نسب ہر عیب اور داغ سے پاک ہے۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی حیات فانی سے کہیں بہتر ہے۔ اگر میدان جنگ میں لوگوں کے قدم اکھڑیں تو تم آگے بڑھنا۔ اللہ کا

ذکر اور دعائیں کرتے ہوئے میدان میں ڈٹ جانا۔ خبردار اگر تم میدان جنگ سے بھاگ کر آئے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

اللہ کے راستے میں جان قربان کر دینا سعادت اور جہاد سے منہ موڑنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ چشم فلک نے اس روز وہ ہولناک منظر دیکھا جو کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ جب ہاتھیوں کے لشکر نے ہلہ بولا تو آغاز میں غازیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اللہ اکبر! آج فاتحین پر بڑا کڑا وقت آ گیا تھا۔ عین اس لمحے سیدہ خنساء کے چاروں بیٹوں نے ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر کہا ماں کی نصیحت کو یاد کرو۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹنا شروع کر دیں۔

ہاتھی کے پورے جسم میں کانوں سے لے کر دم اور سر سے لے کر پاؤں تک کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جس پر تیر، تلوار یا نیزہ کوئی اثر دکھاسکے۔

صرف سونڈ وہ حصہ ہے جو نرم ہوتا ہے اور تلوار سے کاٹا جاسکتا ہے۔ اب ایرانی ہاتھی بلہا کو پیچھے کی جانب بھاگنا شروع ہو گئے۔ اکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔ گھمسان کارن پڑا۔ دونوں جانب سے لاتعداد لوگ قتل اور شہید ہوئے اور ان سے زیادہ زخمی اور مجروح ہوئے۔ شام کو لوگ اپنے اپنے خیموں میں واپس پلٹے تو معلوم ہوا کہ کون زندہ سلامت واپس آیا اور کون خلعت شہادت سے سرفراز ہوا ہے۔ شام کے جھٹپٹے میں ہی اس خیمے میں چراغ جل رہا تھا اور آج اس میں بوڑھی خنساء تنہا بیٹھی تھیں۔

اس خیمے میں کوئی بھی واپس نہ آیا۔ سعد بن ابی وقاص کو معلوم ہوا تو خود چل کر اس خیمے میں پہنچے۔ بہادر اور جری سعد کے لیے زبان سے ایک لفظ نکالنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ خنساء نے پوچھا سعد بتاؤ جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟ سعد نے بمشکل یہ اطلاع دی کہ خنساء کے چاروں بیٹے میدان جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔ ماں نے پھر پوچھا جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟ سید سالار نے بتایا کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی ہے۔

یہ سننا تھا کہ سیدہ خنساء سجدے میں گر گئیں۔ ان کی زبان پر نہ کوئی نوحہ تھا نہ بین اور

مرثیہ۔ وہ اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں اور زبان سے مسلسل کہہ رہی تھیں اے اللہ میں نے یہ قربانی تیرے راستے میں پیش کی ہے تو اسے قبول فرما لے۔ اے اللہ بوڑھی ماں کو اپنے بچوں سے جنت میں ملا دینا۔ کہاں وہ جاہلی زندگی کے شب و روز اور کہاں آج اسلام و ایمان کی عزیمت و قربانی کی یہ مثال! یہی تو حقیقی انقلاب ہے جو دل و دماغ اور سوچ فکر کو نئے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔ آج بھی شہدا کی مائیں انہی جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ جب ان کے لخت جگر میدان قتال میں داد شجاعت دیتے ہوئے جانوں کے نذرانے پیش کر کے اپنے اسلاف کی تاریخ کو زندہ کر دیتے ہیں تو ماؤں کے دل حضرت خنساء والی کیفیت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

حضرت خنساء نے اپنے دور ایمانی میں کئی مرتبہ اپنے مقتول بھائیوں کی یاد میں ان جذبات کا اظہار بھی کیا کہ اگر وہ حالت ایمان میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتے تو دل کو قرار آ جاتا مگر ہائے حسرت کہ وہ جاہلی زندگی میں موت سے ہمکنار ہو گئے۔ اسلام ایک قوت ہے، ناقابل تسخیر! ایمان اور شوق شہادت ایک دولت ہے، بے بہا و بے بدل۔ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی صحیح قدر و قیمت جاننے کا وقت ہے پھر ہم پر اللہ کے فضل سے کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

ماں پیاری ماں

قلم جب اٹھاتا ہوں لکھتا ہوں ماں

میں جب لب ہلاتا ہوں لکھتا ہوں ماں

ماں میم سے۔ محبت کرنے والی،، الف سے۔ ایثار کرنے والی،، اور نون سے۔ نڈر

، نہ خفا ہونے والی،، عورت ہی صرف ماں اور پیاری ماں ہے۔ سہ حرفی لفظ ہے، جس میں

ممتا کی بے پناہ مٹھاس ہے۔۔ شب۔ و۔ روز میں عقیدت اور احترام کا سہدر عکس ہے، پت

جھڑ میں سراپا دعا ہے، زیست کے ہر رنگ میں خوشی کا دلکش راگ ہے، ایک ایسا ساز۔ کہ

جس میں گھر کا آگن و فریب اور روشن ہے

بے حد عظیم ماں کا رتبہ ہے دوستو

لا ریب ماں کا پیار تو سچا ہے دوستو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ میں تجھے اپنے حقوق کے متعلق وصیت کرتا ہوں،، آپ نے پھر وہی عرض کیا تو فرمایا۔ میں تجھے تیری والدہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ آپ نے پھر سوال دہرایا تو اللہ پاک نے فرمایا۔ میں تجھے تیری والدہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ آپ نے پھر وصیت کی درخواست کی۔ تو فرمایا۔ تیرے باپ کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔.. گویا ہر عقل مند پر واجب ہے کہ اپنے والدین کا احترام کرے اور ان کے حقوق کی پابندی کرے۔ اللہ پاک نے اپنی رضامندی میں۔ والدین کی رضامندی میں قرار دی اور ان کی ناراضگی میں اپنی ناراضگی بتلائی۔

بڑی شان و عظمت ہے ماں کو ملی

پڑھ کے قرآن کو دیکھ لو دوستو اگر چاہتے ہو کہ عزت ملے

تو ماں کے کہے پر چلو دوستو

قرآن پاک میں ہے (ترجمہ) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے۔؟ ارشاد فرمایا۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنا،، اور والدین سے اچھا سلوک کرنا،، پھر جہاد فی سبیل اللہ کرنا۔۔۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی گلوچ کرے۔ عرض کیا گیا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالیاں دے۔؟ یہ کسی کے والدین کو گالیاں دے گا، وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دے گا۔

ماں کے قدموں میں ہے جنت

ماں ہوتی ہے رب کی رحمت

حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے بہترین حکیم (ر)
 ح) اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں
 کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟
 فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ، عرض کیا
 پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا۔ اپنے باپ کے ساتھ، پھر ترتیب وار دوسرے رشتہ داروں کے
 ساتھ حسن سلوک کرو۔

سدا ماں کی عزت کرو دوستو

سدا ماں کا ہی دم بھرو دوستو

نہیں ماں کا دنیا میں نعم البدل

نہ اف تک بھی ماں کو کہو دوستو

ہے ماں تو محبت کا سایہ اسے

کبھی نہ خفا تم کرو دوستو

سہ حرفی لفظ ماں

سہ حرفی لفظ ماں قدرت کی حسین و دلکش صنائی کا انمول تحفہ ہے۔ جسکی مہک سے گھر
 کا آگلن معطر رہتا ہے، پت جھڑ میں رنگ۔ و۔ بو کی سندر مثال ہے، ایک ایسا لفظ جو اپنے
 اندر اپنائیت اور خاص طاقت رکھتا ہے۔ میم سے محبت الف سے اللہ پاک نون سے نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی حضرت محمد سے محبت تھی۔ جیھی تو
 سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق کا سبب بنے۔!! پھر یہی محبت ہمارے ہونے کا
 احساس دلاتی ہے، اور پھر اسی پر رنگ احساس کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں میں ماں جیسی شفیق
 و۔ مہربان اور عظیم ہستی کا سندر چہرہ تخلیق کر کے کائنات کے دلکش وسیع و۔ عریض دامن

پر محبت کو امر کیا ہے۔

ماں کے قدموں میں ہے جنت ماں کی خدمت میں ہے عظمت
حدیث قدسی میں خالق کائنات اللہ پاک فرماتا ہے (مفہوم) میں اپنے بندوں
سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں گو یا رب کائنات نے بھی اپنی محبت کو عیاں کیا تو
پیکر شفقت ماں کی ممتا کو بے لوث محبت کی چھاؤں میں سجا کر کائنات کے پھیلے سندر آئینہ
پر ثبت کر دیا ہے۔ ماں باپ کی اچھی تربیت ہر انسان کو عظیم بنا کر معاشرے میں بلند و
بالا مقام دیتی ہے۔ اور اولاد خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر خود کو ممتا کے آئینہ میں پر سکوں
محسوس کرتی ہے

بہت گھنا ہے ماں کا سایہ

کوئی نہیں ماں جیسا آیا

ماں کی خدمت میں جنت ہے

ماں ہے جنت کا سرمایہ

والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا عبادت

حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ اپنے والدین کو محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے لیکن
زندگی کا یہ فرحت بخش دورانیہ اس پل ختم ہو جاتا ہے۔ جب اچانک ماں باپ کا سایہ
اولاد کے سر سے اٹھالیا جاتا ہے۔ تب اولاد کو دنیا کی تمازت کا احساس شدت سے ہونے
لگتا ہے مگر موت تو اٹل ہے۔

موت تو آتی ہے اک دن آئے گی

بات ماں کی ہے نہیں وہ آئے گی

اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے سب کچھ مل جاتا ہے۔ لیکن ماں باپ جیسی عظیم

ہستی نہیں ملتی ہے۔ اللہ پاک میرے والدین اور سب مسلمانوں کو جنت الفردوس عطا

کرے

جنت کی اس دلانے والی پیاری ماں اب چلی گئی

روتا چھوڑ کے جانے والی پیاری ماں اب چلی گئی

ماں بن کیسے راحت مجھ کو مل پائے گی گھر میں اب

گھر میں خوشیاں لانے والی پیاری ماں اب چلی گئی

والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود بخشا اور والدین کو اس کے وجود کا ظاہری ذریعہ بنایا اور والدین کو رحمت و شفقت کا مظہر بنا کر اولاد کی صحیح تربیت کرنا ان کے ذمہ کر دیا۔ حقوق والدین کی بابت تاکید حکم کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 23 میں اپنی عبادت و بندگی کے حکم کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

ترجمہ، اور آپ کے رب نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت

نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ (سورہ بنی اسرائیل، 23)

ماں باپ کی خدمت گزاری اور اطاعت و فرمانبرداری اولاد کی اولین ذمہ داری

ہے۔

والدین میں سے زیادہ حسن سلوک کا حق تقدم

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے کہ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت ہا برکت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میرے حسن سلوک کے سب سے زیادہ حقدار کون ہیں؟ ارشاد فرمایا، تمہاری والدہ زیادہ

حقدار ہے۔ انہوں نے عرض کیا، پھر کون، آپ نے ارشاد فرمایا، تمہاری والدہ زیادہ حقدار ہے، انہوں نے عرض کیا، پھر کون، آپ نے ارشاد فرمایا، تمہاری والدہ ہی تمہارے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے، انہوں نے جب چوتھی مرتبہ عرض کیا کہ والدہ کے بعد حسن سلوک کے زیادہ مستحق کون ہیں؟ تب آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے والد۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

حدیث شریف میں ماں کو خدمت گزاری و حسن سلوک میں تین درجہ زیادہ فضیلت دئے جانے کی حکمت یہ ہے کہ ماں چونکہ تین ایسے مراحل طے کرتی ہے جس میں باپ شریک نہیں ہوتا؛ حمل کا مرحلہ، ولادت کا مرحلہ اور رضاعت کا مرحلہ۔ اسی وجہ سے ماں کے حق خدمت و سلوک کو باپ سے تین درجہ زائد بتلایا گیا۔

والدین کی فرمانبرداری میں صبح کرنے پر جنت ملنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی و خوشنودی کو والدین کی رضا مندی میں رکھ دیا ہے اور اپنی ناراضگی کو والدین کی ناراضگی میں رکھ دیا ہے، امام بیہقی کی شعب الایمان اور زجاجۃ المصانیح میں حدیث مبارک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص رضاء الہی کے لئے اپنے والدین کی اطاعت و فرماں برداری میں صبح کرتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ہوں تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جو شخص حقوق والدین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں صبح کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہوں تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث، 7679)

والدین کی زیارت کے سبب مقبول نفلی حج کا ثواب

نیز رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو کوئی قرمان بردار لڑکا اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نظر کے بدلہ اسے حج مقبول کا ثواب

عطا کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اگر وہ دن میں سو مرتبہ دیکھے تو کیا اسی قدر اجر ملے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور کرم فرمانے والا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث، 7611)

والدین کی نافرمانی ناجائز و حرام ہے

والدین کی نافرمانی کرنا ناجائز و حرام ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی نفل ادا کر رہا ہو اور اس کی ماں اسے آواز دے تو حکم شریعت یہ ہے کہ وہ نماز کو موقوف کر دے اور ماں کی خدمت میں حاضر اگر ماں باپ غیر مسلم ہوں تب بھی اسلام ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ حالت شرک میں ان کے پاس آئیں تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، میری ماں اسلام کی طرف مائل نہیں۔

کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (صحیح بخاری، کتاب لأدب)

انسانی زندگی میں والدین کا کردار

انسانی زندگی میں والدین کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ والدین اپنی اولاد کی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ تربیت کرتے ہیں اور ان کی پرورش کرتے ہیں۔ اگر بچوں کی طبیعت ناساز ہو جاتی ہے، تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور علاج و معالجہ کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق اطباء اور ڈاکروں کے پاس انہیں لے جاتے ہیں۔

جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ بول بھی نہیں سکتا، اپنی ضرورت کے بارے میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، تب بھی والدین اس کی نقل و حرکت اور اس کے انداز و اطوار سے پتہ لگاتے ہیں کہ اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ جس چیز کی اسے ضرورت محسوس کرتے ہیں، فوراً اس کو وہ چیز دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماں تو بچہ کو اس کی ضرورت کے مطابق دودھ پلاتی ہے اور یہ عمل دو سال تک برابر جاری رہتا ہے۔ وہ بچہ کو نو ماہ تک اپنے رحم میں رکھتی

ہے اور بچہ کی ولادت کے موقع پر انتہائی تکلیف سے بھی اسے گزرنا پڑتا ہے۔
 ماں باپ کے اپنی اولاد کے لیے اس عظیم قربانی کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بھی بڑے
 ہو کر اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔ ان کا ہر طرح خیال رکھیں، کوئی
 کام ایسا نہ کریں جو ان کی ناراضگی کا باعث ہو اور جس سے انہیں تکلیف پہنچ سکتی ہو۔
 والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں اسلام نے اپنے ماننے
 والوں کو بڑی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی
 کرو۔ (البقرہ)

والدین سے بات کرتے وقت ادب و احترام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ
 کوئی بات ان کے مزاج کے خلاف منہ سے نکل جائے۔ ارشاد باری ہے اور ان سے
 ادب و احترام کی بات کہو والدین کی بھلائی کے لیے اللہ سے والدین کے حق میں دعا کر
 نے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے اور دعا کر کہ پروردگار ان دونوں کے
 حال پر رحم فرما، جس نے بچپن میں میری پرورش فرمائی تھی۔

والدین کے حقوق کو پورا کرنے کی دوا ہم وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ والدین نے
 اپنی اولاد کے ساتھ انتہائی مشفقانہ معاملہ کیا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت میں کسی طرح کی
 کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے، اسی طرح ان کی پرورش میں بھی بے انتہا تکالیف کا سامنا کیا
 ہے، جس کا تقاضہ ہے کہ اولاد بڑی ہو کر اپنے والدین کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ
 کرے۔ کیونکہ والدین نے جس بڑے پیار سے اپنی اولاد کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ ان
 کا عشر عشر بھی اولاد چاہنے و کوشش کرنے کے باوجود بھی قربانیاں نہیں دے سکتی، مگر پھر بھی
 جہاں تک ممکن ہو، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا لازمی ہے، یہ محسن کی شکر
 گزاری کا بھی تقاضہ ہے۔ شکر ادا کرنے کے کئی طریقہ ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ زبان
 سے شکریہ ادا کر دیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ بہترین معاملہ کیا
 جائے اور بوقت ضرورت اس کا تعاون کیا جائے

والدین کے حقوق پورا کرنے کا فائدہ

ماں باپ کے حقوق کو پورا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب اولاد اپنے والدین کی اطاعت و شکرگزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گی اور یہ احساس کرے گی کہ والدین نے ان پر بڑے احسانات کیے ہیں، اس لیے جتنی بھی ان کی فرمانبرداری کی جائے کم ہے، تو اسے اب بات کا احساس بھی دامن گیر ہوگا کہ وہ ذات جس نے ان کو جان بخشی، عدم سے وجود دیا، ان کے اعضاء بنائے اور ہر عضو کو انتہائی مکمل بنایا کہ آنکھوں سے وہ دیکھ سکتا ہے، کانوں سے وہ سن سکتا ہے، ناک سے سونگھ سکتا ہے، پیروں سے چل سکتا ہے، ہاتھوں سے کام کر سکتا ہے، گویا ہر عضو انتہائی قیمتی اور بے بدل ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس کے کھانے پینے کا معقول انتظام کیا، طرح طرح کی سبزیاں اگائیں، میوے اور پھل پیدا کیے اور پینے کے لیے صاف و شفاف پانی کے چشمے ابالے۔ انسان کو اتنی عظیم نعمتوں سے نوازا تو، وہ کس قدر شکر گزار اور اطاعت کے حامل ہونگے، اس لیے جو شخص اپنے والدین کی طاعت و فرمانبرداری کی اہمیت کو سمجھے گا، وہ یقیناً منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و شکرگزاری کو بجالائے گا

حسن سلوک کے تین درجے والدہ کے لئے ہیں

ماں اور باپ دونوں ہی کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ مظاہرہ کیا جانا چاہئے، البتہ ماں کے ساتھ بہترین سلوک اور زیادہ کیا جانا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امک (تیری ماں)۔ اس جواب پر پھر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا ثم من (پھر کون؟) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی ارشاد فرمایا ثم امک (پھر تیری ماں) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کیا گیا، ثم من؟ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی یہی فرمایا ثم امک (پھر تیری ماں) اس کے بعد پھر سائل نے وہی سوال کیا ثم من؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثم اباک، ثم ادناک (پھر تیرے والد، پھر تیرے اعز و اقارب) غور کیجئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کے لحاظ سے تین درجے ماں، باپ، اور دے دیے۔

پہلا، دوسرا اور تیسرا ماں کو، اس کے بعد پھر چوتھا درجہ والد کو دیا گیا۔ اگر غور کیا جائے تو ماں نے تین اعتبار سے والد کے مقابلے زیادہ تکلیف اٹھائی ہے۔ حمل کے دوران، پیدائش کے دوران اور دودھ پلانے کے دوران۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ والد کو نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ والد کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی فرمانبرداری کرنا، انتہائی ضروری ہے اور ثواب کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں، اس نے ہاں میں جواب دیا، تو آپ نے فرمایا انہیں کی خدمت میں جہاد کا ثواب موجود ہے۔ (بخاری)

والدین سے غصہ کرنے کرنا حرام ہے

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بے حد پسند فرماتے ہیں جو اپنے والدین کی رضا و خوشنودی کے حصول کی فکر میں رہتا ہے۔ چنانچہ جو شخص والدین کی رضا حاصل کر لیتا ہے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کو ناراض کر دیتا ہے، اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کا غصہ والدین کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔ (بخاری)

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

والدین کی نافرمانی کو بڑے گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی

دے، صحابہ نے عرض کیا۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، ارشاد فرمایا دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسے اپنے ماں باپ کو گالی دی۔ کیونکہ جب تم دوسروں کے ماں باپ کو برا کہو گے، تو یقیناً وہ اس کے انتقام میں تمہارے والدین کو برا کہے گا۔ (مسلم)

حیرت کی بات یہ ہے کہ والدین کے اتنے حقوق کے تعین کے بعد بھی ایسی خبریں آئے دن پڑھنے کو ملتی ہیں کہ اولاد نے والدین کے ساتھ بدتمیزی کی اور انہیں سخت اذیت پہنچائی۔ والدین کے ساتھ اولاد کی جھڑپ کو بہت سی جگہوں پر کوئی زیادہ بری بات نہیں سمجھا جاتا۔ بہت سے لوگ اپنے والدین کے ساتھ گالی گلوچ کرتے نظر آتے ہیں۔ یقیناً یہ سب انتہائی خطرناک باتیں ہیں اور قیامت کے دن ان تمام باتوں کے بارے میں سخت باز پرس ہوگی۔ قرآن مجید میں اولاد کو اس بات کے لیے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کو اف بھی کہیں۔ جس سے اس بات کی طرف صاف اشارہ ملتا ہے کہ والدین کے ساتھ جھڑپ کرنا، ان سے لڑنا بھڑنا گناہ عظیم ہے۔ اولاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ بس وہ والدین کے سامنے پورے ادب و احترام کے ساتھ رہیں اور ان کے ساتھ اونچی آواز میں بات نہ کرے۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ موجودہ دور میں والدین کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جتنی دی جانی چاہئے۔ مغربی معاشروں میں والدین کے ساتھ بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اب مشرقی معاشروں میں بھی آہستہ آہستہ والدین سے بے رغبتی بڑھتی جا رہی ہے۔ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ والدین کے حقوق و عظمت کو سمجھا جائے اور ان کی قدر کی جائے تاکہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں۔

پنڈت اجودھیا اور خاندانی فکری ماحول کا واقعہ

پنڈت اجودھیا ناتھ کا انتقال ہوا تو سب نے کہا ایٹور آدمی کو ایسی ہی موت دے۔ چار جوان لڑکے یادگار چھوڑے اور ایک لڑکی۔ اعاشہ بھی کافی، پختہ مکان، دو باغ، کئی ہزار کے زیور اور بیس ہزار نقد۔ بیوہ پھول مٹی کو صدمہ ہونا لازمی تھا اور وہ کئی دن تک بے حال

رہی لیکن جوان بیٹوں کو سامنے دیکھ کر اسے تشفی ہوئی۔ چاروں لڑکے ایک سے ایک سعادت مند، چاروں بہویں ایک سے ایک فرمانبردار۔ جس وقت پھول متی چارپائی پر لیٹتی تو باری باری سے اسکے پاؤں دباتیں۔ وہ اٹھان کر کے اٹھتی تو اس کی ساڑھی دھوئیں۔ سارا گھر اسکے اشارے پر چلتا تھا۔ بڑا لڑکے کا متانا تھا ایک دفتر میں پچاس کا نوکر تھا۔ دوسرا متانا تھا ڈاکٹری پاس کر چکا تھا اور کہیں مطب کھولنے کی فکر میں تھا۔ تیسرا دیا ناتھ بی۔ اے میں فیل ہو گیا تھا اور اخباروں میں مضامین لکھ کر اپنا جیب خرچ نکال لیتا تھا۔ سب سے چھوٹا سیتا ناتھ چاروں میں ذہین اور ہونہار تھا۔ اور امسال بی۔ اے اول درجے میں پاس کر کے ایم۔ اے کی تیاری میں مصروف تھا۔ کسی میں وہ لالہ بالیاں نہ تھیں، نہ فضول خرچیاں، نہ کم اندیشیاں، جو والدین کو جلاتی ہیں اور خاندان کو تباہ کرتی ہیں۔ بڑھیا گھر کی مالکن تھی اگرچہ کنجیاں بڑی بہو کے پاس رہتی تھیں۔ پھول متی میں وہ حکومت پسندی نہ تھی جو بڑھاپے کو سخت گیر بنا دیا کرتی ہے مگر اس کی مرضی کے بغیر کوئی لڑکا ناشتہ بھی نہیں منگا سکتا

شام کا وقت تھا۔ پنڈت جی کو مرے آج بارہواں دن تھا۔ کل تیرھویں ہے، برہم بھوج ہوگا، برادری کی دعوت ہوگی، اس کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ پھول متی اپنے حجرے میں بیٹھی دیکھ رہی تھی کہ پلے دار بوریوں میں آٹا لاکر رکھ رہے ہیں۔ گھی کے ٹین آرہے ہیں، سبزی کے ٹوکڑے، شکر کی بوریاں، دہی کی مشکیاں، سب چلی آرہی ہیں۔ مہا برہمن کے لیے دان کی چیزیں لائی گئیں، برتن، پلنگ، بسترے، کپڑے وغیرہ مگر پھول متی کو کوئی چیز نہیں دکھائی گئی۔ حسب ضابطہ سب چیزیں اسکے پاس آنی چاہیے تھیں اور وہ ہر ایک چیز کو دیکھتی، اسے پسند کرتی، انکی مقدار میں کمی بیشی کرتی تب ان چیزوں کو بھنڈارے میں رکھا جاتا۔ مگر اسے دکھانے کی کسی نے ضرورت نہ سمجھی۔ اچھا، آٹا تین ہی بوری کیوں آیا، اس نے تو پانچ بوریوں کے لیے کہا تھا۔ گھی کے پانچ ہی کنستر آئے، اس نے دس کنستر منگوائے تھے۔ شاید سبزی، دہی، شکر وغیرہ میں بھی کمی کی گئی ہو۔ کس نے اس حکم میں

مداخلت کی، جب اس نے ایک بات طے کر دی تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس میں کمی بیشی کرے۔ آج چالیس سال سے گھر کے ہر ایک معاملے میں پھول متی کا فیصلہ ناطق تھا۔ اس نے سو کہا تو سو خرچ کیے گئے، ایک کہا تو ایک۔ کسی نے مین میکھ نہ کی۔ یہاں تک کہ پنڈت اجودھیا ناتھ بھی سب کچھ اس کی مرضی پر چھوڑ دیتے تھے، پر آج اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی خلاف ورزی کی جارہی ہے وہ اسے کیوں برداشت کر سکتی۔

وہ کچھ دیر تو ضبط کیے بیٹھی رہی، پر آخر اس سے رہا نہ گیا۔ خود پروری اس کی فطرت ثانی بن گئی تھی۔ غصے میں بھری ہوئی آئی اور کامتانا تھ سے بولی، کیا آٹا تین بوری لائے، میں نے تو پانچ بوریوں کے لیے کہا تھا، اور گھی بھی پانچ کنستر، تمہیں یاد ہے میں نے دس کنستر کہے تھے۔ کفایت کو میں برا نہیں کہتی، لیکن جس نے یہ کنواں کھودا، اس کی آتما پانی کو ترسے تو کتنی شرم کی بات۔

کامتانا تھ نے معذرت نہیں کی، عذر گناہ نہیں کیا، نادم بھی نہیں ہوا، فوراً تقصیر کی تلافی کرنے نہیں دوڑا۔ ایک منٹ تو باغیانہ انداز سے کھڑا رہا، پھر بولا ہم لوگوں کی صلاح تین ہی بوریوں کی ہوئی اور تین بوریوں کے لیے پانچ کنستر گھی کافی تھا، اسی حساب سے اور چیزیں بھی کم کر دی۔

پھول متی تیز ہو کر بولی۔ کس کی رائے سے آٹا کم کیا ہم لوگوں کی رائے تو میری رائے کوئی چیز ہے کیوں نہیں؟ لیکن اپنا نفع نقصان تو ہم ہی سمجھتے۔

پھول متی ہکا بکا ہو کر اسکا منہ ٹکٹنے لگی۔ اس جملے کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ اپنا نفع نقصان۔ یہ اپنا کیا بلا ہے؟ اس کا وجود کب سے ہوا؟ اسکے نفع نقصان کی ذمہ داری اسکے سر ہے۔ دوسروں کو، خواہ وہ اسکے پیٹ کے لڑکے ہی کیوں نہ ہوں، اسکے فیصلے میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ لونڈا اس طرح جواب دے رہا ہے گویا گھر اسکا ہے۔ اس نے مرمر کر یہ گڑہستی جمع کی ہے، میں تو غیر ہوں، ذرا اس کی خود سری تو اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ میرے نفع نقصان کے ذمہ دار تم نہیں ہو، مجھے اختیار ہے میں جو مناسب سمجھوں وہ

کروں۔ ابھی جا کر دو بورے آٹا اور پانچ کنستر گھی اور لاؤ۔ اور آئندہ سے خبردار جو کسی نے میری بات

اس نے اپنے خیال میں ضرورت سے زیادہ تنبیہ کر دی تھی اور وہاں کھڑے ہونے کی ضرورت نہ سمجھ کر وہ اپنے حجرے میں چلی آئی۔ حالانکہ کامتانا تھا ابھی وہیں کھڑا تھا۔ اور اسکے چہرے سے مترشح ہو رہا تھا کہ اسے اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر ہے۔ مگر پھول متی مطمئن بیٹھی تھی۔ اتنی تنبیہ پر بھی کسی کو اس پر نافرمانی کی جرأت ہو سکتی ہے، یہ اسکے ذہن میں نہ آیا۔ مگر رفتہ رفتہ اس پر اب حقیقت کھلنے لگی کہ اس گھر میں اس کی وہ حیثیت نہیں رہی جو دس بارہ روز پہلے تھی۔ رشتہ داروں کے یہاں نوید میں گھی، شکر مٹھائی وغیرہ آرہی تھی۔ بڑی بہوان چیزوں کو خود خاص انداز سے سنبھال سنبھال کر رکھ رہی تھی۔ تینوں چھوٹی بہوئیں بھی بھنڈارے میں گھسی تھیں۔ کوئی بھی پھول متی سے کچھ پوچھنے نہیں آتا۔ برادری کے لوگ بھی جو کچھ پوچھتے ہیں وہ کامتانا تھا سے کچھ یا بڑی بہو سے۔ کامتانا تھا کہاں کا بڑا مہتمم ہے، دن بھر بھنگ پئے پڑا رہتا ہے اور بڑی بہو جیسی پھوڑ عورت بھلا ان باتوں کو کیا سمجھ سکتی ہے۔ بھد ہوگی اور کیا سب کے سب خاندان کی ناک کٹوائیں گے۔ وقت پر کوئی نہ کوئی چیز کم ہو جائے گی۔ تب ادھر ادھر بھاگیں پھریں گے۔ ان کاموں کیلئے بڑا تجربہ اور سلیقہ چاہیے۔ کوئی چیز ضرورت سے زیادہ بن جائے گی اور ماری پھرے گی۔ کوئی چیز اتنی کم بنے گی کہ کسی تہل پر پہنچے گی کسی پر نہیں۔ آخر ان سمجھوں کو ہو کیا گیا ہے۔ اچھا بڑی بہو سیف کیوں کھول رہی ہے۔ وہ سیف کو میری مرضی کے بغیر کھولنے والی کون ہوتی ہے۔ کنجی اس کے پاس ہے ضرور، لیکن جب تک میں روپے نہ نکلاؤں وہ صندوق نہیں کھول سکتی۔ آج اس طرح کھول رہی ہے گویا سب کچھ وہی ہے، میں کچھ ہوں ہی نہیں۔ اس نے بڑی بہو کے پاس جا کر تند لہجے میں کہا۔ سیف کیوں کھولتی ہو بہو؟ میں نے تو کھولنے کو نہیں

بڑی بہو نے بے باکانہ انداز سے کہا۔ بازار سے سامان آیا ہے تو دام نہ دیئے

کون چیز کس بھاؤ سے آئی ہے اور کتنی آئی ہے، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ جب تک حساب نہ ہو جائے، روپے کیسے دیئے جائیں
حساب کتاب سب
کس نے

اب میں کیا جانوں، جا کر اپنے لڑکوں سے

پھول متی پھر آ کر اپنی کوٹھڑی میں بیٹھ گئی۔ اس وقت بگڑنے کا موقع نہ تھا۔ گھر میں مہمان بھرے ہوئے تھے۔ اگر اس وقت اس نے لڑکوں کو ڈانٹا تو لوگ تو یہی کہیں گے، پنڈت کے مرتے ہی ان کے گھر میں پھوٹ پڑ گئی۔ خون کا گھونٹ پی پی کر رہ جاتی ہے، جب مہمان رخصت ہو جائیں گے، تب وہ ایک ایک کی خبر لے گی۔ دیکھیے اس وقت لڑکے کیا باتیں بناتے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ کار پردازوں کی بے قاعدگیوں اور فضول کاریوں اور غلطیوں کا مبصرانہ نگاہوں سے مشاہدہ کر رہی تھی۔ بارہ بجے دعوت شروع ہوئی۔ ساری برادری کے لوگ یکبارگی کھانے کیلئے بلا لئے گئے۔ پھول متی کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ صحن میں مشکل سے ڈھائی سو آدمی بیٹھ سکتے تھے، یہ ساری برادری کیسے بیٹھ گئی۔ دو پینکٹوں میں لوگ بیٹھتے تو کیا برا تھا۔ یہی تو ہوتا کہ دو کی جگہ چار بجے ختم ہوتی، مگر یہاں تو سب کو سونے کی فکر پڑی ہوئی

یکا یک شور مچا، ترکاریوں میں نمک نہیں۔ بڑی بہو جلدی جلدی نمک پیسنے لگی، پھول متی غصے سے ہونٹ چبا رہی تھی۔ مگر اس موقع پر زبان نہ کھول سکتی تھی۔ بارے نمک پسا اور پیتلیوں میں ڈالا

گھر میں برف نہ تھی۔ آدمی بازار دوڑایا گیا۔ بازار میں اتنی رات گئے برف کہاں؟ آدمی نا کام لوٹ آیا۔ مہمانوں کو وہی ٹل کا گرم پانی پینا پڑا۔ پھول متی کا بس چلنا تو لڑکوں کا منہ نوج لیتی، ایسی بد انتظامی اسکے گھر میں کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس پر سب کو مالک اور منتظم بننے کی دھن ہے۔ برف چھپی ضروری چیز منگوانے سے فرصت نہ ملی۔ مہمان اپنے

دل میں کیا کہتے ہو گئے۔ دعوت کرنے چلے تھے اور گھر میں برف تک نہیں۔ اچھا پھر کیوں ہلچل مچی۔ ارے غضب، کسی کے شور بے میں ایک مری ہوئی چوہیا نکل آئی۔ یا بھگوان تمہیں آبرو قائم رکھو۔ چھی، اس پھو ہڑپن کی بھی کوئی حد ہے۔ سارے مہمان اٹھے جارہے ہیں، نہ اٹھیں تو کیا کریں۔ آنکھوں سے دیکھ کر مکھی کون نکلے گا۔ پھول متی کے دل میں ایسا ابال اٹھ رہا تھا کہ دیوار سے سر ٹکرائے۔ مجنونانہ حالت میں بار بار سر کے بال نوچتی تھی۔ ابھا گے دعوت کا انتظام کرنے چلے تھے۔ سارا کرا دھرا مٹی میں مل گیا۔ سینکڑوں روپے پر پانی پھر گیا، بدنامی ہوئی وہ الگ۔ اب اس سے ضبط نہ ہوسکا۔ مہمان اٹھ چکے تھے۔ پتلوں پر کھانا جوں کا توں پڑا تھا۔ چاروں لڑکے آنگن میں نادم کھڑے تھے۔ ایک دوسرے کو الزام دے رہا تھے۔ بڑی بہو دیورانیوں پر بگڑ رہی تھی۔ پھول متی شعلے کی طرح ٹوٹ کر آئی اور بولی۔ منہ میں کالک لگ گئی کہ نہیں۔ یا ابھی کچھ کسر ہے۔ ڈوب مرو سب کے سب جا کر چلو بھر پانی۔ شہر میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ اتوں اس دعوت کا چرچا رہے گا۔ مذاق اڑایا جائے گا۔ تم لوگوں کو کچھ شرم و حیا تو ہے نہیں۔ تمہیں کیا، آتما تو اس کی رو رہی ہے جس نے زندگی کو گھر کی آبرو بنانے میں تباہ کر کا متا تا تمہ کچھ دیر تو کھڑا سنتا رہا، آخر جھجھلا کر بولا۔ اچھا اب رہنے دو، اماں غلطی ہوئی ہم سب مانتے ہیں۔ بہت بڑی غلطی ہوئی، لیکن اب اس کیلئے آدمیوں کو حلال کر ڈالو گی۔ سبھی سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ پچھتانے کے سوا آدمی اور کیا کر سکتا ہے۔ کسی کی جان تو نہیں ماری جاتی۔ آدمی غلطیوں ہی سے سیکھتا بھی تو

بڑی بہو نے فرمایا۔ ہم کیا جانتے تھے کہ بی بی (نند کلا) سے اتنا ذرا سا کام نہ ہوگا۔ چوہیا ترکاری میں بیٹھی ہوگی، انہوں نے ٹوکری کو بغیر دیکھے بھالے کڑھاؤ میں ڈال

کا متا تا تمہ نے بیوی کو ڈانٹا۔ اس میں نہ کلا کا قصور ہے نہ تمہارا نہ میرا، اتفاق ہے۔ اتنے بڑے بھوج میں ایک مٹھی ترکاری کڑھاؤ میں نہیں ڈالی جاتی۔ ٹوکرے کے ٹوکرے

انڈیل دیئے جاتے ہیں۔ اس میں کیسی جگ ہنسائی اور کیسی تک کٹائی؟ تم خواہ مخواہ جلے پر نمک چھڑکتی

پھول متی۔ شرماتے تو نہیں، الٹے اور بے حیائی کی باتیں کرنے کا متنا تھ۔ شرماء کیوں، کسی کی چوری کی ہے۔ چینی میں چیونٹے اور آٹے میں گھن، یہ سب تو نہیں دیکھے جاتے۔ ہماری نگاہ نہ پڑی۔ بس یہی بات بگڑ گئی۔ ورنہ چپکے سے چوہیا پکڑ کر نکال دیتے کسی کو خبر تک نہ

پھول متی اس کفر پر استعجاب سے بولی۔ کیا سب کو چوہیا کھلا کرا نکا دھرم لے کا متنا تھ ماں کی طرف نگاہ ملامت سے دیکھ کر بولا۔ کیا پرانے زمانے کی باتیں کر رہی ہو، اماں ان باتوں سے دھرم نہیں جاتا۔ یہ دھرماتما لوگ جو پتل سے اٹھ اٹھ کر گئے ہیں، ان میں ایسا کون ہے جو بھیڑ بکری کا گوشت نہیں کھاتا۔ تالاب کے پکھوے اور گھونگے تک تو کسی سے بچتے نہیں۔ کیا وہ ذرا سی چوہیا ان سب سے ناپاک پھول متی کے پاس ایسی کٹ حجتوں کا جواب نہ تھا، اپنا سامنہ لے کر چلی

(2) دو مہینے گزر گئے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ چاروں بھائی بھنگ پی کر کمرے میں بیٹھے مشورہ کر رہے ہیں۔ بڑی بہو بھی اس مجلس میں شریک

کا متنا تھ نے مسند پر ٹک کر کہا۔ میں تو کملا کی شادی میں اپنے حصے کی ایک پائی بھی نہیں دے سکتا، آخر میرے بھی تو بال بچے، اماں تھ۔ تو یہاں کس کے پاس قالتو روپے ہیں، پانچ پانچ ہزار ہی تو ایک ایک کے حصے میں آئے ہیں۔ مجھے اپنا میڈیکل ہال کھولنے کیلئے کم از کم پانچ ہزار روپے کی ضرورت، دیاں تھ۔ مجھے بھی پریس اور اخبار کی فکر ہے۔ پانچ ہزار اپنے ہونگے تو پانچ ہزار کا کوئی سا جھمی اور مل جائے گا۔ میں تو اپنے حصے میں سے ایک کوڑی بھی نہیں دے۔

کا متنا۔ دادا نے پانچ ہزار جہیز ٹھہرایا تھا۔ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ پٹت مراری لال کے لڑکے سے شادی ہو۔ لڑکی قسمت والی ہو تو غریب گھر میں بھی آرام سے

ہے، بد نصیب ہے تو راجہ کے گھر میں بھی روتی ہے، یہ تو نصیب کا کھیل
 سیتا نے شرماتے ہوئے کہا۔ یہ تو مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ طے کی ہوئی سگائی توڑ
 دی جائے۔ ان سے کہا جائے کہ پانچ ہزار کی جگہ تین ہزار لے لیں۔ اس طرح پانچ ہزار
 میں شادی ہو سکتی ہے۔ میں اپنے حصے کے سب روپے دے دوں
 کامتا نے کھیا کر بھائیوں سے کہا۔ سنتے ہو اس کی
 اما۔ جب ٹھوکر کھائیں گے تو آنکھیں کھلیں
 کامتا۔ اتنا یاد رکھو کہ ہم لوگ تمہاری تعلیم کے ذمہ دار نہیں
 سیتا۔ جی ہاں یاد

اما۔ اور جو کہیں تمہیں ولایت جا کر پڑھنے کیلئے وظیفہ مل جائے تو سوٹ بوٹ اور
 سفر خرچ کیلئے روپیہ کہاں سے لاؤ گے۔ اس وقت کس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھر و
 کامتا۔ اور وظیفہ تمہیں ملے گا، کہو میں آج
 اس دلیل نے سیتا کو بھی توڑ لیا۔ فی الواقع اگر اسے سرکاری وظیفہ مل گیا تو چار
 پانچ ہزار تیار یوں کیلئے درکار ہونگے۔ کملا کیلئے وہ اتنی بڑی مہربانی ہرگز نہیں کر سکتا کہ اپنی
 زندگی کی سب سے بڑی آرزو پامال کر

بولا۔ ہاں ایسی حالت میں تو مجھے بھی روپے کی ضرورت پڑے
 کامتا۔ تو اس کی ایک صورت یہی ہے کہ کملا کی شادی کم سے کم خرچ میں کر دی
 جائے۔ ایک ہزار سے زیادہ ہم کسی طرح خرچ نہیں کر سکتے۔ پنڈت دین دیال کیسے
 رہیں گے؟ ایم۔ اے بی۔ اے نہ سہی، ججانی سے انکی آمدنی پچاس روپے ماہوار سے کم
 نہیں۔ عمر بھی ابھی چالیس سے زیادہ نہ ہوگی۔ پچھلے سال ہی تو بیوی مری ہے۔ مجھے
 یقین ہے کہ وہ جہیز کے بغیر راضی ہو جائیں

اما۔ جہیز کا کوئی سوال نہیں، تیسری شادی

کامتا۔ یہ نہ کہو، وہ آج چاہیں تو دو ہزار پا سکتے ہیں۔ مگر ہمارے ساتھ کچھ دب

جائیں گے۔ تو یہی صلاح ہے کہ مراری لال کو جواب دیا جائے اور دن دیال کے ساتھ
سگائی طے کی

دیا۔ اماں سے بھی پوچھ لینا

کامتا۔ اماں سے پوچھنا بیکار ہے، انکی تو جیسے عقل گھاس کھا گئی ہے۔ وہی پرانے
وقتوں کی باتیں۔ مراری لال کے نام پر ادھار کھائے بیٹھی ہیں۔ یہ نہیں سمجھتیں کہ وہ زمانہ
نہیں

اما۔ وہ مانیں گی نہیں، اپنے زیور بیچ کر شادی کریں گی، ذکھ لیجیے

کامتا۔ ہاں یہ ممکن ہے، زیوروں پر انکا پورا اختیار ہے۔ یہ انکا استری دھن ہے، وہ
جو چاہیں کر سکتی

دیانا تھ۔ استری دھن ہے تو کیا اسے لٹا دیں گی؟ آخر وہ بھی تو دادا ہی کی کمائی

کامتا۔ کسی کی کمائی ہو، استری دھن عورت کی چیز

اما۔ یہ سب فانی گورکھ دھندے ہیں۔ استری دھن کوئی چیز نہیں۔ گہنے دس ہزار
سے کم کے نہیں۔ اتنی بڑی رقم ہم کھودینے کیلئے تیار نہیں۔ کسی بہانے سے یہ گہنے اپنے
ہاتھ میں کرنے ہونگے۔ ابھی دین دیال کا ذکر نہ کرو ورنہ تاڑ جائیں گی۔ گہنے اپنے پاس
آجائیں تو صاف صاف کہہ دو، تب کیا کر لیں

دیا۔ ہاں یہ ترکیب اچھی

کامتا۔ مجھے تو دھوکہ کی چال اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ جس چیز پر ہمارا حق ہے اس
کیلئے ہم لڑ سکتے ہیں۔ جس پر ہمارا حق نہیں اس کیلئے ہم دھوکا دھڑی نہیں کر

دیانا تھ۔ تو آپ لوگ الگ بیٹھے رہیں، جا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک اخبار میں
مضمون لکھا تھا۔ اس پر سرکار مقدمہ چلا رہی ہے۔ پانچ ہزار کی ضمانت دینی پڑے گی۔
آپ اپنے زیور دے دیں تو میری جان بچ جائے گی۔ آپ لوگ بھی کچھ نمک مرچ ملا
دیجیے

کامتا۔ نابھیا، میں اس کام کے قریب نہ جاؤں
سیتا۔ میرا بھی استغنی

اما۔ ان لوگوں کو جانے دو جی، ہم اور تم مل کر رنگ جمالیں گے۔ یہ دھرماتما لوگ
ہیں۔ بھیا نو کر ہی ہیں۔ سیتا کو وظیفہ ملنے والا ہے۔ ضرورت تو ہمیں اور تمہیں
بڑی بہونے فرمایا۔ پچاس روپے کے ہی تو نو کر ہیں یا اور کچھ۔ اتنے دن مجھے
آئے ہو گئے، ہیتل کا ایک چھلا بھی نہ بنوایا، توفیق ہی نہ ہوئی، آج دھرماتما بنے
اما۔ اماں کے زیور مل جائیں گے تو انکا ہار تمہیں دے دوں گا۔ بھئی خاطر جمع
بڑی بہو۔ مل چکے، وہ گز نہیں جو چینیٹ

دیا۔ اچھا تو اسی بات پر ابھی جاتا ہوں۔ زیور لے کر نہ آؤں تو منہ نہ
یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دیا ناتھ کی کوڑی چٹ پڑی۔ ماں کا ماتما بھرا دل بیٹے کی
مصیبت دیکھ کر کیوں نہ پیچتا۔ پھول متی یہ داستان سنتے ہی باؤلی ہو گئی۔ اس پر امانا ناتھ نے
اور بھی ردا جمایا۔ اگر صبح دس بجے تک روپے داخل نہ ہوئے تو جھکڑیاں پڑ جائیں گی۔
بنک سے روپے ابھی تو نہیں مل سکتے۔ مہینوں خط و کتابت ہوگی، وراثت کا فیصلہ ہو جائے
گاتب کہیں جا کر روپے ملیں گے۔ پھول متی کو یہ کب برداشت ہو سکتا تھا کہ اسکے
زیوروں کے ہوتے ہوئے اسکے بیٹے کے ہاتھوں میں جھکڑیاں پڑ جائیں۔ سارے زیور
نکال کر دیا ناتھ کو دے دیئے۔ اس طرح اپنی ماں کی گردن پر خنجر چلا کر دونوں ناخلف خوش
خوش بھائیوں کے پاس لوٹ

دو تین مہینے اور گزر گئے، زیوروں پر تصرف کر کے چاروں بھائی اب ماں کی دلجوئی
کرنے لگے۔ اپنی بیویوں کو سمجھاتے رہتے کہ اماں کا دل نہ دکھائیں۔ اگر اس کی تشفی
تھوڑی سی ظاہر داری سے ہو جاتی ہے تو اس میں کیوں کمی کی جائے اور چاروں کرتے
اپنے دل کی، مگر ماں سے صلاح لے لیتے یا ایسا جال پھیلاتے کہ وہ انکی باتوں میں آ جاتی
اور ہر ایک بات میں رضا مند ہو جاتی۔ باغ کا فروخت کرنا اسے بہت ناگوار گزرا تھا لیکن

چاروں نے ایسی بندشیں باندھیں کہ وہ اسے بیچ کرنے پر راضی ہو گئی۔ ہاں کملا کی شادی کے معاملے میں بیٹوں سے اس کا اتفاق نہ ہوا۔ وہ کہتی تھی کہ شادی مراری کے لڑکے سے ہی ہوگی۔ چاروں بھائی پنڈت دین دیال سے کرنا چاہتے تھے۔ ایک دن اس بات پر تکرار کی نوبت آ

پھول متی نے کہا۔ ماں باپ کی کمائی میں کیا بیٹی کا حصہ نہیں ہے۔ تمہیں دس ہزار کا ایک باغ ملا، پچیس ہزار کا مکان۔ بیس ہزار نقد میں سے کیا پانچ ہزار بھی کملا کا حصہ نہیں کا متا ناتھ نے نرمی سے کہا۔ اماں کملا ہماری بہن ہے اور ہم اپنے مقدور بھر کوئی ایسی بات نہ کریں گے جس سے اسے نقصان ہو۔ لیکن حصے کی جو بات کہتی ہو تو کملا کا حصہ کچھ نہیں ہے۔ دادا جب زندہ تھے تب اور بات تھی۔ اب تو ہمیں ایک ایک پیسے کی کفایت کرنا پڑے گی۔ جو کام ایک ہزار سے ہو جائے اس کیلئے پانچ ہزار خرچ کرنا کہاں کی عقلندی

امانا ناتھ نے تصحیح کی۔ پانچ ہزار کیوں صاحب دس ہزار کہیے۔ دعوت ضیافت رسم و رسوم میں کیا پانچ ہزار بھی خرچ نہ کا متا۔ ہاں ٹھیک ہے، دس ہی سمجھو، دس ہزار روپے ایک شادی میں خرچ کرنے کی اب ہماری حیثیت نہیں۔

پھول متی نے ضد پکڑ کر کہا۔ شادی تو مراری لال کے لڑکے سے ہی ہوگی۔ چاہے پانچ ہزار خرچ ہوں، چاہے دس ہزار، میرے شوہر کی کمائی ہے۔ میں نے مرمر کر جوڑا ہے، اپنی مرضی سے خرچ کرونگی۔ تم سے مانگنے جاؤں تو مت کا متا ناتھ کو اب تلخ حقیقت کے اظہار کے سوا چارہ نہ رہا۔ بولے اماں تم خواہ مخواہ بات بڑھاتی ہو۔ جس روپے کو تم اپنا سمجھتی ہو وہ تمہارا نہیں ہے، وہ ہمارا ہے۔ ایک ایک پائی ہماری ہے۔ تم ہماری مرضی کے بغیر اس میں سے کچھ خرچ نہیں کر

پھول متی کو جیسے سانپ نے ڈس لیا، بولی۔ کیا کہا، پھر تو گویا میں اپنے ہی روپے اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر

کامتا۔ وہ روپے تمہارے نہیں، ہمارے

پھول متی۔ تمہارے ہونگے لیکن میرے مرنے کے

کامتا۔ نہیں دادا کے مرتے ہی سب کچھ ہمارا

اما۔ اماں قانون تو جانتی نہیں، خواہ مخواہ الجھتی

پھول متی کی بے نور آنکھیں شعلے کی طرح دیکھ اٹھیں۔ چہرہ لال ہو گیا، بولی۔

تمہارا قانون بھاڑ میں جائے۔ ایسے قانون میں آگ لگے۔ میں ایسے لچر قانون کو نہیں

مانتی، یہ قانون ہے کہ گلے پر چھری پھیرنا۔ تمہارے دادا ایسے کوئی دھنسا سیٹھ نہ تھے۔ میں

نے پیٹ اور تن کاٹ کر یہ روپے جمع کیے ہیں، نہیں تو آج اس گھر میں دھول اڑتی ہوتی،

گھر ہی کہاں ہوتا۔ میرے جیتے جی تم میرے روپے چھو نہیں سکتے، میں نے تم چاروں

بھائیوں کی شادی میں دس دس ہزار روپے خرچ کیے ہیں۔ تمہاری پڑھائی میں بھی پانچ

پانچ ہزار سے کم خرچ نہ ہوئے ہونگے۔ کلا بھی تو میرے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے، اس کی

شادی میں بھی دس ہزار خرچ کر دنگی، جو کچھ بچے گا، تم لے

امانا تمہ نے جھلا کر کہا۔ بھائی صاحب آپ ناحق اماں کے منہ لگتے ہیں۔ چل کر

مراری لال کو خط لکھ دیجیے۔ یہ قاعدہ قانون تو جانتی نہیں، بیکار بحث کرتی

پھول متی نے ضبط کر کے کہا۔ اچھا کیا قانون ہے۔ ذرا میں بھی

اما۔ قانون یہی ہے کہ باپ کے مرنے بعد ساری جائیداد بیٹوں کی ہو جاتی ہے، ماں کا حق

صرف گزارہ لینے کا

پھول متی نے پوچھا۔ کس نے بنایا ہے ایسا

اما۔ ہمارے رشیوں نے، مہاراج منو نے اور کس

پھول متی۔ گھر میں نے بنوایا ہے۔ روپے میں نے جوڑے ہیں، باغ میں نے

خریدا اور آج اس گھر میں غیر ہوں؟ منو نے یہ قانون بنایا ہے؟ اچھی بات ہے، اپنا گھر

بارلو، میری جان چھوڑو۔ اس طرح محتاج بن کر رہنا مجھے منظور نہیں۔ اس سے کہیں اچھا ہے کہ میں مرجاؤں۔ واہ رے اندھیر، میں نے ہی درخت لگایا اور میں ہی اسکا پتا نہیں توڑ سکتی۔ میں نے گھر بنوایا، میں ہی اس میں نہیں رہ سکتی۔ اگر یہی قانون ہے تو اس میں آگ لگ جائے۔ اگر میں جانتی کہ میری یہ درگت ہونیوالی ہے تو ساری جائیداد اپنے نام کر اچاروں نو جوانوں پر ماں کی تندہی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ قانون کا فولادی درہ انکی حفاظت کر رہا تھا۔ اس کچے لوہے کا ان پر کیا اثر شام ہو گئی تھی، دروازے پر نیم کا درخت سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے پتوں میں بھی حس نہ تھی۔ رخصت ہونے والے آفتاب کی ٹھنڈی کرنیں جیسے جائے پناہ ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔ پھول متی آہستہ سے اٹھ کر اپنی کوٹھڑی میں چلی۔

پھول متی اپنے کمرے میں جا کر لیٹی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ شوہر کے مرتے ہی اپنے پیٹ کے جنے لڑکے اسکے دشمن ہو جائیں گے، اسکا اسے کبھی خواب میں بھی گمان نہ ہوا تھا۔ جن لڑکوں کو اسنے خون جگر پلا پلا کر پالا تھا، جن پر اسے غرور تھا، وہی آج اسے یوں آنکھیں دکھا رہے ہیں، واہ رے زمانے کی خوبی۔ اب اس گھر میں رہنا اسے عذاب معلوم ہوتا تھا، جہاں اس کی کچھ قدر نہیں، کچھ گنتی نہیں، وہاں لا وارثوں کی طرح پڑی روٹیاں کھائے یہ اس کی خود دار طبیعت کیلئے حد درجہ گراں تھا مگر چارہ ہی کیا تھا۔ وہ لڑکوں سے الگ ہو کر رہے بھی تو کسکی ناک کٹے گی۔ زمانہ اسے تھوکے تو کیا اور لڑکوں کو تھوکے تو کیا، بدنامی تو اس کی ہے۔ دنیا تو یہی کہے گی کہ چار جوان بیٹوں کے ہوتے بڑھیا الگ پڑی ہے۔ مزدوری کر کے پیٹ پال رہی ہے۔ جنہیں اس نے ہمیشہ حقارت سے کی نظر سے دیکھا وہی اب اس پر ہنسیں گے۔ نہیں یہ ذلت اس بیکی کی ذلت سے کہیں زیادہ دل شکن تھی۔ اب اسے اپنے کو ایک نئے طرز کا عادی بنانا پڑے گا۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب اس نے ماحول کے اندر زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اب تک مالکن بنکر رہی اب لونڈی بنکر رہنا پڑے گا۔ ایسٹور کی یہی مرضی ہے، اپنے بیٹوں کی لائیں

اور باتیں غیروں کی لاتوں اور باتوں کے مقابلے میں پھر بھی غنیمت ہیں۔ وہ بڑی دیر تک منہ ڈھانپے اپنی اس بیکسی پر روتی رہی۔ ساری رات اس روحانی کوفت میں گزر جاڑوں کی صبح آہستہ آہستہ ڈرتی ڈرتی تاریکی کے پردے سے نکلی جیسے کوئی قیدی چھپ کر جیل سے نکل آیا ہو۔ پھول متی معمول کے خلاف آج تڑکے ہی اٹھی۔ رات بھر اس کا روحانی تنازع ہو چکا تھا۔

سارا گھر سو رہا تھا اور وہ آنکھوں میں جھاڑو لگا رہی تھی، رات بھر شبہ میں بھیگی ہوئی پختہ زمین اس کے ننگے پیروں میں کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ پنڈت زندہ تھے تب اسے بہت سویرے نہ اٹھنے دیتے تھے۔ ٹھنڈا سے بہت مضر تھی، مگر اب وہ دن نہیں رہے۔ جھاڑو سے فرصت پا کر اس نے آگ جلائی اور کنکریاں چننے لگی۔ رفتہ رفتہ لڑکے جاگے، بہوئیں اٹھیں۔ سبھوں نے بڑھیا کو سردی سے سکتڑتے ہوئے کام کرتے دیکھا، پر کسی نے یہ نہ کہا کہ اماں کیوں ہلکان ہوتی ہو۔

شاید وہ بڑھیا کی اس بیکسی پر دل میں خوش ہو رہے آہج سے پھول متی کا یہی وطیرہ ہو گیا کہ جو کچھ بن پڑے گھر کا کام کرنا، سارے گھر کی خدمت کرنا اور انتظامی امور سے الگ رہنا۔ اس کے چہرے پر جو ایک خود داری کی جھلک نمایاں تھی اس کی جگہ ایک حسرتناک بے بسی چھائی ہوئی نظر آتی تھی، جہاں بجلی جلتی تھی وہاں اب تیل کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، جسکے بجھانے کیلئے ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا کافی بھائیوں نے طے شدہ تجویز کے مطابق مراری لال کو ایک انکاری خط لکھ بھیجا اور دین دیال سے کملا کی شادی ہو گئی۔ دین دیال کی عمر چالیس سال ہے کچھ زیادہ تھی اور خاندانی وجاہت میں بیٹے تھے لیکن دال روٹی سے خوش تھے۔ بغیر کسی قرار داد کے شادی کر لی۔

تاریخ مقرر ہوئی، بارات آئی، شادی ہوئی، کملا رخصت ہو گئی۔ کملا کے دل پر کیا گزر رہی تھی، اسے بھی کون جان سکتا ہے۔ لیکن چاروں بھائی بیحد خوش تھے، گویا انکے پہلو سے کانٹا نکل گیا ہو۔ شریف خاندان کی لڑکی گھر والوں کی رضا میں راضی تھی۔ تقدیر

میں آرام لکھا ہوگا، آرام کرے گی۔ تکلیف لکھی ہوگی، تکلیف اٹھائے گی۔ گھر والوں نے جس سے شادی کر دی اس میں ہزار عیب بھی ہوں تو یہی اسکا معبود، اسکا مالک، انحراف اسکے وہم و گمان سے باہر پھول متی نے کسی کام میں دخل نہ دیا۔

کملا کو کیا دیا گیا، مہمانوں کی خاطر مدارت کی گئی، کس کے ہاں سے نوید میں کیا آیا، اسے کسی امر سے سروکار نہ تھا۔ اس سے کچھ صلاح بھی لی گئی تو یہی کہا کہ بیٹا تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اچھا ہی کرتے ہو، مجھ سے کیا پوچھتے جب کملا کیلئے دروازے پر ڈولی آگئی اور کملا ماں کے گلے لپٹ کر رونے لگی تو وہ اسے اپنی کوٹھڑی میں لے گئی اور جو کچھ سو پچاس روپے اور دو چار زیور اسکے پاس بچ رہے تھے بیٹی کے آنچل میں ڈال کر بولی۔ بیٹی، میری تو دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ نہیں تو آج کیا تمھاری شادی اسطرح ہوتی اور تم اسطرح بد اکی

کملا نے زیور اور روپے آنچل سے نکال کر ماں کے قدموں میں رکھ دیئے اور بولی۔ اماں، میرے لیے تمھاری آشیر باد لا کھوں روپے کے برابر ہے۔ تم ان چیزوں کو اپنے پاس رکھو، نہیں معلوم ابھی تمھیں کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھول متی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ امانا تمھ نے آ کر کہا۔ کیا کر رہی ہو۔ کملا چل جلدی کر ساعت ٹلی جاتی ہے۔ وہ لوگ جلدی مچا رہے ہیں، پھر تو دو چار مہینے میں آئے گی ہی، جو کچھ لینا دینا ہو لے لینا۔ پھول متی نے دل کو سنبھال کر کہا۔ میرے پاس اب کیا ہے بیٹا جو میں اسے دوں گی۔ جاؤ بیٹی بھگوان سہاگ امر کریں۔

کملا رخصت ہو گئی، پھول متی پچھاڑ کھا کر گر

ایک سال گزر گیا۔ پھول متی کا کمرہ گھر میں سب کمروں سے وسیع اور ہوا دار تھا۔ اسے اسے بڑی بہو کیلئے خالی کر دیا اور ایک چھوٹی سے کوٹھڑی میں رہنے لگی، جیسے کوئی بھکارن ہو۔ لڑکوں اور بہوؤں سے اب اسے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ اب گھر کی لونڈی تھی۔ گھر کے کسی فرد کے معاملے سے اسے دلچسپی نہ تھی۔ وہ زندہ صرف اسلئے تھی کہ اسے موت

نہ آتی تھی۔ خوشی یارنج کا اسکے اوپر کوئی اثر نہ تھا۔ امانا تھ کا مطب کھلا، احباب کی دعوت ہوئی۔ دیا نانا تھ نے اخبار جاری کیا پھر جلسہ ہوا۔ سیتا نانا تھ کو وظیفہ ملا، وہ ولایت پڑھنے گیا پھر جشن ہوا۔ کامتا نانا تھ کے بڑے لڑکے کا ایک پو پیت ہوا، خوب دھوم دھام ہوا، پھول متی کے چہرے پر مسرت کی خفیف سی جھلک بھی نظر نہ آئی۔ امانا تھ ٹائیفا نڈ میں مہینہ بھر بیمار رہے۔ دیا نانا تھ نے ایک مضمون لکھا اور دفعہ 144 میں چھ مہینے کیلئے جیل چلے گئے۔ کامتا نانا تھ نے ایک معاملے میں رشوت لے کر غلط رپورٹ لکھی اور سال بھر کیلئے معطل کر دیئے گئے، پھول متی کے چہرے پر رنج کی پرچھا نہیں تک نہ پڑیں۔

اس کی زندگی میں کسی قسم کی دلچسپی، کوئی آرزو، کوئی فکر نہ تھی۔ بس چوپایوں کی طرح کام کرنا اور کھانا، یہی اس کی زندگی کے دو کام تھے۔ جانور مارنے سے کام کرتا ہے مگر کھاتا ہے دل سے، وہ بے کہے کام کرتی تھی مگر کھاتی تھی زہر کے نوالوں کی طرح۔ مہینوں سر میں تیل نہ پڑتا، مہینوں کپڑے نہ دھلتے، کچھ پرواہ نہیں۔ اس میں احساس ہی گویا فنا ہو گیا تھا۔

ساون کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ ملیریا پھیل رہا تھا۔ آسمان پر ٹیالے بادل، زمین پر ٹیالا پانی، نم ہوا، سینوں میں بلغم اور کف بھرتی پھرتی تھی۔ مہری اور کہارن دونوں بیمار پڑ گئے تھے۔ پھول متی نے گھر کے سارے برتن مانجھے۔ پانی میں بھیک کر سارا کام کیا، آگ جلائی، پتیلیاں چڑھا دیں اور گنگا سے پانی لانے چلی۔ کامتا نانا تھ روزانہ گنگا جل پیتے تھے۔ تل کا پانی انہیں موافق نہ تھا۔

کامتا نانا تھ نے چار پائی پر بیٹھے بیٹھے کہا۔ رہنے دو اماں، میں پانی بھر لاؤں گا۔ کہارن اور مہری آج دونوں غائب ہیں۔

پھول متی نے ٹیالے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم بھیک جاؤ گے بیٹا، سردی ہو جائے گی۔ تم بھی رہنے دو، کہیں بیمار نہ پڑ جاؤ میں بیمار نہیں پڑوں گی، مجھے بھگوان نے امر کر دیا ہے۔

امانا تھ بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے مطب میں کچھ نفع نہ ہوتا تھا اسلیے بہت پریشان رہتا تھا۔ جانے بھی دو بھیا، بہت دنوں بہوؤں پر حکومت کر چکی ہے، اسکا خمیازہ اٹھانے دو۔

گنگا بڑھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا سمندر ہے، افق پانی کے ساحل سے ملا ہوا تھا۔ کنارے کے درختوں کی صرف پھنگیاں پانی کے اوپر نظر آتی تھیں۔ پھول متی کلسالیے ہوئے سیڑھیوں کے نیچے اتری، پاؤں پھسلا، سنبھل سکی۔ پانی میں گر پڑی، پل بھر ہاتھ پاؤں چلائے پھر لہریں اسے نیچے کھینچ لے گئیں۔ کنارے پر دو چار پنڈت چلائے۔ ارے بڑھیا ڈوبی جاتی ہے۔ دو چار آدمی دوڑے بھی، لیکن پھول متی لہروں میں سا گئی تھی، ان بل کھاتی لہروں میں جنہیں دیکھ کر ہی انسان سہم اٹھتا ہے۔ ایک نے پوچھا۔

یہ کون بڑھیا تھی؟

ارے وہی پنڈت اجودھیا ناتھ کی بیوہ ہے۔

ہاں اس کی تقدیر میں ٹھوکر کھانا لکھا تھا۔

اسکے تو کئی لڑکے بڑے بڑے ہیں اور سب کماتے ہیں۔

ہاں سب ہیں بھائی، مگر تقدیر بھی تو کوئی چیز

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں

تب کہیں جا کے رضا تھوڑا سکون پاتی ہے

میرے دوست اور بھائی کی ماں ہمیں داغ مفارقت دے گئیں، یہ خبر مجھے اس طرح

ملی، پچھلی عید قربان سے، قربانی کا گوشت فریزر میں رکھا تھا، تاکہ جب میں جاؤں تو یہ

جملہ پورا نہ کر سکا، کیونکہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو چکے تھے، بولنا مشکل تھا۔ میں گیا تھا

بھلانے کے لیے، لیکن میرے اپنے آنسو رواں تھے۔ کیسے ڈھارس دیتا۔ میں یہ غم سہہ نہیں پارہا تھا، نہ جانے میرے دوست کا کیا حال ہوگا۔

چپ رہا، اس سوچ میں کہ غربت، اور اثنا بڑا غم، ایک ہفتے سے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ آخری بار ملاقات ہو جائے، لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ گرچہ میں دل بھلانے کے فرائض پورے نہ کر سکا لیکن خدا کا احسان ہے کہ ابھی بھی لوگوں کو یہ احساس ہے کہ جب کسی کے ہاں موت ہوتی ہے تو تمام مسائل پھوڑ کر آ جاتے ہیں، تسلیت دینے۔ چنانچہ جب دوست کو گھر پہنچایا، تھوڑی دیر میں تمام احباب آ گئے، اور میں اکیلا ایک کونے میں سوچنے لگا۔ کہ ہمارے پاس کچھ ایسے خزانے ہوتے ہیں کہ جب تک سامنے ہوتے ہیں تو ان کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تب ہمیں ان کی قدر ہوتی ہے۔

ماں ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔ اکثر ہم اس عظیم ہستی کو بھول جاتے ہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ ہماری خاطر خود کو بھلا دیتی ہے، اور ہم بھی بھول جاتے ہیں۔ لیکن جس دن یہ سہارا جس پر پورا زور دے کر کھڑے ہیں، ہٹ جاتا ہے، تب ہمیں خیال آتا ہے کہ ہم کو یہاں کس نے پہنچایا۔ میں تو وہ دن تصور بھی نہیں کر سکتا کہ خدا نخواستہ

میری اللہ سے دعا ہے، کہ میری امی جان کو صحت، سلامتی اور طول عمر دے۔ بلکہ تمام ماؤں کو سلامتی اور طول عمر دے۔

آپ سب سے درخواست ہے کہ میرے دوست اور بھائی حسین الفواد کی والدہ مرحومہ، میری دادی، نانی اور تمام ماؤں کے لیے سورہ فاتحہ کی تلاوت، اور مغفرت کی دعا فرمائیں۔ جو مائیں زندہ ہیں، ان کی طول عمر اور سلامتی کی دعا کریں۔

اور اس عظیم ہستی کی قدر کریں، کہیں دیر نہ ہو جائے

عظیم ہستی کو کن الفاظ سے یاد کروں

جناب رضا سرسوی صاحب کی نظم، ماں، یہاں پیش کر رہا ہوں، کہ میرے پاس اس ہستی کے لیے الفاظ نہیں۔

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جا کر رضا تھوڑا سکوں پاتی ہے ماں

موت کی آغوش میں بھی کب سکوں پاتی ہے ماں
جب پریشانی میں ہوں بچے تڑپ جاتی ہے ماں

جاتے جاتے پھر گلے بچے سے ملنے کے لئے
توڑ کر بند کفن باہوں کو پھیلاتی ہے ماں

روح کے رشتوں کی یہ گھرایاں تو دیکھئے
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور چلاتی ہے ماں

بھوکا سونے ہی نہیں دیتی پیسوں کو کبھی
جانے کس کس سے کہاں سے مانگ کر لاتی ہے ماں

ہڈیوں کا رس پلا کر اپنے دل کے عین کو
کتنی ہی راتوں کو خالی پیٹ سو جاتی ہے ماں

جب کھلونے کو مچلتا ہے کوئی غربت کا پھول
آنسوؤں کے ساز پر بچے کو بھلاتی ہے ماں

ماروتی ہے طمانچہ گر کبھی جذبات میں
چومتی ہے لب کبھی رخسار سہلاتی ہے ماں

کب ضرورت ہو بری بچے کو اتنا سوچ کر
جاگتی رہتی ہے ممتا اور سوجاتی ہے ماں

گھر سے جب پردیس کو جاتا ہے گودی کا پلا
ہاتھ میں قرآن لئے آگن میں آجاتی ہے ماں

دیکے بچے کو ضمانت میں رضائے پاک کی
سامنا جب تک رہے ہاتھوں کو لہراتی ہے ماں

لوٹ کر واپس سفر سے جب بھی گھر آتے ہیں ہم
ڈال کر باہیں گلے میں سر کو سہلاتی ہے ماں

ایسا لگتا ہے کہ جیسے آگئے فردوس میں
کھینچ کر باہوں میں جب سینے سے لپٹاتی ہے ماں

دیر ہو جاتی ہے گھر آنے میں اکثر جب ہمیں
ریت پہ مچھلی ہو جیسے ایسے گھبراتی ہے ماں

مرتے دم بچہ نہ آئے گھر اگر پردیس سے
اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پہ رکھ جاتی ہے ماں

حال دل جا کر سنا دیتا ہے معصومہ کو وہ
جب کسی بچے کو اپنی قم میں یاد آتی ہے ماں

تھام کر روضے کی جالی جب تڑپتا ہے کوئی
ایسا لگتا ہے کہ جیسے سر کو سھلاتی ہے ماں

گمراہی کی گرد جم جائے نہ میرے چاند پر
بارش ایمان میں یوں ہر روز نہلاتی ہے ماں

اپنے پہلو میں لٹا کر روز طوطے کی طرح
ایک بارہ پانچ چودہ ہم کو رٹواتی ہے ماں

عمر بھر غافل نہ ہونا ماتم شبیر سے
رات دن اپنے عمل سے ہم کو سمجھاتی ہے ماں

دوڑ کر بچے لپٹ جاتے ہیں اس رومال سے
لیکے مجلس سے تبرک گھر میں جب آتی ہے ماں

یاد آتا ہے شب عاشور کا کڑیل جواں
جب کبھی ابھی ہوئی زلفوں کو سلجھاتی ہے ماں

اللہ اللہ اتحاد صبر لایلا اور حسین
باپ نے کھینچی سناں سینے کو سہلاتی ہے ماں

سامنے آنکھوں کے نکلے گر جواں بیٹے کا دم
زندگی بھر سر کو دیواروں سے ٹکراتی ہے ماں

سب سے پہلے جان دینا فاطمہ کے لال پر
رات بھر عون و محمد سے یہ فرماتی ہے ماں

یہ بتا سکتی ہے بس ہم کو رباب خستہ تن
کس طرح بن دودھ کے بچے کو بھلاتی ہے ماں

شمر کے خنجر سے یا سوکھے گلے سے پوچھئے
ماں ادھر منہ سے نکلتا ہے ادھر آتی ہے ماں

اپنے غم کو بھول کر روتے ہیں جو شبیر کو
ان کے اشکوں کے لئے جنت سے آجاتی ہے ماں

باپ سے بچے پچھڑ جائیں اگر پردیس میں
کربلا سے ڈھونڈنے کو فے میں خود آتی ہے ماں

جب تلک یہ ہاتھ ہیں ہمیشہ بے پردہ نہ ہو
ایک بہادر باوفا بیٹے سے فرماتی ہے ماں

جب رن بستہ گزرتی ہے کسی بازار سے
ایک آوارہ وطن بیٹی کو یاد آتی ہے ماں

شکریہ ہو ہی نہیں سکتا کبھی اس کا ادا
مرتے مرتے بھی دیا چینی کی دے جاتی ہے ماں

والدین کے حقوق

ایک دوست کی طرف سے ای میل کے ذریعے والدین کے حقوق پر یہ مضمون ملا جو
آپ لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں

ماں باپ دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ ماں نہ ہوں تو دل کو دلا سہ دینے والا
کوئی نہیں ہوتا اور اگر باپ نہ ہوں تو زندگی کے دوڑ میں اچھا مشورہ دینے والا کوئی نہیں
ہوتا خیر یہ تو دنیاوی سوچ ہیں جو دل میں آیا کہ دیا مگر حقیقت ہے کہ جس کے پاس ماں
باپ ہے وہ مالا مال ہے۔ اللہ ہمیں اپنے والدین کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں

ماں باپ کی خوشنودی

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ماں باپ کو خوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا اور جس نے ماں باپ کو ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض و غضب ناک کیا۔ (کنز العمال)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کی جزا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت موسیٰ اپنے پروردگار سے مناجات میں مشغول تھے آپ نے ایک شخص کو عرش الہی کے سایہ میں ناز و نعمت میں سرشار دیکھا عرض کی خدایا! یہ کون ہے جس پر تیرا عرش سایہ کئے ہوئے ہے؟ خداوند عالم نے فرمایا، وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا تھا اور کبھی کسی کی چغلی نہیں کرتا تھا۔

(بحار الانوار)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کے لئے

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دو سال کی مسافت طے کر کے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور ایک سال کی راہ طے کر کے اعزا اور اہل خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (یعنی اگر ماں باپ اتنے زیادہ فاصلے پر ہوں کہ وہ دوری دو سال میں طے ہوتی ہے تو بھی ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کے ساتھ نیکی کرنا اہمیت رکھتا۔) (بحار الانوار)

عمر اور روزی میں برکت

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر طولانی اور روزی زیادہ ہو وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (کنز العمال)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کے آثار

حنان ابن سدر کہتے ہیں کہ ہم حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے اور میسر بھی ہمارے درمیان موجود تھے (اس وقت) اہل خاندان کے ساتھ صلہ رحم کی بات چھڑی تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے میسر تمہاری موت کئی مرتبہ آئی لیکن (ہر مرتبہ) اہل خاندان کے ساتھ تمہارے نیک برتاؤ کی بنا پر خدا نے اسے ٹال دیا اور اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند عالم تمہاری عمر زیادہ کرے تو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ (بخاری الانوار)

پہلے ماں کے ساتھ نیکی کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا، ماں کے ساتھ، عرض کیا، اس کے بعد کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا، ماں کے ساتھ۔ عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا، ماں کے ساتھ۔ عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا، باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ (بخاری الانوار)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کا بدلہ

حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو تاکہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے۔ لوگوں کی عورتوں کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ تاکہ دوسرے تمہاری عورتوں کی طرف نہ دیکھیں۔ (کنز العمال)

باپ کا حق

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا، ایک شخص نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ بیٹے پر باپ کا حق کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے نام لے کر نہ پکارے۔ راستہ چلنے میں اس کے

آگے نہ بڑھ جائے۔ اس سے پہلے نہ بیٹھے۔ کوئی ایسا کام نہ انجام دے کہ لوگ اس کے باپ کو برا بھلا کہیں۔ (بخاری الانوار)

محبت کی نظر

حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ماں باپ پر بیٹے کی محبت بھری نگاہ عبادت ہے۔ (بخاری الانوار)

والدین کے ساتھ سلوک

ابو ولاد حناط کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے اللہ کے قول و بالوالدین احسان کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، ماں باپ کے ساتھ احسان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انہیں اپنی ضرورت کا اظہار کرنے پر مجبور نہ کرو (یعنی ان کے تقاضا کرنے سے پہلے ہی ان کی ضرورتیں پوری کر دو)۔ (بخاری الانوار)

اولاد کے فرائض

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ماں باپ کو نرمی اور مہربانی کے علاوہ کسی اور نگاہ سے نہ دیکھو۔ ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو نہ ان کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ بلند کرو اور ان سے آگے آگے نہ چلو۔ (بخاری الانوار)

ماں باپ کی نیابت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، تم سے کسی کے لئے اپنے زندہ یا مردہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ بنتی ہے۔ اور وہ اس صورت میں کہ وہ ان کی طرف سے نماز پڑھے، ان کی طرف سے خیرات دے۔ ان کی نیابت میں حج کرے اور ان کی طرف سے روزہ رکھے۔ پس اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کا ثواب اس کے ماں باپ کو پہنچے گا اور خود اس شخص کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اس کے علاوہ خداوند

عالم اس کے نیک اعمال اور نماز کے عوض اسے خیر کثیر عطا فرمائے گا۔ (بخاری الانوار)

برے والدین کے ساتھ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں ترک کرنے کی خداوند عالم نے کسی کو بھی اجازت نہیں دی ہے،۔ امانت ادا کرنا چاہے نیک شخص کی ہو یا برے شخص کی،۔ عہد اور وعدہ کو پورا کرنا چاہے وہ کسی نیک انسان سے کیا ہو یا فاسق انسان سے،۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا چاہے وہ نیک و صالح ہوں یا برے اور فاسق۔ (بخاری الانوار)

مشرک ماں باپ کے ساتھ سلوک

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے مامون کو جو تحریر لکھی ہے اس میں ہے کہ، ماں باپ کے ساتھ نیکی واجب و لازم ہے چاہے وہ مشرک و کافر ہوں لیکن خدا کی نافرمانی اور معصیت میں ان کی اطاعت نہیں کی جانی چاہئے۔ (بخاری الانوار)

والدین کی قبروں کی زیارت

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کے دن ایک مرتبہ کرے خداوند عالم اسے بخش دیتا ہے اور اس کا شمار نیک اور صالح افراد میں کرتا ہے۔ (کنز العمال)

والدین کے ساتھ نیکی اور جنت

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا، حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو تا کہ تمہیں جزا کے طور پر جنت ملے لیکن اگر تم ان کی طرف سے عاق کرو گے تو جہنمی ہو گے۔

(اصول کافی)

والدین کو گھور کر دیکھنا منع ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اگر خداوند عالم کے علم میں اف سے بھی ہلکا کوئی لفظ ہوتا تو خدا اسی کے ذریعہ منع فرماتا۔ اور یہ اف کہنا بھی عاق ہو جانے کے سب سے ادنیٰ درجوں میں سے ہے۔ عاق کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو تند و تیز نگاہ سے (یعنی گھور کر) دیکھے۔ (اصول کافی)

غصہ کی نگاہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کو جنھوں نے اس پر ظلم کیا ہے، غصہ اور نفرت کی نگاہ سے دیکھے تو اس کی نماز خدا کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگی۔ (اصول کافی)

ماں باپ کو غمگین کرنا

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص اپنے ماں باپ کو غمگین ورنجیدہ کرے وہ ان کی طرف سے عاق ہو گیا۔ (یعنی اس نے ان کے حق کا خیال نہیں کیا ہے۔) (بخاری الانوار)

والدین کے ساتھ بے ادبی!

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، میرے پدر بزرگوار (حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے بازو پر تکیہ کئے ہوئے چل رہا تھا (یہ منظر دیکھنے کے بعد میرے بابا) جب تک وہ زندہ رہے انھوں نے غصہ اور ناراضگی کی وجہ سے اس (بیٹے) سے بات نہیں کی۔ (بخاری الانوار)

جنت ماں کے قدموں تلے

ماں کی عظمت اسلام میں جس طرح بیان کی گئی ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں کے لئے جو جذبہ ہمارے دلوں میں ہے کیا اسے سمیٹ

کر کسی ایک کے لئے مقرر کرنا ٹھیک ہے؟ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے ہر رشتے کے حقوق و فرائض کھول کر بیان کر دیئے ہیں، اور ماں کے متعلق تو رب تعالیٰ نے خصوصی احکامات نازل کئے ہیں۔

مذہب اور والدین کی خدمت

ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت کرنے سے جنت ملتی ہے اور انہیں محبت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے، جبکہ اس کے برعکس مغربی معاشرے میں والدین بوڑھے ہونے تک کام کرتے رہتے ہیں اور ریٹائرمنٹ تک جو جمع پونجی ان کے پاس ہوتی ہے اس سے اپنی بقیہ زندگی کسی بلڈنگ کے اپارٹمنٹ میں رہ کر گزار دیتے ہیں۔ جن والدین کے پاس جمع پونجی نہ ہو وہ اولڈ ایج ہو کسی میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں یہ حکومت ان کے گذر بسر کا بندوبست کرتی ہے، اس دوران اگر بچوں کو فرصت ملے تو وہ کبھی کبھار اپنے والدین سے ملنے چلے آتے ہیں جبکہ اگر فرصت نہ ملے تو وہ فون پر بات کر لیتے ہیں یا پھر کسی تھوار پر کارڈ بھیج دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان محرومیوں کو کم کرنے کے لئے مغرب میں مدرڈے فادرڈے، ٹیچرڈے وغیرہ کے رواج زور پکڑ رہے ہیں۔

ماں ایک ایسی ہنسی ہے جس سے زندگی کی ہر سانس جڑی ہوتی ہے اور اسی زندگی کے سہارے آج میں اس موضوع پر لکھ رہا ہوں۔ دوسرے بچوں کی طرح میری زندگی بھی اپنی ماں کے بغیر ادھوری ہے۔ اگر ماں کی محبت دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے سامنے آگ میں کود کر دیکھ لیں۔ کوئی چوٹ لگ جائے تو دیکھو اپنی ماں کی محبت کے جلوے اک ماں کا تڑپنا، اس کا ساری رات کا جاگنا اور اپنے رب سے روز و کرسمتی کی دعا مانگنا، ایک ماں لخت جگر کی خاطر اپنی جان کی پروا تک نہیں کرے گی اور اپنا سب کچھ لٹا دے گی۔ ایک ماں سے کسی نے پوچھا اگر آپ کے قدموں سے جنے والیں لے لی جائے اور کہا جائے کہ اپنے رب سے اس کے بدلے کچھ اور مانگ لو تو آپ کیا مانگو گی؟ ماں نے بہت کی

خوبصورت جواب دیا کہ میں اپنی اولاد کا نصیب اپنے ہاتھ سے لکھنے کا حق مانگوں گی کیونکہ ان کی خوشی کے آگے میرے لئے ہر جنت چھوٹی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی رشتے ہوتے ہیں اور ان میں جتنی بھی محبت ہو وہ اپنی محبت کی قیمت مانگتے ہیں مگر ماں کا رشتہ دنیا میں وہ واحد رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو صرف صرف آپ کو دیتا ہی دیتا ہے اور اسی کے بدلے میں آپ سے کچھ ہی نہیں مانگتا۔ اگر کوئی انسان دنیا میں جنت پانا چاہتا ہے تو صرف ایک بار ماں کی عزت بڑائی اور پاکیزگی کو سمجھ لے تو تاحیات اپنی ماں کے احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکے گا۔

آج کے اس تیز ترین دور میں کیا ہم اپنی ماں جن کے قدموں تلے جنت ہے اور راحت اور سکون بھی ہے کیا ہم اپنی ماں کی خدمت اسی طریقے سے کر رہے ہیں جو کہ ہمارا فرض بنتا ہے؟ ایک شخص نے اپنی ماں کو اپنے کندھو پر اٹھا کر سات حج کروائے اور بولا آج میں نے اپنا حق ادا کر دیا تو غیب سے آواز آئی اے میرے بندے، ابھی تو تو نے ایک رات کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ جب تو نے ہوتے میں بستر گھیرا کر دیا تھا۔ تو تیری ماں ہی تھی جس نے تجھے تو خشک جگہ پر لیٹا دیا اور خود گیلی جگہ پر لیٹ گئی۔ پھر ہم صرف ایک دن مدرڈے منا کر یہ حق ادا کیسے ادا کر سکتے ہیں، کبھی میں سوچتا ہوں کہ دنیا کی سب سے قیمتی شے تو صرف ماں ہی ہے جو بے حد پاکیزہ اور محبت کرنیوالی ہوتی ہے میں نظر میں تخلیق کائنات کے وقت اللہ رب العزت نے اس پاک ہستی کو یہ سوچ کر بنایا کہ جب انسان کو دنیا میں کہیں سکون کی دولت نہ ملے تو اپنی ماں کی آغوش میں آ کر اپنی سوچوں، آہوں اور دکھوں کو نثار کرے گا اور ایسی راحت محسوس کرے گا جو اسے کہیں نہ ملی ہوگی۔ ماں جیسی عظیم ہستی اس کائنات کا ایک بہت بڑا جز ہے جو اپنے اندر محبت کا سمندر لئے ہوئے ہے۔

ماں کا رشتہ تمام رشتوں سے مقدس اور پاکیزہ ہے ماں جنت کو پانے کا ایک آسان راستہ ہے، ویسے تو کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ معذور ہو اور لوگ اسے ناپسند کریں جبکہ

ماں ایک ایسی دولت ہے جسے پانے کے بعد انسان معذور ہونے پر فخر محسوس کرتا ہے۔
 ماں ہو یا باپ دونوں کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ایک ہے اس سے
 انسان کی دنیاوی زندگی پر بھی انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اپنے والدین کی
 نافرمانی کو قلت اور ذلت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اگر ہم اپنے والدین کا احترام کریں گے تو
 بدلے میں ہمیں بھی ہمارے بچے عزت و احترام کریں گے جبکہ اگر ہم ان کے ساتھ بڑے
 طریقے سے پیش آئیں گے تو ہمارے بھی عنقریب ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ یہ دنیا مکافات عمل
 ہے۔ میرا ایمان یہ کہ کبھی ماں اپنی اولاد کو دل سے بددعا نہیں دیتی اور اگر کس نے اس
 عظیم ہستی کو دکھ دیا اور وہ ناراض ہو گئی تو سمجھ لو کہ دنیا سے بھی وہ شخص نامراد گیا اور آخرت
 میں بھی نامراد رہا۔

ماں کے پیار کا کوئی نعم البدل ہے اور نہ ہی ہوگا۔ جن کی مائیں موجود ہیں اللہ تعالیٰ
 انہیں توفیق دے کہ وہ ان کی خدمت مکر کے جنت کمائیں اور جو اس نعمت سے محروم ہیں
 اللہ تعالیٰ انہیں دعا کی توفیق دے کہ وہ اپنی جنتوں کے لئے جنت اور درجات کی بلندی
 کے لئے دعا کریں۔ ماں وہ جنتی میوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس دنیا میں عنایت
 فرمایا ہے یارب العزت میری ماں کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما۔

حکایات اولیاء جنت ماں کے قدموں تلے ہے

جنت ماں کے قدموں تلے ہے، لوگ اسے نیکیوں میں تلاش کرتے ہیں۔

محبت کی ترجمانی کر نیوالی کوئی چیز ہے تو وہ ماں ہے۔

ہر رشتے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے مگر ماں ایک ایسا رشتہ ہے جس کی

محبت کو الفاظ کی مالا میں پرونا میرے لیے ناممکن ہے

بظاہر تین حرف پر مشتمل ایک لفظ ساری دنیا کی محبت اپنے اندر سموئے ہوئے ہے

اس کا پہلا حرف ہی کہتا ہے میں تو محبت ہوں دوسرا حرف کہتا ہے کہ میرے سے تو ایثار

جیسا پیارا جذبہ لگتا ہے اور تیسرا حرف کہتا ہے کہ میں تو ہوں ہی نعمت (م۔ محبت۔ ا۔)

ایثار۔ ن نعمت۔

کوئی کتنا ہی بڑا لکھاری کیوں نا ہو کسی کو اپنے علم پر کتنا ہی مان کیوں نا ہوناں کے رشتے کو لفظوں میں بیان کرتے ہوئے ہر کسی کا قلم ٹوٹ جاتا ہے ایسا ہی آج میرے ساتھ ہوا میں نے جب لکھنا شروع کیا تو تو دماغ ایک الجھن میں پڑ گیا کے ماں کی ممتا کی محبت کو کہاں سے شروع کیا جائے۔

جب بھی ماں کا لفظ منہ سے نکلتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے ساری دنیا کی محبت ہمارے آس پاس بکھر گئی ہو۔ جیسے کڑی دھوپ میں سایہ مل گیا ہو یا پھر کسی خطرناک سمندر کا ساحل مل گیا ہو ایسا لگتا ہے کے ہر مشکل سے آزادی مل گئی ہے یا پھر کسی نے ہماری مشکل اپنے سر لے لی ہے ایک ماں اپنی اولاد کے لیے اپنی آخری سانس تک قربانیاں دیتی ہے ماں کی اپنی اولاد کے لیے محبت دنیا میں آنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

جب ہم نے دنیا میں آنکھ کھولی تو جس ہستی نے ہم کو سب سے پہلے گلے لگایا ہماری پیشانی پر اپنی محبت کا بوسہ دیا وہ ماں ہی تھی۔ اس کے بعد جب ہم تھوڑے بڑے ہوئے چلنا سکھایا بولنا سکھایا۔ جب ہم نے اپنی تو تلی زبان سے پہلی دفع ماں پکارا تو وہ ایسے خوش ہوئی جیسے ہم نے ان کو دنیا کی سب سے بڑی خوشی دے دی ہو۔

شاید ماں دنیا میں وہ واحد ہستی ہے جو دلی نہیں ہوتی مگر اس کے دل پر پھر بھی الہام اترتے ہیں محبت کی کیمسٹری ایک ماں سے بڑھ کر کوئی نہیں جاں سکتا جس نے محبت تخلیق کی ایک وہ اس سے باخبر یا دنیا میں ماں کا دل جو اس رب کی اس محبت راز دان ہے ماں اللہ کا عظیم تحفہ ہے۔

میرا ماننا ہے کہ اللہ کے بعد اگر کوئی انسان کو سب سے زیادہ پیار کر سکتا ہے تو وہ اس کی ماں ہے۔

میری اللہ پاک سے دعا ہے کے وہ سب کے والدین کی بخشش فرمائے انکو صحت والی زندگی دے اور جن کے والدین اس دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں انکے درجات

بلند فرماے اور اللہ پاک ہم سب کو روز قیامت ان کے لئے بایکے فخر اور رحمت بنا ہے ہم دنیا میں انکی خدمت اور آخرت میں ان کے لیا صدقہ جاریہ یعنی نیک اولاد بنائے اور ہماری نسلوں کو بھی والدین کا فرما بردار بنا ہے آمین یا رب العالمین

ہے کچھ دنیا میں ماں جیسا

ماں کا لفظ اپنے عمومی اور بنیادی مفہوم میں ایک ایسی ہستی کے لئے ادا کیا جاتا ہے کہ جس سے کسی بچے کی ولادت ہوئی ہو یعنی بچے کے والدین میں سے مو □ نث رکن کو ماں کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی لفظ بذات خود شاید کچھ نہیں ہوتا مگر یہ جب کسی کے لئے مخصوص ہوتا ہے تو پھر اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، ایسا ہی ایک لفظ ماں ہے۔ ہم اس لفظ کی گہرائی کو سوچیں تو محبت کا سمندر تصور میں آ جاتا ہے۔ ایک ایسا سمندر جس میں ممتا کی بے قرار لہریں اپنی اولاد کے لئے مد و جزر کی کیفیت میں رہتی ہیں۔ کائنات کے نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کو عورت میں منتقل کیا اور اس کو کئی رشتے عطا کیے جن سے ہماری زندگی کی ڈور بندھی ہے۔ یہ عورت کبھی بیٹی، کبھی بہو اور کبھی بہن ہے لیکن ماں کے درجے پر فائز ہونے کے ساتھ ہی ہر عورت اپنی ذات کی نفی کر دیتی ہے اور پھر صرف ماں ہی رہتی ہے۔ پاکستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں ہر سال مئی کے دوسرے اتوار کو ماؤں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد عوام الناس میں ماں کے رشتے کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور اس عظیم ہستی کے لئے عقیدت، شکر گزاری اور محبت کے جذبات کو فروغ دینا ہے۔ ماں جیسی ہستی اولاد کے لئے رونق، زندگی، محبت، ہمت، احساس، حوصلہ، دھڑکن، سکون اور سب سے بڑھ کر جنت ہے۔ اسلامی تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور ماں کی خدمت کر کے یہ جنت حاصل کی جاسکتی ہے، اس کے برعکس مغربی معاشرے میں والدین بوڑھے ہونے تک کام کرتے رہتے ہیں اور ریٹائرمنٹ تک جو جمع پونجی ان کے پاس ہوتی ہے اس سے اپنی بقیہ زندگی کسی بلڈنگ کے اپارٹمنٹ میں رہ کر گزار دیتے ہیں۔ جن والدین کے پاس جمع

پونجی نہ ہو وہ اولڈ اتج ہومز میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں پر حکومت ان کے گزر بسر کا بندوبست کرتی ہے۔ اس دوران اگر بچوں کو فرصت ملے تو وہ اپنے والدین سے ملنے اولڈ اتج ہومز چلے جاتے ہیں ورنہ فون پر ہی بات کر لیتے ہیں یا پھر کسی تہوار پر کارڈ بھیج کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ان ہی محرومیوں کے سبب مغربی معاشرے میں مدرڈے اور فادر ڈے جیسے تہواروں نے رواج پکڑا اور نہ ماں کے لئے جو جذبہ ہمارے دلوں میں ہے اسے سمیٹ کر کسی ایک دن کے لئے مقرر کرنا ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ماں ہی ہے کہ جس سے اولاد کی زندگی کی ہر سانس جڑی ہوتی ہے اور اس کے بغیر زندگی ادھوری لگتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی رشتے ہوں اور ان رشتوں میں جتنی بھی محبت ہو وہ اپنی محبت کی قیمت مانگتے ہیں مگر ماں کا رشتہ دنیا میں واحد ایسا رشتہ ہے جو صرف آپ کو کچھ دیتا ہی ہے اور اس کے بدلے میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا۔ اگر کوئی انسان دنیا میں جنت پانا چاہتا ہے تو صرف ایک بار ماں کی عزت، بڑائی اور پاکیزگی کو سمجھ لے تو تاحیات اپنی ماں کے احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکے گا۔ کبھی میں سوچتا ہوں کہ دنیا میں سب سے قیمتی شے کیا ہے تو خیال آتا ہے کہ دنیا کی خوبصورت ترین ہستی صرف ایک ماں ہی ہے جو بے حد پاکیزہ اور محبت کرنے والی ہوتی ہے۔ رب العزت نے ایک ماں کو شاید یہ سوچ کر بنایا ہے کہ جب اولاد کو دنیا میں کہیں بھی سکون نہ ملے تو وہ اپنی ماں کی آغوش میں آ کر سوچوں، آہوں اور دکھوں کو نثار کر دے، اس وقت وہ ایسی راحت محسوس کرے گا جو اسے کہیں بھی نہ ملی ہوگی۔ ویسے تو کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ مغرور ہو اور لوگ اسے ناپسند کریں لیکن ماں ایک ایسی دولت ہے جسے پانے کے بعد انسان مغرور رہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ یورپی معاشرے میں تو بوڑھے والدین اپنی اولاد کے لئے کچھ بچے کا مال بن جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں جگہ جگہ نرسنگ ہومز موجود ہیں جہاں سرکاری خرچ پر بوڑھوں کی کفالت ہوتی ہے لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ اب یہ کچھ آہستہ آہستہ ہمارے معاشرے میں بھی فروغ پا رہا ہے۔ اس سلسلے میں کام کرنے والے افراد قابل تحسین ہیں کیونکہ ان کا مقصد یقیناً

انسانیت کی خدمت ہوگا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں اولڈ اناج ہومز قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ہمارے معاشرے میں اس کا رواج پانا یہی تاثر دیتا ہے کہ یہاں بھی بہت سے بوڑھے والدین اپنی اولاد کی نافرمانی کا شکار ہیں۔ ایک اسلامی معاشرے میں اپنے والدین کو بڑھاپے میں اولڈ ہومز کی راہ دکھانا یقیناً اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

ماں ایک عظیم ہستی

کہتے ہیں کہ اللہ نے دنیا میں سب سے اچھی مخلوق انسان کو بنایا انسان دنیا میں اللہ کا نائب ہے تمام مخلوقات میں اسے اشرف المخلوقات کا لقب دیا گیا ہے، انسانوں کو گروہوں اور فرقوں میں بنایا تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، پھر انسانوں میں جو رشتے قائم ہوئے ان میں بھائی، بہن، ماں، باپ، چچا، چچی، ماموں، ممانی، خالہ، خالو، طایہ طائی، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ بنائے، ان سب میں ایک رشتہ ایسا بھی بنایا جو اس نے محبت، پیار اور شفقت کی مٹھاس کے ساتھ بنایا، یہ وہ رشتہ ہے کہ جسے اللہ نے ماں کا نام دیا، کہا جاتا ہے کہ اللہ نے ماں کو ممتا کا روپ دیا، وہ خود تکلیف برداشت کر کے اپنی اولاد کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے، ایک ماں جو نو ماہ تک اپنی اولاد کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے، اس دوران وہ بے پناہ تکلیف سہتی ہے لیکن جب وہی بچہ دنیا میں آتا ہے تو اس کی ایک جھلک ہی ایک ماں کی تمام تکلیفوں کو مٹا دیتی ہے۔

تکالیف اٹھانے والی ماں

ماں خود تو تکلیف سہہ سکتی ہے مگر اسے یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ اسکے بچے کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ماں سے محبت کرنے، اسکا ہر حکم ماننا ہر مسلمان بچے پر لازم ہے، قرآن مجید میں بھی بیٹا ردفعہ ماں کی حرمت پر تلقین کی گئی ہے، ماں کے پاؤں تلے جنت رکھ دی گئی ہے۔ اللہ نے شرک کے بعد سب سے کبیرہ گناہ ماں کی نافرمانی کو قرار دیا ہے، ماں کے متعلق تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر ایک مسلمان بچے کی

ماں کافر ہو تو اس سے بھی حسن سلوک سے پیش آیا جائے کہیں اس میں بھی دل آزاری نہ ہو جائے۔

دین اسلام ہمیں حضرت مریم، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ صدیقہ جیسی ماؤں کے نمونے دیتا ہے جہاں ایک طرف ماؤں کو اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں اولاد کو بھی ماں باپ کا سہارہ بننے کا درس دیا گیا ہے۔

تاریخ کی کتب میں ایسے بے پناہ واقعات موجود ہیں جن میں اولاد کے دل میں ماں کی اس درجہ عزت دیکھی جاسکتی ہے کہ دل رشک کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

اللہ نے ماں کو اتنی عزت بخشی ہے کہ کائنات کا سب سے خوبصورت رشتہ ماں کا ہے، حضرت موسیٰ کی والدہ نے فرعون کے خوف سے اللہ کے بھروسے اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ کو دریائیل میں ایک صندوق میں بند کر کے ڈال دیا کیونکہ فرعون نے یہ منادی کروائی ہوئی تھی کہ بنو اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کر دیا جائے تاکہ وہ فرعون کے لئے کوئی خطرہ نہ بن پائے، اللہ کے سہارے پر موسیٰ کو دریائیل کی تندو تیز لہروں میں ڈال کر کیا وہ ماں خوش ہوئی ہوگی ہرگز نہیں مگر صرف اپنے بیٹے کی زندگی بچ جائے اس سوچ کے ساتھ کہ سن موسیٰ کو دریا کی موجوں میں چھوڑ آئیں، مگر قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا، وہ صندوق کہ جسمیں موسیٰ تھے وہ دریا سے ہوتا ہوا فرعون کے محل تک پہنچ گیا اور فرعون کی بیوی آسیہ کو مل گیا۔ آسیہ کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی، تو انھوں نے حضرت موسیٰ کی تربیت کی، انکی پرورش ایک بہترین انداز میں کی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ماں کی قدر کم ہوتی گئی، وہ بچا جو کبھی ماں کی انگلی تھامے پہلا قدم لیتا تھا آج وہی بچا بڑا ہو گیا ہے، ماں کا پیارا آج بھی وہی ہے مگر اب اولاد کے لئے وہی پیار گھٹن بنتا جا رہا ہے، بچپن میں ماں کے ہاتھ سے روٹی کھانے والا بچہ آج اسی ماں کے آگے انگلیوں کے اشاروں سے بدتمیزیاں کر رہا ہے۔ کل کو جو بچہ اپنی ماں کی

آغوش میں سکون محسوس کرتا تھا آگ وہی بچہ آج اپنی ماں کو دکھوں کے پہاڑ دے رہا ہے، کل جب وہ بچہ چھوٹا تھا تو اپنے بالوں کی مالش کرانا کبھی بالوں کو تیل لگواتا اور وہی بچہ آج اگر ماں اس کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھ دے تو کہتا ہے کہ آپ نے میرا ہیرا سائل خراب کر دیا ہے اتنی دیر محنت کر کے بال پیٹ کیسے تھے۔

کیا یہ سب اس لئے ہوا ہے کہ ماں کا پیار بدل گیا؟ ہر گز نہیں ماں تو آج بھی وہی ہے جو حضرت موسیٰ کی ماں تھیں یا حضرت آسیہ تھیں، غلط تو ہم اولاد ہیں، ہم نے اپنے ماں باپ بالخصوص ماں کے پیار پر ہی شک کرنا شروع کر دیا ہے۔ آج کے بچے یہ بھول گئے ہیں کہ کتنی تکلیف برداشت کی تھی اس ماں نے جب اس کے دنیا میں آنے کا وقت ہوا تھا، آج کا بچہ یہ بھول گیا ہے کہ کیسے اس ماں نے اپنی تمام خواہشات کو، اپنی خوشیوں کو دفن کر دیا صرف اس لیے کہ میرے بچے کی زندگی سنور جائے، اس ماں نے کبھی دنیا سے لڑائی کی تو کبھی خود اپنے شوہر کے آگے کھڑے ہوئی کہ مجھے اپنے بچے کا مستقبل بہترین بنانا ہے، میرا بچہ کبھی بھی اداس نہ ہو، میرے بچے کی ہر خواہش پوری ہونی چاہیے، مگر دوسری طرف آج کا بچہ ایک ناجائز ضد کی خاطر اپنی ماں کو یہ کہتا ہوا بھی زرہ برابر نہیں جھجھکتا کہ اے ماں! تو نے میرے لیے کیا ہی کیا ہے؟

آج کے بچے شاید یہ بات بھول گئے ہیں کہ آج وہ بچے ہیں مگر کل کو وہ بھی ماں اور باپ بنیں گے اور جو آج وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ کر رہے ہیں کل کو انکی اولاد بھی انکے ساتھ وہی سب کچھ کر سکتی ہے۔

کیا ایک ماں اسی دن کے لیے اولاد مانگتی ہے؟ کیا وہ ماں نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اسی لیے بچے کو رکھتی ہے کہ ایک دن آئے اور وہی بچہ ماں کو ہی دھتکار دے ماں نے جو قربانیاں اپنی اولاد کے لیے دی ہوتی ہیں اس کے بدلے اگر ماں اس بچے کے خون کا ایک ایک قطرہ بھی نہ چوڑ دے تو بھی وہ بدلہ پورا نہ پاسے گا۔ ایک عورت کے لئے وہ پل سب سے حسین ہوتا ہے جب وہ اپنے بچے کو پہلی بار دیکھتی ہے لیکن سب سے زیادہ

دردناک لمحہ ہوتا ہے کہ جب وہی اولاد ماں کے آنسوؤں کا باعث بنتی ہے، کہا جاتا ہے کہ آسمان پر فرشتے بھی اس اولاد پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنی ماں کو اذیت میں رکھتی ہے۔

ماں کی عزت کرنے میں ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی چھپی ہے، اللہ کی قسم ماں ہے تو بچی سلامت ہے ورنہ اس بچے کا کچھ بھلا نہیں ہو سکتا جسکی ماں اس سے راضی نہ ہے

آخر میں میں تمام بچوں، بڑوں سے کہ جنکی مائیں ابھی زندہ ہیں، ہاتھ جوڑ کر درخواست کرنا چاہوں گا کہ اللہ کے لیے اپنی ماں کی عزت کریں، انھیں خوش رکھیں، کوئی تکلیف نہ ہونے دیں۔ آف تک نہ کریں، کبھی اپنی ماں کے آگے اونچی آواز میں بات نہ کریں کبھی کوئی ایسی بات ہرگز نہ کریں جس سے ماں کا دل دکھے، اللہ کو راضی کرنے کا آسان حل یہی ہے کہ اس کی سب سے بہترین مخلوق ماں کو راضی کر لیا جائے اسی میں ہماری بقاء ہے ورنہ اللہ کے سامنے قیامت کے دن جب سوال ہوگا کہ کیا تم نے ماں کی خدمت کی، تو ہم کیا جواب دیں گے ذرا سوچئے اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ماں باپ کا سایہ ہم پر سلامتی کے ساتھ بنائے رکھے اور ہمیں ہمیشہ انکی خدمت گار اولاد کی طرح رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والدین کے لیے تاج

حضرت معاذ جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کی تعلیم پر عمل کیا تو اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی پھر اس شخص کے مرتبہ کا کیا ٹھکانا ہوگا جس نے خود قرآن پر عمل کیا ہوگا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک تھا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سورت بقرہ کو دیکھو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت اور چھوڑنا حسرت ہے اور غلط کار لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا سورت بقرہ اور آل

عمران دونوں کو سیکھو کیونکہ یہ دونوں روشن سورتیں اپنے پڑھنے والوں پر قیامت کے دن بادلوں سا سبانون یا پرندوں کی دو ٹولیوں کی صورت میں سایہ کریں گی اور قیامت کے دن جب انسان کی قبر شق ہوگی تو قرآن اپنے پڑھنے والے سے جو لاغرا دی کی طرح ہوگا ملے گا اور اس سے پوچھے گا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا، قرآن کہے گا کہ میں تمہارا وہی ساتھی قرآن ہوں جس نے تمہیں سخت گرم دوپہروں میں پیاسا رکھا اور راتوں کو جگایا ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے آج بھی اپنی تجارت کے پیچھے ہو گئے چنانچہ اس کے دائیں ہاتھ میں حکومت اور بائیں ہاتھ میں دوام دے دیا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی ادا نہ کر سکیں گے اس کے والدین پوچھیں گے کہ ہمیں یہ لباس کس بنا پر پہنایا جا رہا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآن حاصل کرنے کی برکت سے پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھنا اور جنت کے درجات اور بالا خانوں پر چڑھنا شروع کر دو چنانچہ جب تک وہ پڑھتا رہے گا چڑھتا رہے گا خواہ تیزی کے ساتھ پڑھے یا ٹھہر ٹھہر کر۔

(مسند احمد، جلد نہم، رقم الحدیث، 2946)

مال اور باپ میں سے بچے کی پرورش کا بیان

حضرت ہلال بن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو میمونہ جس کا نام سلمہ تھا اہل مدینہ کا آزاد کردہ غلام اور سچا آدمی تھا اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک فارسی عورت آئی اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جس کے بارے میں میاں بیوی دعویٰ کرتے تھے اور اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے رکھی تھی اس نے فارسی زبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو کی کہ میرا شوہر مجھ سے میرے بیٹے کو چھیننا چاہتا ہے حضرت ابو ہریرہ نے اس کی بات سن کر کہا دونوں اس پر قہر اندازی کر لو یہ بات انہوں نے فارسی میں اس کو

سمجھا دی۔ اس کے بعد اس کا خاوند آیا اور بولا مجھ سے میرے بچہ کے بارے میں کون جھگڑتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا واللہ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی۔ میں آپ کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے سنا وہ کہہ رہی تھی میرا شوہر مجھ سے میرا بیٹا چھیننا چاہتا ہے۔ حالانکہ میرا بیٹا مجھ کو ابو عتبہ کے کنوئیں سے پانی لا کر پلاتا ہے اور میری خدمت کرتا ہے۔ (یعنی میں نے پال پوس کر بڑا کیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دونوں قرعہ ڈالو۔ بعد میں اس کا شوہر آیا اور بولا مجھ سے میرا بچہ کے بارے میں کون جھگڑتا ہے؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکے سے فرمایا۔ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان میں سے جس کا جی چاہے تو ہاتھ پکڑ لے پس اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اس کو لے کر چلی گئی۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم، رقم الحدیث، 511)

والدین اور بچوں کی درسگاہ

بچوں کی پہلی درسگاہ یا تربیت گاہ والدہ کی گود ہے جو دنیا کی تمام یونیورسٹیوں سے بھی بھاری ہے کہ یہاں جو کچھ ایک بچہ سیکھتا ہے اس کا معیار دنیا کی کسی یونیورسٹی سے نہیں ملتا۔ وہ طالب علم جو دنیا کے ہر تعلیمی ادارے اور یونیورسٹی میں فیل ہو جاتا ہے اور ماہرین تعلیم کے مطابق وہ پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن یہی طالب علم والدہ کی گود میں رہ کر اور مادری زبان کی تمام فصاحتیں اور بلاغتیں سیکھ جاتا ہے اور پاس ہو جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں انگریزی سیکھنے کے لئے دس بارہ سال طلباء صرف کر دیتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں انگریزی پر عبور حاصل نہیں ہوتا لیکن معصوم بچہ چند ماہ و سال میں اپنی مادری زبان پر نہ صرف عبور بلکہ اس زبان کے اشارات و کنایات تک سیکھ جاتا ہے۔ زبان سے لے کر تمام وہ عادات جن سے ایک معاشرہ وابستہ ہوتا ہے بچے کے سیکھنے کا عمل یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اور والدہ کی نصیحت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی والدہ نے انہیں نصیحت کی۔ کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔ اسی نصیحت کی برکت دیکھیے کہ انہوں نے ڈاکوؤں کے سامنے بھی سچ بولا اور کہہ دیا کہ میرے پاس مال ہے۔ جس سے نہ صرف ڈاکوؤں کا سردار بلکہ ڈاکوؤں کا پورا قافلہ توبہ تائب ہوا۔

وہ والدہ جو روزانہ صبح کی نماز سے قبل چودہ پاروں کی تلاوت کیا کرتی تھی جب اس سے پیدا ہونے والے بچے نے درسگاہ میں داخلہ لیا تو یہ کہہ کر کہ مجھے سبق ”سبحان الذی اسریٰ“ پندرہویں پارے سے شروع کرایا جائے کیونکہ چودہ پارے تو میں نے اپنی والدہ کے پیٹ میں حفظ کر لئے ہیں۔

والدین کی زبان ان کی غادات، ان کے رہن سہن کے طریقے گویا کہ ابتدائی طور پر پوری معاشرت بچہ والدین سے سیکھتا ہے کہ والدین اگر نماز پڑھتے ہوں تو بچہ نماز کو نہ جانتے ہوئے بھی انہی کی طرح نماز پڑھتا ہے۔

اسی طرح اگر والدین گھر میں گالی گلوچ کا استعمال عام کرتے ہوں اور گندی فلمیں اور ڈرامے دیکھتے ہوں اور لوگوں سے جھوٹ اور غلط بیائیاں کرتے ہوں تو یہ تمام اثرات بچوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور نتیجے کے طور پر بچے بھی گالی گلوچ کو اپنا تکیہ کلام بنانے کے ساتھ وہ تمام بری حرکات اپناتے ہیں جو ان کو والدین سے ملتی ہیں۔

یاد رہے بچوں کی پہلی درسگاہ انتہائی نگاہداشت کی درسگاہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کی تربیت کی سیڑھی کا پہلا زینہ یہی ہے جو بچہ یہاں سے پھسل گیا۔ وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھائے گا۔ اور جو یہاں کامیاب ہو گیا پھر جگہ جگہ کی کامیابی اس کے قدموں میں ہوگی۔

والدین کے حقوق

سلیمان بن بزیدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا میں

نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں بھی ہر اس عمل سے منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے والدین کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں ان کے لئے دعا کرنے کا یوں طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ تم اپنے والدین کے لئے اس طرح دعا کرو! اے ہمارے رب! ان پر اس طرح رحم فرما جس طرح بچپن میں انہوں نے ہمیں پالا۔

اولاد کے حقوق

قرآن مجید میں آتا ہے کہ ”بے شک تمہارا مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مال اور اولاد کا تصرف سوچ سمجھ کر کریں کہ یہی تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ دیکھیے قارون کا مال اسے جہنم میں لے گیا جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مال وہ تھا جس سے آپ نے جنت کو خرید لیا۔ لہذا والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم سکھائیں۔ ایک روایت میں تین اشیاء کا ذکر ہے کہ والدین اپنی اولاد کو قرآن پڑھنا، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سکھائیں اور اہل بیت کی محبت سکھائیں۔ (مسند احمد)

سب بیٹوں کو برابری کا حصہ دینے کا حق

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنے سب بچوں کو بھی اتنا ہی دیا ہے انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم غلام کو واپس لے لو۔

بیٹیوں کے حقوق:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے دفن کرے اور نہ ہی ذلت آمیز سلوک کرے اور نہ ہی لڑکوں کو اس پر ترجیح دے یعنی اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے بدلے میں اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

رشتہ داروں کے حقوق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہوگا اور یہ کہہ رہا ہوگا کہ جس نے مجھ سے تعلق جوڑا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا، اللہ تعالیٰ اس سے تعلق ختم کر دے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی شان ایمان

تمام امت مسلمہ کے جمہور علماء و فقہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مؤمن و موحد ہیں اس عقیدے کے تحت مسلمانوں کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مؤمن و موحد ہیں، قرآن و سنت سے کثیر دلائل ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین کریمین کا ادب و احترام ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حواء سے لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک آپ کے سلسلہ میں جس قدر آباء و امہات ہیں وہ سب مؤمن ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الذی یرک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین۔ (شعراء، ۱۲۶)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اب حالت قیام میں بھی آپ کو ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت ہا پشت منتقل ہو رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و امہات مؤمن ہیں۔ (التعظیم والنسب، ص ۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۰۳، نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد حضرت اسماعیل کو چن لیا اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

(سنن ترمذی، ۳۶۰۵، مسند احمد، ج ۲، ص ۱۰۷، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قریش اللہ عز و جل کے سامنے نور تھے، یہ نور تسبیح کرتا تھا، اور فرشتے اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے

اس نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت رکھا، پھر اس کو زمین کی طرف اتارا۔ پھر کشتی میں یہ نور حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھ دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں یہ نور آگ میں ڈالا گیا، اور اللہ نے مجھے ہمیشہ مکرام پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ مجھے میرے ان والدین سے پیدا کیا جو کبھی بھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں اور بدکاری سے پیدا نہیں کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حتیٰ کہ میں اپنی والدہ سے پیدا ہوا۔ اور مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاری سے کسی چیز نے نہیں چھوا۔ (المطالب العالیہ، ج ۲، ص ۷۷-۷۸، رقم الحدیث، ۴۲۵۷، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

علامہ سید محمد امین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مسند احمد، سنن بیہقی، اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں کو نفع نہیں پہنچا سکتے، یاد رکھو! میں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع پہنچاؤں گا۔ (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

حافظ قرآن کے والدین کے لئے شرف تاج

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے زیادہ نصیب ہوگی اگر وہ تاج تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جو خود عامل ہو۔ (سنن ابوداؤد، مسند احمد، حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ خوش بخت انسان جس نے قرآن کو حفظ کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے لئے یہ شرف ہے کہ قیامت کے دن ان کے سروں پر نوری تاج سجایا جائے گا، تو امام الانبیاء، والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے والدین

کریمین کے لئے کس قدر شان والا تاج ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر تو پورا قرآن نازل ہوا ہے۔

کائنات میں منفرد شان کے والدین:

قیامت کے دن کسی کے والدین اپنی نیک اولاد کے سبب قابل رشک ہوں گے، کئی والدین کو علماء کا والدین ہونا، کئی والدین کو شہداء کا والدین ہونا، کئی والدین کو صدیقین کا والدین ہونا، کئی والدین کو انبیاء کرام کا والدین ہونے کا شرف حاصل ہوگا لیکن قسم بخدا! وہ والدین سب سے زیادہ قابل رشک ہیں جنہیں قیامت کے دن امام الانبیاء والمرسلین کا والدین ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک قبر سے صحیح و سلامت برآمد ہوا۔ سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجسام بھی اصل حالت میں تھے۔

کراچی ۲۰ جنوری یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ طیبہ میں جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کے لئے کی جانے والی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک جس کو دفن کیے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ بالکل صحیح و سالم قبر سے نکالا گیا۔ اس کے علاوہ سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجسام مبارک بھی صحیح و سالم تھے جنہیں بعد میں جنت البقیع میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے اجسام مبارک نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، جلد ۲۸، ۲۱ جنوری، ۱۹۷۸ء)

بن ماں کے بچوں کی تربیت

وہ بچے یقیناً خوش قسمت ہوتے ہیں جو اپنے والدین کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں اس تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہو کر زندگی کی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں ایسے

بچے نہ صرف زندگی میں کامیاب رہتے ہیں بلکہ ان کی شخصیت کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں رہتا۔ والدین ہر قدم پر ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

لیکن بعض مرتبہ قدرت کے فیصلے پر بہت سے بچے کم سنی ہی میں والدین کی شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں یا والدین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب زندگی کی ایک بہار بیکراں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جس کا مداوا کوئی نہیں کر سکتا۔

ہمارے معاشرے میں ہمیں بہت سے ایسے بچے ملتے ہیں جو والدین میں سے کسی ایک کی موت کے بعد بے راہ روی کا شکار ہو گئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ باپ کی موت کے بعد ماں محنت و مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہے جبکہ اس کے برعکس باپ عموماً دوسری شادی کر لیتا ہے اور اپنی پہلی اولاد کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس طرح بچے باپ کی محبت سے محروم ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی شخصیت نامکمل رہ جاتی ہے اور وہ معاشرے میں مفید شہری بننے کی بجائے معاشرے پر بوجھ بنتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ماں نہ ہو تو بچے کی تربیت کی ذمہ داری باپ پر ہے اور اگر باپ نہ ہو تو ماں کی ذمہ داری ہے لیکن افسوس! کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ماں سے محروم بچے لاوارثوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بعض دفعہ بزرگ خواتین مثلاً نانی، دادی کا سایہ میسر ہو جائے تو یہ خواتین بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی بجائے ان پر رحم کھا کر بچوں کی جائز و ناجائز ضدیں پوری کرتی ہیں اس طرح وہ خود سر ہو جاتے ہیں ان کا رویہ بعض اوقات اس قدر محبت آمیز ہوتا ہے کہ بچہ خود اپنے آپ پر رحم کھانے لگتا ہے مثلاً اگر ایک یتیم بچہ یہ جملہ سنتا ہے۔

”اس بچے کو نہ مارو بیچارہ بن ماں کے ہے“ یوں بچے کو ہر وقت ماں سے محرومی کا احساس رہتا ہے۔

حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کی ملاقات بعد از ہجر و فراق

حضرت جبریل نے آپ کو متعجب دیکھ کر عرض کیا، ہوا کی طرف نظر فرمائیے، آپ کے سرور میں شرکت کے لئے ملائکہ حاضر ہوئے ہیں جو مدتوں آپ کے غم کے سبب روتے رہے ہیں، ملائکہ کی تسبیح نے اور گھوڑوں کے ہنہانے نے اور طبل و بوق کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی جب دونوں حضرات والد و ولد، پدر و پسر قریب ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو ابتداء بسلام کا موقع دیجئے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذْهِبَ الْاَحْزَانِ" (یعنی اے غم و اندوہ کے دور کرنے والے سلام) اور دونوں صاحبوں نے اتر کر معافقہ کیا اور مل کر خوب روئے پھر اس مزین فرود گاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کر کے آراستہ کی گئی تھی، یہ دخول حدود مصر میں تھا اس کے بعد دوسرا دخول خاص شہر میں ہے جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا والدین کو تخت پر بٹھانے کا واقعہ

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا، اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امرا اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے بعد جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی آپ نے

ان سے فرمایا تم مصر میں چلو، انشاء اللہ پر امن اور بے خطر رہو گے اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل ٹھیک ہے جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ رہنا چلے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ ایوا اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے اووالیہ احاہ میں ہے اور حدیث میں بھی ہے من اوی محدثا پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آجانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر با آرام رہو سہو، مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔

حضرت رابعہ بصری اور والد گرامی

یہ واقعہ حضرت رابعہ بصریہ کا ہے۔ 97ھ کی ایک رات ان کے والدین پر بڑی بھاری اور نازک تھی۔ یہ سرد اور تاریک رات تھی۔ اچانک رابعہ بصریہ کی والدہ کو دردزہ شروع ہوا۔ آپ کے والد گرامی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بڑے پریشان ہوئے کروں تو کیا کروں۔ چراغ جلانے کے لئے تیل کہاں سے لاؤں۔ پکانے کے لئے گھی کدھر سے لاؤں۔ یہ مشکل گھڑی بھی گزری اور نواز سیدہ کی آواز نے سب کو متوجہ کیا۔ اسماعیل کے کانوں میں آواز پڑی تو دل دھڑکنے لگا کہیں ایسا نہ ہو کہ اب کے بھی لڑکی پیدا ہوئی ہو۔ کیونکہ وہ پہلے بھی تین لڑکیوں کے باپ تھے۔ مگر یہ آواز لڑکی ہی کی تھی، لڑکا یا لڑکی دیتا

اللہ کا کام ہے۔ اس میں باپ یا ماں کا کچھ ہاتھ نہیں ہوتا۔ اسماعیل نے بچی کا نام رابعہ رکھ دیا کیونکہ یہ چوتھی لڑکی تھی۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں سردی سے بچاؤ کے لئے کپڑا بھی کم تھا ماں اور بہنوں نے اصرار کیا کہ فلاں پڑوسی کے ہاں جاؤ اور تھوڑا سا تیل ہی لے آؤ۔

جب باپ پڑوسی کے گھر پہنچا تو وہ سو رہا تھا آپ بنا مانگے ہی واپس آ گئے۔ غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں۔ واپس آئے تو بڑی بیٹی نے قدموں کی آہٹ سنتے ہوئے پوچھا، بابا تیل ملا؟ تیل لائے ہو؟ نہیں بیٹی! باپ نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

باپ کا یہ جواب سن کر بیٹی نے کہا آپ کسی دوسرے دروازے پر چلے جاتے تیل مل جاتا تو روشنی ہو جاتی۔ باپ نے کہا دوسرا دروازہ ہاں بابا دوسرا دروازہ باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور روتے ہوئے کہنے لگے بیٹی دوسرا دروازہ تو ہمیشہ کھلا رہتا ہے مگر اسے دستک دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ ہمارے حال کو جانتا ہے۔ اسی حال میں آنکھ لگ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔ فرمانے لگے اسماعیل رنجیدہ نہ ہو۔ تم امیر بصرہ کے پاس جاؤ۔ اس سے جا کر کہو تم جو رات کو 100 بار اور ہر جمعہ کی رات 400 بار درود پڑھا کرتے تھے اس جمعہ کو کیوں نہ پڑھا؟ اور کہنا کہ اس کفارہ میں 400 دینار میرے حوالے کر دیجئے۔

بیدار ہوتے ہی عجیب کیفیت کہ حضور کا دیدار ہوا اور اپنا قاصد بنا کر بصرہ بھیجا!!! چنانچہ رابعہ کے والد گرامی امیر بصرہ کے پاس گئے اس نے آمد کا سبب پوچھا۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا۔ اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی کیونکہ اس کے اس وظیفہ کی کسی اور کو خبر نہ تھی اٹھا اور چار سو دینار لا کر خدمت میں پیش کئے۔ زندگی کی گاڑی میں کچھ تیل پڑا۔ پھر ختم ہو گیا۔ رابعہ بصرہ اپنے باپ کے ساتھ ساتھ رہتیں جو ہمیشہ پریشان اور عبادت میں مشغول رہتا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ فجر کے وقت اٹھتیں۔ جب

باپ دعا مانگتا تو ساتھ گریہ وزاری کرتیں۔ باپ سے ادب اور دین کی تعلیم بچپن ہی سے لینا شروع کر دی۔ ایک دن والد گرامی کھانے کو کچھ لائے تو سب بیٹھ کر شام کا کھانا کھانے لگے مگر رابعہ بصریہ کھانے سے دور رہیں۔ باپ نے کہا۔ رابعہ! تو کیوں نہیں کھاتی؟ آپ نے جواب دیا۔ ابو جی! خدا جانے یہ کھانا حلال ہے یا۔۔۔ یہ سن کر باپ چونکا اور دریافت کرنے لگا بیٹی کبھی ایسا پہلے ہوا ہے کہ حلال نہ ملا ہو۔ تو ہم نے حرام کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو؟ آپ نے کہا ابو جی! ہمیں اس دنیا میں بھوک پر صبر کرنا چاہیے تاکہ آخرت میں آگ پر صبر نہ کرنا پڑے۔

اس بچی کی باتیں سن کر باپ بڑا خوش ہوتا اور حیران بھی جب کبھی کوء سورت رابعہ بصری یاد کرتیں تو پہلے باپ کو سناتیں۔ باپ سن کر خوشی سے رونے لگ جاتا۔ باپ نے اس بچی کو اس نہج پر پرورش کی کہ بڑے بڑے اولیاء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ بھی باپ ہیں بچی کے بچے کے۔ آپ سے بھی پوچھ ہوگی کہ اولاد کو ادب سکھایا تھا؟ دین سکھایا تھا؟ کیا جواب دو گے؟ بچہ پیدا کرنے میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال یہ ہے کہ بچہ کمال تک پہنچا ہے کہ نہیں۔ بچیوں کو پردہ کراؤ اور سب سے پہلے سورہ نور پڑھاؤ۔ لڑکوں کو ادب سکھلاؤ اور سب سے پہلے سورہ یوسف پڑھاؤ۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور وعدے کی پاسداری

ابو الحجاز علیہ السلام حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر خیر بیان ہو رہا ہے آپ سارے حجاز کے باپ ہیں جو نذر اللہ کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے۔ ہر حق ادا کرتے تھے ہر وعدے کی وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ فلاں جگہ آپ کو ملوں گا وہاں آپ آحسب وعدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا۔ آپ اس کے انتظار میں وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ایک دن رات پورا گزر گیا اب اس شخص کو یاد آیا اس نے آ کر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے

فرمایا جب وعدہ ہوں چکا تھا تو پھر میں آپ کیا آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا تھا اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تو کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کا لگزر چکا تھا۔ ابن شوزب کہتے ہیں وہیں مکان کر لیا تھا۔ عبد اللہ بن الحما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ آپ یہیں ٹھہرے میں ابھی واپس آتا ہوں پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری دوسرا دن گزر گیا تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ مشقت میں ڈال دیا میں آج تین دن سے یہیں تمہارا انتظار کرتا رہا۔ (خرائطی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے بوقت ذبح کیا تھا کہ اباجی آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدے کی وفا کی اور صبر و برداشت سے کام لیا۔ وعدے کی وفائیک کام ہے اور وعدہ خلافی بہت بری چیز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ایمان والو وہ یا تین زبان سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی غضبناکی کی ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

سنائے کی آغوش میں زندگی

اب جہاں پر بیت اللہ بنا ہوا ہے یہاں ایک ٹیلہ تھا اور سنسان بیابان تھا کوئی اپنے سہنے والا وہاں نہ تھا یہاں پہنچ کر ماں بیٹے کو بٹھا کر پاس تھوڑی سی کھجوریں اور مشکیزہ پانی کا رکھ کر آپ چلے گئے جب خلیل اللہ نے پیٹھ موڑی اور جانے لگے تو مائی حاجرہ نے آواز دی اے خلیل اللہ ہمیں اس دہشت و وحشت والے بیابان میں یکہ و تنہا چھوڑ کر جہاں ہمارا کوئی مولس و ہمد نہیں آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس طرف توجہ تک نہ کی، منہ موڑ کر بھی نہ دیکھا حضرت ہاجرہ کے بار بار کہنے پر بھی آپ نے التفات نہ فرمایا تو آپ فرمائے لگیں اللہ کے خلیل آپ ہمیں کسے سوئپ چلے؟ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ کے۔ کہا اے خلیل اللہ کیا اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم

ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں مجھے اللہ کا یہی حکم ہے یہ سن کر ام اسمعیل کو تسکین ہو گئی اور فرمانے لگیں پھر تشریف لے جائیے وہ اللہ جل شانہ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اسی کا بھروسہ اور اسی کا سہارا ہے۔ حضرت ہاجرہ لوٹ گئیں اور اپنے کلیجہ کی ٹھنڈک اپنی آنکھوں کے نور ابن نبی اللہ کو گود میں لے کر اس سنان بیابان میں اس ہو کے عالم میں لا چار اور مجبور ہو کر بیٹھ رہیں۔ حضرت ابراہیم جب ثنیہ کے پاس پہنچے اور یہ معلوم کر لیا کہ اب حضرت ہاجرہ پیچھے نہیں اور وہاں سے یہاں تک ان کی نگاہ کام بھی نہیں کر سکتی تو بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا آیت (رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بُوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ) 14۔ ابراہیم، 37) الہ العالمین میں نے اپنے بال بچوں کو ایک غیر آباد جنگل میں تیرے برگزیدہ گھر کے پاس چھوڑا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں دے شاید وہ شکرگزاری کریں آپ نے یہ دعا کر کے حکم اللہ بجالا کر اپنی اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے ادھر حضرت ہاجرہ صبر و شکر کے ساتھ بچے سے دل بہلانے لگیں جب تھوڑی سی کھجوریں اور ذرا سا پانی ختم ہو گیا اب اناج کا ایک دانہ پاس ہے نہ پانی کا گھونٹ خود بھی بھوک پیاسی ہیں اور بچہ بھی بھوک پیاس سے بیتاب ہے یہاں تک کہ اس معصوم نبی زادے کا پھول سا چہرہ کھلانے لگا اور وہ تڑپنے اور بلکنے لگا ماما بھری ماں کبھی اپنی تنہائی اور بیکسی کا خیال کرتی ہے کبھی اپنے ننھے سے اکلوتے بچے کا یہ حال بغور دیکھتی ہے اور سہی جاتی ہے معلوم ہے کہ کسی انسان کا گزر اس بھیانک جنگل میں نہیں، میلوں تک آبادی کا نام و نشان نہیں کھانا تو کہاں؟ پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں آ سکتا آخر اس منہی سی جان کا یہ ابتر حال نہیں دیکھا جاتا تو اٹھ کر چلی جاتی ہیں اور صفا پہاڑ جو پاس ہی تھا اس پر چڑھ جاتی ہیں اور میدان کی طرف نظر دواڑاتی ہیں کہ کوئی آتا جاتا نظر آ جائے لیکن نگاہیں مایوسی کے ساتھ چاروں طرف ڈالتی ہیں اور کسی کو بھی نہ دیکھ کر پھر وہاں سے اتر آتی ہیں اور اسی طرح درمیانی تھوڑا سا حصہ دوڑ کر باقی حصہ جلدی جلدی طے کر کے

پھر صفا پر چڑھتی ہیں اسی طرح سات مرتبہ کرتی ہیں ہر بار آ کر بچہ کو دیکھ جاتی ہیں اس کی حالت ساعت بہ ساعت بگڑتی جا رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں صفا مروہ کی سعی جو حاجی کرتے ہیں اس کی ابتدا یہی سے ساتویں مرتبہ جب حضرت ہاجرہ مروہ پر آتی ہیں تو کچھ آواز کان میں پڑتی ہے آپ خاموش ہو کر احتیاط کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں کہ یہ آواز کیسی؟ آواز پھر آتی ہے اور اس مرتبہ صاف سنائی دیتی ہے تو آپ آواز کی طرف لپک کر آتی ہیں اور اب جہاں زمزم ہے وہاں حضرت جبرائیل کو پاتی ہیں حضرت جبرائیل پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ آپ جواب دیتی ہیں میں ہاجرہ ہوں میں حضرت ابراہیم کے لڑکے کی ماں ہوں فرشتہ پوچھتا ہے ابراہیم تمہیں اس سنسان بیابان میں کسے سوئپ گئے ہیں؟ آپ فرماتی ہیں اللہ کو فرمایا پھر تو وہ کافی ہے حضرت ہاجرہ نے فرمایا اے غیبی شخص آواز تو میں نے سن لی کیا کچھ میرا کام بھی نکلے گا؟

آب زم زم کا چشمہ جاری ہونے کا واقعہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین رگڑی وہیں زمین سے ایک چشمہ پانی کا ابلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ہاتھ سے اس پانی کو مشک میں بھرنا شروع کیا مشک بھر کر پھر اس خیال سے کہ پانی ادھر ادھر بہ کر نکل نہ جائے آس پاس باڑ باندھنی شروع کر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ ام اسمعیل پر رحم کرے اگر وہ اس طرح پانی کو نہ روکتیں تو زم زم کنویں کی مثل میں نہ ہوتا بلکہ وہ ایک جاری نہر کی صورت میں ہوتا اب حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور بچہ کو بھی پلایا اور دودھ پلانے لگیں فرشتے نے کہہ دیا کہ تم بیفکر رہو اللہ تمہیں ضائع نہ کرے گا جہاں تم بیٹھی ہو یہاں اللہ کا ایک گھر اس بچے اور اس کے باپ کے ہاتھوں بنے گا حضرت ہاجرہ اب یہیں رہ پڑیں زمزم کا پانی پیتیں اور بچہ سے دل بہلاتیں بارش کے موسم میں پانی کے سیلاب چاروں طرف سے آتے لیکن یہ جگہ ذرا اونچی تھی ادھر ادھر سے پانی گزر جاتا ہے اور یہاں امن رہتا کچھ مدت کے بعد جرہم کا قبیلہ خدا کے راستہ کی طرف سے اتفاقاً گزرا اور مکہ شریف کے نیچے

کے حصہ میں اتر ان کی نظریں ایک آبی پرند پر پڑیں تو آپس میں کہنے لگے یہ پرندہ تو پانی کا ہے اور یہاں پانی کبھی نہ تھا ہماری آمد و رفت یہاں سے کئی مرتبہ ہوئی یہ تو خشک جنگل اور چٹیل میدان ہے یہاں پانی کہاں؟ چنانچہ انہوں نے اپنے آدمی اصلیت معلوم کرنے کے لیے بھیجے انہوں نے واپس آ کر خبر دی کہ وہاں تو بہترین اور بہت سا پانی ہے اب وہ سب آئے اور حضرت ام اسمعیل سے عرض کرنے لگے کہ مائی صاحبہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی یہاں ٹھہر جائیں پانی کی جگہ ہے آپ نے فرمایا ہاں شوق سے رہو لیکن پانی پر قبضہ میرا ہی رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہاجرہ تو چاہتی تھیں کہ کوئی ہم جنس مل جائے چنانچہ یہ قافلہ یہاں رہ پڑا حضرت اسمعیل بھی بڑے ہو گئے ان سب کو آپ سے بڑی محبت ہو گئی یہاں تک کہ آپ بالغ ہوئے تو انہی میں نکاح بھی کیا اور انہی سے عربی بھی سیکھی مائی ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال یہیں ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے اجازت ملی تو آپ اپنے لخت جگر کی ملاقات کے لیے تشریف لائے بعض روایات میں ہے کہ آپ کا یہ آنا جانا براق پر ہوتا تھا۔

دروازے کی چوکھٹ سے مراد بیوی ہونے کا واقعہ

ملک شام سے آتے تھے اور پھر واپس جاتے تھے یہاں آئے تو حضرت اسمعیل گھر پر نہ ملے اپنی بہو سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو جواب ملا کہ کھانے پینے کی تلاش میں یعنی شکار کو گئے ہیں آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ کیا برا حال ہے بڑی تنگی اور سختی ہے فرمایا اچھا تمہارے خاوند آویں تو انہیں سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ حضرت ذبیح اللہ جب واپس آئے تو گویا آپ کو کچھ انس سا معلوم ہوا پوچھنے لگے کیا کوئی صاحب تشریف لائے تھے؟ بیوی نے کہا ہاں ایسی ایسی شکل و شبابہت کے ایک عمر رسیدہ بزرگ آئے تھے؟ آپ کی نسبت پوچھا میں نے کہا وہ شکار کی تلاش میں باہر گئے ہیں پھر پوچھا کہ گزران کیسی چلتی ہے؟ میں نے کہا بڑی سختی اور تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے پوچھا کچھ مجھ سے کہنے کو بھی فرما گئے ہیں؟ بیوی نے کہا ہاں کہہ گئے کہ وہ

جب وہ آئیں میرا سلام کہنا اور کہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں آپ فرمانے لگے بیوی سنو یہ میرے والد صاحب تھے اور جو فرما گئے ہیں اس سے مطلب یہ ہے کہ (چونکہ تم نے ناشکری کی) میں تم کو الگ کر دوں جاؤ میں نے تمہیں طلاق دی انہیں طلاق دے کر آپ نے اسی قبیلہ میں اپنا دوسرا نکاح کر لیا ایک مدت کے بعد پھر حضرت ابراہیم باجارت الہی یہاں آئے اب کی مرتبہ بھی اتفاقاً حضرت ذبیح سے ملاقات نہ ہوئی بہو سے پوچھا تو جواب ملا کہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں شکار کو گئے ہیں آپ آئیے، تشریف رکھئے جو کچھ حاضر ہے تناول فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یہ تو بتاؤ کہ گزر بسر کیسی ہوتی ہے؟ کیا حال ہے؟ جواب ملا الحمد للہ ہم خیریت سے ہیں اور بفضل رب کعبہ کشادگی اور راحت ہے اللہ کا بڑا شکر ہے حضرت ابراہیم نے کہا تمہاری خوراک کیا ہے؟ کہا گوشت پوچھا تم پیتے کیا ہو؟ جواب ملا پانی آپ نے دعا کی کہ پروردگار انہیں گوشت اور پانی میں برکت دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اناج ان کے پاس ہوتا اور یہ کہتیں تو حضرت خلیل علیہ السلام ان کے لیے اناج کی برکت کی دعا بھی کرتے اب اس دعا کی برکت سے اہل مکہ صرف گوشت اور پانی پر گزر کر سکتے ہیں۔ اور لوگ نہیں کر سکتے آپ نے فرمایا اچھا میں تو جا رہا ہوں تم اپنے میاں کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ اپنی چوکھٹ کو ثابت اور آباد رکھیں بعد ازاں حضرت اسماعیل آئے سارا واقعہ معلوم ہوا آپ نے فرمایا یہ میرے والد مکرم تھے مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں الگ نہ کروں۔

ذبیح اللہ علیہ السلام سے متعلق مختلف واقعات

خلیل اللہ جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے ان سے ہٹ جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر جاؤں گا میرا رہنما میرا رب ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تاکہ وہی تو حید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بر دربار بچے کی بشارت دی جاتی۔ یہ حضرت اسماعیل

علیہ السلام تھے یہی آپ کے لیے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحاق سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں بلکہ ان کی کتب میں موجود ہے کہ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیالیس سال کی تھی اور جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام تولد ہوتے ہیں اس وقت آپ کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ بلکہ ان کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیم کو اپنے اکلوتے فرزند کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لیے کہ یہ لوگ خود تو نبی اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نبی اللہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں۔ انہیں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر حضرت اسحاق کو دے دیا اور بیجا تاویلیں کرتے اللہ کے کلام کو بدل ڈالا۔ اور کہا ہماری کتاب میں لفظ وحیدک ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لیے کہ حضرت اسماعیل تو اپنی والدہ کے ساتھ مکے میں تھے یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف حضرت اسحاق تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ وحید اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوٹھی کے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی اور اس کے جولا ڈ پیار ہوتے ہیں عموماً دوسری اولاد کے ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے۔ اس لیے اس کے ذبیحہ کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بیدلیل اپنے ہاں لے لیا اور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجیے کہ حضرت اسماعیل کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر ذکر ہوا اور پھر اللہ کی راہ میں ذبح کے لیے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالح حضرت اسحاق کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا۔ اور فرشتوں نے بشارت اسحاق کے موقع

پر غلامِ علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے بشارت اسحاق کے ساتھ ہی ہے (وَمِنْ وَرَاءِ اسْحٰقَ يَعْقُوبُ 71-11 ہود، 71) یعنی حضرت ابراہیم کی حیات میں ہی حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوں گے یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جا چکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصف یہاں پر بردباری کا بیان کیا گیا ہے۔ جو ذبح کے لیے نہایت مناسب ہے۔ اب حضرت اسماعیل بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ آپ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے حضرت ابراہیم عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے یہ مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے لڑکپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے کا کام کاج کرنے کے قابل بن گئے تو حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ گویا آپ اپنے پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔

ذبح اللہ علیہ السلام کے صبر کی انوکھی مثال کا واقعہ

پس اللہ کے رسول نے اپنے لخت جگر کی آزمائش کے لیے کہ اچانک وہ گھبرانہ اٹھے، اپنا ارادہ ان کے سامنے ظاہر کیا۔ وہاں کیا تھا۔ وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے نبی ابن نبی تھے جواب دیتے ہیں اب پھر دیر کیوں لگا رہے ہو یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالیے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینانی کیا کروں چھری رکھے خود معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الوعد ہونے کا سرٹیفکیٹ اللہ کی طرف سے حاصل کر ہی لیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم اللہ کی اطاعت کے لیے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں باپ بچے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور باپ اپنے نور چشم لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تاکہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ

آجائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔ مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی نور نظر کو ذبح کرنے کے لیے بحکم اللہ لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیم اس سے آگے بڑھ گئے، پھر حضرت خیرائیل کے ساتھ آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں۔ پھر جمرہ وسطیٰ پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لیے نیچے پچھاڑا، ذبح اللہ کے پاک جسم پر اس وقت سفید چادر تھی کہنے لگے ابا جی اسے اتار لیجئے تاکہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ اس وقت بیٹے کو ننگا کرتے وقت باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم خواب کو سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈا سفید رنگ کا بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی لیے ہم اس قسم کے مینڈے (چھترے) چن چن کر قربانی کے لیے لیتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحاق کا نام مروی ہے۔ تو گودونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اول ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیلیں آرہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بدلے بڑا ذبیحہ اللہ نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ جنتی چھتر تھا جو وہاں چالیس سال سے کھاپی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ اپنے بچے کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ جمرہ اولیٰ پر آ کر سات کنکریاں پھنکیں پھر وہ بھاگ کر جمرہ وسطیٰ پر آ گیا۔ سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے ملخڑ میں لا کر ذبح کیا اس کے سینگ سرسمیت ابتداء اسلام کے زمانہ تک کعبے کے پرنا لے کے پاس لٹکتے رہے تھے پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

نامراد شیطان کے ناکام کوششوں کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعب کتاب کے قصے بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا فرمان ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے اپنی امت کی شفاعت کیلئے۔ اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ صدقے جائیں پھر حضرت کعب نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپ اپنے لڑکے حضرت اسمعیل کو ذبح کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت انہیں نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لیے مایوس ہو جانا چاہیے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیم تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ وہ ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں مائی صاحبہ نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ کی طرف سے یہی حکم ہے جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہا لے جاتے ہیں۔؟ فرمایا اپنے کام کے لیے کہا نہیں بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں، فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں اللہ کا انہیں حکم ہے۔ کہا پھر تو واللہ انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہیے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہ کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لیے ملعون نے کہا نہیں بلکہ تم تو اسے ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لیے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ کا حکم تمہیں یونہی ہے، آپ نے فرمایا اللہ کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب ابلیس مایوس ہو گیا۔

شرکیہ عقائد سے پاک رہنے والوں کے لئے دعائے اسحاق کا بیان

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس تمام واقعے کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حضرت اسحاق سے فرمایا کہ ایک دعا تم مجھ سے مانگو جو مانگو گے ملے گا حضرت اسحاق نے کہا پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہو اسے تو ضرور جنت میں

لے جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں یا تو یہ کہ میری آدھوں آدھ امت بخشی جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو میں نے شفاعت کرنے کو ترجیح دی اس پر کہ وہ عام ہوگی ہاں ایک دعا تھی کہ میں وہی کرتا لیکن اللہ کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے اس دعا کو مانگ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کر دی تو ان سے فرمایا گیا کہ تو مانگ جو مانگے گا دیا جائے گا۔ تو حضرت اسحاق نے فرمایا واللہ شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا اللہ جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اسے بخش دے اور جنت میں پہنچا دے۔

یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سنداً غریب اور منکر ہے اور اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ کہ (جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق سے) آخر تک راوی اپنے نہ ہوں جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کر دیئے ہیں۔ ذبح اللہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، محل ذبح منیٰ ہے اور وہ مکے میں ہے اور حضرت اسماعیل یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحاق وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیتے ہیں جناب باری سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیم تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔

سدی سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہ نے ذبح اللہ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہو گئی اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی۔ ہم اسی طرح ٹیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی سختیوں سے بچا لیتے ہیں اور چھٹکارا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے اسی طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان وہ ہم میں بھی نہ ہو۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے اللہ اپنے کاموں کو مکمل کر کے چھوڑتا ہے ہر چیز کا اس نے ایک اندازہ مقرر کر

رکھا ہے۔ اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہو سکتا ہے ہاں معتزلہ اسے نہیں مانتے۔ وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لیے کہ خلیل اللہ کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیے کے ساتھ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے۔ اسی لیے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لیے جناب خلیل اللہ علیہ السلام کی تعریف میں قرآن میں ہے ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔

بڑے ذبح کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا۔ سفید رنگ بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈھا فدیے میں دیا گیا جو ژیر بول کے درخت سے بندھا ہوا ملا۔ جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ منی میں ژیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا یہ چیختا ہوا اوپر سے اتر اٹھا۔ یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہابیل نے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا۔ اس کی اون قدرے سرخی مائل تھی اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا۔ کوئی کہتا ہے مٹی میں نحر پر۔ ایک شخص نے اپنے تئیں راہ اللہ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے ایک سواونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔

اکثر لوگوں کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں یہ پہاڑی بکرا تھا۔ کوئی کہتا ہے نہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بھیڑ کے سینک بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں جاؤ اسے ڈھک دو بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہئے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔

بیت اللہ میں نصب بھیڑ کے سینگوں کا واقعہ

حضرت سفیان فرماتے ہیں اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے، یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر اور مسلسل چلے آئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ واللہ اعلم۔ ان آثار کا بیان جن میں ذبیح اللہ کا نام ہے ابو میسرہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے میں یوسف بن یعقوب بنی اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں (عبید بن عمیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ اے اللہ کیا وجہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیم اسمعیل اور یعقوب کے اللہ کی قسم، تو جواب ملا اس لئے ابراہیم نے تو ہر چیز پر مجھی کو ترجیح دی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنے تئیں میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں اور یعقوب کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کے حسن ظنی میرے ساتھ بڑھتی ہی رہی۔

ابن مسعود کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخر اپنے باپ دادوں کا نام لیا تو آپ نے فرمایا قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسف کے تھے جو یعقوب بن اسحاق اور ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ عکرمہ، ابن عباس، خود عباس، علی سعید بن جبیر، مجاہد، شعبی، عبید بن عمر، ابو میسرہ، زید بن اسلم، عبد اللہ بن شفیق، زہری، قاسم بن ابوبرزہ، محمول، عثمان بن ابی عاص، سدی، حسن، قتادہ، ابوالہذیل، ابن سابط، کعب احبار رحمہم اللہ، جمعین، ان سب کا یہی قول ہے۔

اور ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ صحیح علم تو اللہ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت

کعب احبار ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے، لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح غلط کی تمیز اٹھ گئی حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ بغوی نے کچھ اور نام بھی صحابہ تابعین کے بتلائے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا مگر وہ حدیث صحیح نہیں اس میں دوراوی ضعیف ہیں۔ حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی موقف، چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباس کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ان آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحاق کا نام جھوٹ موٹ لیتے ہیں ابن عمر مجاہد شعمی حسن بصری محمد بن کعب قرظی، خلیفہ المسلمین حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے سامنے جب محمد بن قرظی نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبیح کے ذکر کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا یعقوب نامی جب ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہوں کے اس سے پہلے ہی ان کے ذبیح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہی ہیں پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو انہوں نے فرمایا امیر المسلمین سچ تو یہی ہے کہ جن کے ذبیح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل ہی تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی

طرف لوٹتی ہے اس حسد کے بارے میں یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق کا نام لے دیا۔

حقیقی علم اللہ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیل حضرت اسحاق دونوں ہی طاہر و طیب اور اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل ہی تھے۔ حضرت علی حضرت ابن عمر ابوالطفیل، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، شعی، محمد بن کعب، ابوجعفر محمد بن علی ابوصالح رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ امام بغوی نے اور بھی صحابہ اور تابعین کے نام گنوائے ہیں۔

ایک حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا خوب ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا سنو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جب ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کی راہ میں دو ذبح ہونے والوں کی نسل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوائیے اس پر آپ ہنس دیے۔ ایک تو ذبح اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ تھے دوسرے حضرت اسماعیل جن کی نسل میں سے آپ ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے والدین اور تقویٰ

نوجوان یاد الہی میں غرق ہو چکا تھا۔ ہر شے سے آواز دوست آرہی تھی اب عشق کا وہ مرحلہ آگیا تھا جہاں دنیا کے تمام مادی رشتے توڑ دیئے جاتے ہیں اور سجدہ گاہ دل کو بتوں سے خالی کر دیا جاتا ہے نوجوان بھی ذہنی یکسوئی اور سکون دل کی خاطر دنیا سے کنارہ کش ہو کر دریا کے کنارے آپڑا یہاں حرص و ہوس کے ہنگامے نہیں تھے۔ یہاں آزاد ہوا میں نوجوان کو قلندرانہ پیغام دے رہی تھیں کہ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ

زندگی۔

دریا کا بہتا ہوا صاف و شفاف پانی دل و دماغ کو دنیا کی آلائشوں سے پاک رکھنے کے لئے نغمہ ازلی سنارہا تھا۔ کئی دن جذب کے اسی عالم میں گزر گئے نو جوان دنیا و مافیہا سے بے خبر مراقبہ کی منزلیں طے کرتا بالآخر روح کا سفر جاری رہا مگر جسم تھک چکا تھا نو جوان نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا ہر طرف ہو کا عالم تھا۔

نو جوان جس کوشدت سے بھوک محسوس ہو رہی تھی اس نے دور تک نظریں دوڑائیں قرب و جوار میں انسانی آبادی کے آثار ناپید تھے۔

”سرستی اے عشق اسے کہاں لے آئی“

نو جوان نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی۔ ایک صابر و شاکر بندے کی طرح پھر اچانک اس کی نظر دریا میں بہتے ہوئے سیب پر پڑی۔ رزاق عالم کی رزاقی پر اس کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا، وہ تیزی سے جھکا اور اس نے سیب کو پانی سے نکال کر کھالیا۔ پھر باواز بلند خالق کائنات کا شکر ادا کیا۔

سیب کھانے کے بعد بھوک سے کسی حد تک نجات مل گئی اور نو جوان اس حسن اتفاق کو دست غیب کی کار فرمائی سمجھ کر مطمئن ہو گیا۔۔۔ مگر کچھ دیر بعد ہی یکا یک اس کے ذہن میں ایک اندیشہ نے سر ابھارا۔ یہ سیب کسی کی ملکیت تو نہیں تھا؟

اس خیال کے آتے ہی نو جوان مضطرب ہو گیا اور اس کے پر نور چہرے پر وحشت برسنے لگی جیسے اسے کسی نے چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا ہو

کیا تو نے سیب کے مالک سے اسے کھانے کی اجازت مانگی تھی؟ کسی نے پکار کر کہا۔
نو جوان نے گھبرا کر اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔۔۔ مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا
نو جوان ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ چند لمحوں بعد اسے وہی آواز پھر سنائی دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ذہنی کشمکش وحشت میں تبدیل ہو گئی نو جوان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں اور اسے پکارنے والا کون ہے؟ آخر بہت دیر بعد اس پر یہ راز فاش ہوا کہ یہ آوازیں کسی غیر کی نہیں بلکہ خود

اسے اس کا ضمیر پکار رہا ہے پھر یہ خلش اس سے برداشت نہ ہو سکی اور وہ بے اختیار دریا کی اس سمت روانہ ہو گیا جدھر سے سیب بہہ کر آیا تھا۔

نو جوان تیز رفتاری کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے چلتا رہا اور قدم قدم پر دعا مانگتا رہا۔ کہ سیب کے مالک سے ملاقات ہو جائے اور وہ اس سے اس بددیانتی کی معافی مانگ سکے۔ کافی طویل سفر تھا وقت کے فاقوں سے نیم جان مسافر تھکتا جا رہا تھا کہ اسے سیبوں کا ایک باغ دیکھائی دیا۔ نو جوان کو اپنے نڈھال جسم میں تازگی کی ایک لہری محسوس ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ سیب کے کچھ درخت پانی پر جھکے ہوئے تھے نو جوان کو یقین آ گیا کہ جس سیب نے کچھ دیر کے لئے اس کے شکم کی آگ کو سرد کیا تھا اس کا تعلق اسی باغ سے تھا۔

نو جوان نے باغ میں کام کرتے ہوئے مزدوروں سے پوچھا؟ اس باغ کے مالک کون ہیں؟ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ایک مزدور نے نو جوان کو ٹھہرا کر انتظار کرنے کے لئے کہا اور خود باغ کے ایک گوشے کی طرف چلا گیا۔

کچھ دیر بعد باغ کا ایک مالک نظر آیا جو ایک عمر رسیدہ شخص تھا کیسے آئے ہو نو جوان؟ بوڑھے کا لہجہ نہایت شگفتہ تھا مجھ سے کوئی کام ہے؟

نو جوان باغ کے مالک کی بزرگی دیکھتے ہوئے احترام ادا کر رہا تھا۔ میں دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سیب پانی میں بہتے ہوئے نظر آیا مجھے اس وقت شدت کی بھوک محسوس ہو رہی تھی جس کی وجہ سے میں نے اس سیب کو اٹھا کر کھا لیا۔ مگر اب میں ضمیر پر ناقابل برداشت ایک بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔

باغ کے مالک نے بڑی حیرت کے ساتھ نو جوان کی گفتگو سنی۔ کچھ دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر نو جوان سے مخاطب ہوا۔ ”اب تم کیا چاہتے ہو؟“

میں اپنا جج نہیں ہوں ورنہ آپ سے اپنی اس غلطی کی معافی مانگ لیتا۔ نو جوان نے مودبانہ لہجے میں عرض کیا۔

بوڑھا استفہامیہ نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھنے لگا، پھر آہستہ سے بولا۔ میں تمہاری اس بات کا مفہوم نہیں سمجھا، ذرا وضاحت سے اپنا مقصد بیان کرو۔

میرا مطلب یہ ہے کہ بزرگوں: جب کسی انسان کے دست و پا صحیح سلامت ہوں تو اسے اپنے جرم کی سزا برداشت کرنی چاہیے۔ نوجوان نے ٹھہر ٹھہر کر مدہم آواز میں کہا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں ایک سیب کی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے مگر چونکہ میں نے نہ جانتے ہوئے ایک جرم کیا ہے اس لئے اب اس سیب کی قیمت بازار میں نہیں ہوگی بلکہ جو کچھ آپ طے کریں گے وہی دل سے تسلیم کی جائے گی اور میں بہ رضا و رغبت اسے تسلیم کروں گا اس کے بعد خدا کے یہاں میرے ذمے آپ کا کوئی حساب باقی نہیں رہے گا۔

باغ کے مالک نے سر سے پاؤں تک دوبارہ نوجوان کی ظاہری شخصیت کا جائزہ لیا پھر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہنے لگا۔

نوجوان: میرا تمہارا حساب برابر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

نوجوان نے حیرت سے باغ کے مالک کی طرف دیکھا ایک معمولی سی چیز کی قیمت کی ادائیگی کے لئے پیشگی شرائط؟ اس نے سوچا مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔

پہلی شرط یہ ہے کہ تم ایک ماہ تک مسلسل میرے باغ کے درختوں کو پانی دو گے۔ باغ کے مالک نے اپنی شرائط کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ جب تم میری مرضی کے مطابق اس کام کی تکمیل تک پہنچ جاؤ گے، تو پھر میں اپنی دوسری شرط بیان کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی۔ تو میدان حشر تک تم میرے قرض دار رہو گے۔

آپ مطمئن رہیں۔ خدا نے چاہا تو میں بحسن و خوبی آپ کی یہ شرائط پوری کر دوں گا نوجوان نے کسی تاثر کے بغیر جواب دیا۔

باغ کے مالک نے ایک بار پھر حیرت بھری نظروں سے اس نوجوان کی طرف دیکھا ”تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ ایک ماہ کی شدید محنت و مشقت ایک سیب کی قیمت کے برابر کس طرح

ہو سکتی

ایک لمحے کے لئے مجھے خیال آیا تھا مگر پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ بہر حال آپ کو راضی کرنا ہے اگر آپ راضی نہ ہوں گے تو میرے جرم کا یہ داغ کس طرح مٹے گا؟

باغ کے مالک پر کچھ دیر تک حیرت و سکوت کی کیفیت طاری رہی، پھر نوجوان کو مخاطب کر کے بولا۔ اب تم اپنا کام شروع کر دو۔ ایک ماہ بعد ملاقات ہوگی۔ یہ کہہ کر بوڑھا شخص بڑے بے نیازانہ انداز میں اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔

الغرض شدید محنت کے بعد جب نوجوان نے باغ کے مالک کی اس شرط کو تکمیل تک پہنچایا۔ تو وہ جہاندیدہ شخص ذمہ داری کے اس احساس پر حیران رہ گیا۔ نوجوان کی پیشانی پسینے سے تر تھی مگر اسکے ساتھ سجدے کا وہ نشان بھی چھلک رہا تھا جو اس بات کی گواہی تھی کہ نوجوان نے اپنے ماہ و سال کس طرح گزارے ہیں۔ بوڑھے کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی مگر اس نے اپنی دلی کیفیات کا اظہار نہیں کیا۔

اب آپ مجھے اپنی دوسری شرط بتائیں ”نوجوان کے لہجے میں بیزاری نہیں، بے قراری تھی، وہ جلد از جلد باغ کے مالک کا قرض ادا کر دینا چاہتا تھا۔ تاکہ اسے اپنی ریاضت میں یکسوئی اور قلبی سکون حاصل ہو سکے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تمہیں میری لڑکی سے شادی کرنا ہوگی۔ باغ کے مالک نے انتہائی سرد لہجے میں نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نوجوان بوڑھے شخص کی دوسری شرط سن کر حیران رہ گیا۔ آپ مجھے جانتے تک نہیں کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ میرا نسب کیا ہے؟ کس کردار کا مالک ہوں؟ اور میرا ذریعہ معاش کیا ہے ان تمام باتوں کو جانے بغیر آپ نے کس قدر اہم فیصلہ کر لیا۔؟

ایک بار پھر نوجوان کی سوچ اور گفتگو نے باغ کے مالک کو متاثر کیا مگر وہ اپنی شرط پر قائم رہا یہ تمہاری ذمہ داری نہیں۔

بہر حال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ”نوجوان نے انتہائی پرسکون لہجے میں کہا ”میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

مگر شادی سے پہلے میں تمہیں اپنی بیٹی کے عیب بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ باغ کا مالک بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میری لڑکی پیدائشی بد صورت ہے جسے گردش تقدیر نے اپاہج اور اندھا بنا دیا ہے یہ کہہ کر بوڑھا شخص نو جوان کے چہرے پر اپنی دوسری شرط کا رد عمل تلاش کرنے لگا۔

نو جوان نے فوری طور پر بوڑھے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ اس عجیب و غریب شرط پر غور کرنے لگا، پھر اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔ اے رب عزیز و جلیل: اپنے اس حقیر ناتواں بندے کی دستگیری فرما۔

پھر وہ باغ کے مالک سے مخاطب ہوا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میری غلطی اسی وقت معاف ہو سکتی ہے جب میں آنکھوں کی روشنی سے محروم، ایک بد صورت اپاہج لڑکی سے شادی کر لوں۔

سوال یقیناً بہت پیچیدہ تھا جس کا باغ کے مالک کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا مگر صورت حال اس قدر الجھ گئی تھی کہ اب بوڑھے شخص کا اپنی بات پر قائم رہنا ضروری ہو گیا تھا۔ ممکن ہے تمہیں دنیاوی قانون کے مطابق یہ شرط کڑی اور غیر مناسب معلوم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اسے جبر سمجھو مگر میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب تک میری دوسری شرط پوری نہیں ہو جاتی، اس وقت تک میں تمہیں اپنا مجرم سمجھتا رہوں گا۔

نو جوان نے بوڑھے شخص کی اس وضاحت کے بعد پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ بس اس نے مدّ عزم انداز میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے رب ذوالجلال: آزمائش کے اس راستے میں میرے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو استقامت دے۔ میں صرف تیری رضا چاہتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر۔

آسمان سے نو جوان کی دعا کا کیا جواب آیا۔ یہ انسان کی ظاہری آنکھ نہ دیکھ سکی۔ مگر باغ کے مالک نے اتنا ضرور دیکھا کہ دعائیں کلمات کی ادائیگی کے بعد نو جوان کا چہرہ پُر سکون ہو گیا جیسے تائید غیبی کے سبب اس کے نفس میں یہ بوجھ اٹھانے کی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔

اس کے بعد نو جوان نے باغ کے مالک سے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ ایک باپ کی اس سے بڑی اور کیا خواہش ہو سکتی تھی کہ اس کی اپاہج، نابینا اور بد صورت بیٹی کو ایک خوب صورت

نو جوان شوہر مل جائے۔ بالآخر باغ کے مالک نے شادی میں بہت عجلت کی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا نو جوان کے چہرے پر بھی خوشی کی ایک لہر نمایاں تھی جسے پہلی ہی نظر محسوس کیا جاسکتا تھا دونوں کے چہروں پر اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کا نور تھا۔ بوڑھائیوں مطمئن تھا کہ اس کی بیٹی کا مستقبل محفوظ ہو چکا تھا۔ اور نو جوان اس لئے مسرور تھا کہ اس نے بحسن و خوبی اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ اور جب اس نے پہلی بار اپنی بیوی کو دیکھا۔ تو اس طرح گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا، جیسے کوئی اور لڑکی اس کی خلوت گاہ میں موجود ہے۔ باغ کے مالک نے اپنی بیٹی کا جو حلیہ بیان کیا تھا تجلہ عروسی میں موجود لڑکی اس سے یکسر مختلف تھی۔ روشن آنکھیں، دست و پا سالم، اور پر نور چہرہ لڑکی کے نقش و نگار پر ملکوتی حسن کا گمان ہوتا تھا۔ نو جوان انتہائی سراسیمگی کے عالم میں باغ کے مالک اور اپنے خسر کو ڈھونڈتا ہوا اس کے پاس آیا۔

بزرگ: شاید اہل خانہ سے غلطی ہو گئی، نو جوان بہت گھبرایا ہوا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے مجھے کسی نئی آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔

کیسی غلطی اور کیسی آزمائش؟ باغ کے مالک نے مسکراتے ہوئے اپنے داماد سے پوچھا، جو سر سے پاؤں تک تصویر حیرت بنا کھڑا تھا۔

آپ نے اپنی دوسری شرط میں جو لڑکی کا ظاہری حلیہ بیان کیا تھا میری بیوی اس کے مطابق نہیں ہے نو جوان نے حیرت و پریشانی کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا۔

باغ کا بوڑھا مالک نو جوان کی شدت اضطراب پر مسکرایا اور ایک شفیق باپ کی طرح بولا اے میرے نیک بچے۔ وہ تیری ہی بیوی ہے خالق کائنات نے تجھے اس سخت آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔ اللہ صبر کرنے والوں کو ایسے انعامات سے نوازتا ہے۔

باغ کے مالک کی گفتگو میں عجیب رمز تھا نو جوان چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ آج وہ ایک بوڑھے تاجر کی شخصیت کا بالکل نیا انداز دیکھ رہا تھا۔

مگر آپ نے غلط بیانی سے کام کیوں لیا۔ میں یہ راز جاننے کے لئے سخت مضطرب ہوں۔ نو جوان کا حیرت و بے قرار ہونا ہی عالم تھا۔

فرزند: میں نے تم سے ہرگز جھوٹ نہیں بولا۔ اپنی بیٹی کے بارے میں جو کچھ کہا وہ حرف بہ حرف سچ ہے۔ باغ کے مالک کے ہونٹوں پر ایک اطمینان اور آسودہ مسکراہٹ تھی

میں نے کہا تھا میری بیٹی بد صورت ہے تم عنقریب دیکھ لو گے، کہ تمہاری بیوی پر دنیا داری کا غارہ نہیں، ایسی لڑکیاں اس معاشرے میں بد صورت ہی کہلاتی ہیں جو اپنی شخصیت کو دنیاوی رنگوں اور لباسوں سے آراستہ نہیں کر سکتیں۔ میں نے کہا تھا کہ میری بیٹی اندھی بھی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اسلامی طرز معاشرت کے مطابق اس کی پرورش کی ہے۔ وہ اب تک کسی غیر محرم کے سامنے نہیں آئی اور آئندہ بھی اس کی آنکھیں بے نور ہی رہیں گی وہ اپنا بیج یوں ہے کہ اس کے قدم آج تک کفر و گناہ کے کوچے تک نہیں گئے۔ اب تم بتاؤ کہ میں نے کیا غلط کہا تھا؟

اپنے خسر کی بات سن کر نوجوان حیرت زدہ رہ گیا پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جہاں ایک پاک باز دوشیزہ اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی۔

باغ کے مالک مشہور صوفی بزرگ حضرت عبداللہ صومعی علیہ الرحمہ ہیں جن کا سلسلہ نسب تیرہویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بڑے زاہد اور پرہیزگار انسان تھے۔ ممنوعہ ایام کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ساری ساری رات عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سید عبداللہ علیہ الرحمہ کی ہزاروں کرامات مشہور ہیں۔

شیخ محمد قزوینی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک بار ان کے کچھ دوست اپنا مال لے کر ایک تجارتی قافلے کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ ہوئے جب وہ لوگ ایک صحرا سے گزر رہے تھے۔ تو اچانک سینکڑوں سوار مسلح نمودار ہوئے، اور انہوں نے تجارتی قافلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تاجروں نے گھبرا کر حضرت عبداللہ صومعی علیہ الرحمہ کو آواز دی۔

سیدی: بید ہزن وقزاق ہمارے سروں پر پہنچ چکے ہیں دعا فرمائیے خدا ہمیں، ان کے شر سے محفوظ فرمائے۔

ابھی صحرا میں ان آوازوں کی گونج باقی تھی۔ کہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ حضرت سید صومعی

علیہ الرحمہ ان کے درمیان کھڑے مسلح سواروں کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں۔

ہمارا پرودگار پاک اور بے عیب ہے اے سوارو! ہم سے دور ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ علیہ الرحمہ کا اتنا فرمانا تھا۔ کہ یکا یک تمام گھوڑے بھڑک اٹھے اور پھر اپنے سواروں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سواروں نے بار بار لگا میں کھینچیں۔ مگر گھوڑے بھاگتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ وہ دور دراز جنگلوں میں روپوش ہو گئے۔

پھر جب یہ تاجر حضرات کامیاب سفر کے بعد جیلان واپس آئے۔ اور انہوں نے اپنے مقامی دوستوں کو یہ واقعہ سنایا۔ تو سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور بے اختیار پکار اٹھے۔

واللہ: شیخ تو یہیں موجود تھے۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھی جیلان کی حدود سے باہر نہیں گئے۔ حضرت عبداللہ صومعی علیہ الرحمہ کی دختر کا خاندانی نام ”فاطمہ“ تھا۔ کنیت ام الخیر اور لقب امت البہار تھا۔ یہ اپنے وقت کی بہت بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔

اور جس نوجوان سے سیدہ فاطمہ رحمہ اللہ علیہا کی شادی ہوئی تھی۔ وہ اپنے عہد کے نامور بزرگ حضرت سید ابوصالح موسیٰ علیہ الرحمہ تھے اور ان ہی عالی مرتبت ماں باپ کی روشن ترین نشانی تھے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ربانی۔

غازی علم الدین کے باپ کا ایمان افروز جواب

علم الدین ایک محنت کش نجار طالع مند کا بیٹھا تھا جب علم الدین پیدا ہوا تو اس کی ماں کی گود میں دیکھ کر ایک فقیر نے بشارت دی کہ تم لوگ بڑے ہی خوش نصیب ہو کہ ایسا نیک بخت بچہ تمہارے گھر پیدا ہوا ہے۔ علم الدین نے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم اپنے محلہ کی مسجد میں حاصل کی جو اس زمانہ میں بازار سر فروشاں کے نام سے مشہور تھا جب یہ بچہ ذرا بڑا ہوا تو باپ نے جلدی اسے اپنے ساتھ کام پر لگایا جس میں اس نے بڑی جلدی مہارت حاصل کر لی علم الدین کا ایک بچپن کا ساتھی عبدالرشید تھا جسے سب پیار سے شیدا کے نام سے پکارتے تھے شیدا کے والد کی دکان مسجد وزیر خان کے سامنے واقع تھی ایک دن دونوں دوست گھر سے شام کے وقت جب مسجد وزیر خان پہنچے تو وہاں ایک جلسہ عام

میں شیطان راج پال کے خلاف تقریریں ہو رہی تھیں جس میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ مسلمان اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن اس مردود راج پال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے یہ تقریر سن کر دونوں دوست تڑپ اٹھے گھر آ کر علم الدین نے اپنے والد طالع مند سے پوچھا،

سوال، کیا کوئی شخص جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرے وہ زندہ رہ سکتا ہے۔

جواب، باپ نے جواب دیا، بیٹا! مسلمان اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

سوال، کیا اسے مارنے والے کو سزا ملے گی۔ علم الدین نے باپ سے دریافت کیا۔

جواب، ہاں بیٹا! یہاں گوروں کے قانون کے مطابق اس کو پھانسی کی سزا ملے

والدین کا ظلم، اولاد کا انجام

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب تمام خاندان اکٹھے رہا کرتے تھے اور جب خواتین گھر کے کام کرتی تھیں اور ساتھ ہی کھیتوں میں لوگ ہل چلایا کرتے تھے تو یہ ان کا کھانا وہاں دے کر آتی تھیں اور پھر تھک کر درختوں کے نیچے اپنے بچوں کے ساتھ چار پائیوں پر سو جاتی تھیں یہ انہی دنوں کا واقعہ ہے۔

عائشہ اور زہرہ دیورانی جٹھانی تھیں۔ عائشہ کے ایک بیٹا تھا اور زہرہ کے ایک بیٹی تھی اکٹھے رہتے بچوں کا بچپن بیٹا اور جوان ہو گئے۔ زہرہ کے شوہر بہت نیک فطرت انسان تھے۔ وہ اپنی بیٹی ماریہ کی شادی اپنے بڑے بھائی کے گھر کرنا چاہتے تھے۔ جب زہرہ کو اپنے شوہر کے ارادے کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوئی کیونکہ زہرہ عائشہ کے بیٹے سے اپنی بیٹی کا کسی صورت رشتہ نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن شوہر کے سامنے انکار کی بھی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ ان کے شوہر کسی صورت بھی اپنی بیوی کی کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھے کیونکہ عائشہ کا بیٹا بہت نیک فطرت انسان تھا۔ زہرہ کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی کہ کس طرح اپنے شوہر کو منع کرے کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں ہونے دوں گی۔ کئی دن سوچنے کے بعد زہرہ کے ذہن میں شاطرائہ ترکیب آئی اپنے شوہر کی تابعداری کرتے ہوئے ایک شب موقع مل گیا اور ہاتھ جوڑ کے اپنے شوہر سے عرض کیا مجھے تو بہت خوشی تھی جو رشتہ کرنے کا ارادہ

کیا ہے اس طرح میری بیٹی بھی میرے پاس رہتی لیکن سرتاج آپ سے ایک بات کہنا بہت ضروری ہے بچپن میں جب ہم دوپہر کو سویا کرتے تھے چار پائیاں جوڑ لیتے تھے کہ بچے گرنہ جائیں یوں ایک دوپہر ہم سو رہے تھے تو عائشہ کے بیٹے نے میری بریسٹ فیڈ لے لی اور میری بیٹی نے عائشہ کی۔ اب تو یہ دودھ شریک بہن بھائی ہیں نکاح تو نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جرم میں کر بھی نہیں سکتی ورنہ تو میری بھی یہی خواہش تھی مجھے بھی یہ رشتہ بے حد پسند تھا۔

یوں یہ رشتہ بغیر کسی جھگڑے کے ختم ہو گیا زہرہ کی مکاری نے کوئی راستہ ہی نہ چھوڑا تھا۔ دراصل زہرہ اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی بہن کے دیور سے کرنا چاہتی تھی۔ بہن کا دیور انگلینڈ میں تھا زہرہ نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے شوہر سے کیا اور پھر اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی بہن کے دیور سے کر دیا جس کا نام صدیق تھا۔ یوں زہرہ کی بیٹی کی شادی صدیق سے ہو گئی اور شادی کے کچھ عرصے بعد ماریہ بھی انگلینڈ چلی گئی۔ اب عائشہ کے بیٹے کی شادی ہونی تھی۔ زہرہ نے پھر اپنی عیار یوں سے اپنے شوہر سے کہہ کر عائشہ کے بیٹے کا رشتہ اپنی بھتیجی سے کر دیا۔ (اپنے بھائی کی بیٹی سے) یوں وہ اپنے دیور کے گھر اپنے بھائی کی بیٹی لے آئیں اور زہرہ خوشی سے بے حال تھی۔ اپنی بیٹی دیورانی کے گھر نہیں دی اور اپنے بھائی کی بیٹی کو اپنی مرضی سے دیورانی کے بیٹے سے بیاہ دیا۔

انگلینڈ جانے کے کچھ عرصے بعد ماریہ کے ایک بیٹی ہوئی جو گونگی اور بہری تھی پھر دوسری بیٹی ہوئی وہ بھی گونگی بہری تھی پھر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوئیں وہ نارمل تھیں۔ پھر زہرہ کی بھتیجی کے بیٹا پیدا ہووا وہ ابھی نارمل تھا پھر دو بیٹیاں ہوئیں سب بچوں کا بچپن اور جوانی گزرا۔ اب ماریہ کو اپنے بیٹے کی شادی کرنی تھی تو اس نے بھی انتخاب کیا کہ اپنی امی کی بھتیجی کی بیٹی کا رشتہ اپنے بیٹے سے لے گی۔ یوں اسے پاکستان سے کرن کو اپنے پاس یو۔ کے بلا لیا اور اپنے بیٹے سے نکاح کر دیا۔ صرف دو ماہ بعد ماریہ کے بیٹے نے کرن کو طلاق نامہ دے کر واپس پاکستان بھیج دیا اور خود کینیڈا چلا گیا اور یہودی لڑکی سے شادی کر لی۔ ماریہ کی ماموں زاد بہن (کرن کی امی) نے ہمیشہ کے لئے اپنی پھوپھی اور پھوپھی زاد بہن سے ناطہ توڑ لیا۔ ماریہ روتی ہے اس کی گونگی بہری بچیوں سے کوئی شادی کرنے کو تیار نہیں۔ وہ اپنی ماں کو کوستی ہے بیٹا ہمیشہ کے لئے ماں کو چھوڑ کر کینیڈا چلا گیا شوہر شوگر کیسز کا مریض ہے زہرہ خود بستر مرگ پہ تنہا زندگی کے دن کاٹ رہی ہے بستر پہ ہی پیشاب پاخانہ ہوتا لہیٹی پر اسے دیس ہے بھتیجی نے ناطہ توڑ لیا چار سال بستر مرگ پہ گزارنے کے بعد آخر

زہرہ ایک دن جانے کس وقت ابدی گھر کو سدھار گئی۔ زہرہ کے شوہر بہت پہلے وفات پا گئے تھے۔
(ام ابوذر بہاد لنگر)

ظلم کا انجام:

میں جو واقعہ بیان کر رہا ہوں وہ میری آنکھوں دیکھا ہوا ہے اور بالکل سچا ہے جو ہمارے محلے کی ایک عورت کو پیش آیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک عورت رہتی تھی۔ جس کے دو بیٹے تھے۔ ایک دن اس کے بڑے بیٹے نے ماں سے فرمائش کی آج ابلی ہوئی سویاں کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ ماں نے جو نہی اپنے بیٹے کی فرمائش سنی جھٹ برتن میں پانی ڈال کر اسے چولہے پر ابلنے کے لئے رکھ دیا۔ اسی گھر میں ایک کتیا رہتی تھی جس کے دو چھوٹے چھوٹے پلے بھی تھے۔ کتیا نے ان کو اسی گھر میں جنم دیا تھا۔ مگر عورت کو ان پلوں سے بہت چڑھتی۔ حالانکہ وہ صحن کے ایک کونے میں پڑے رہتے تھے اور گھر کی کسی چیز کو بھی خراب نہیں کرتے تھے۔ بہر حال عورت نے گرم کھولتے ہوئے پانی سے سویاں نکال کر ان پر چینی ڈال کر اپنے بچوں کو دیں۔ جب عورت اپنے بیٹے کو سویاں دے رہی تھی اتفاق سے وہی کتیا اسی وقت وہاں سے گزری۔ اس کا رخ اپنے بچوں کی طرف تھا۔ اسی دوران عورت کے ذہن میں شیطانی سوچ ابھری اس نے گرم کھولتے ہوئے پانی کی دیگچی کتیا پر انڈیل دی۔ کتیا ساری رات تکلیف کی وجہ سے دردناک آوازیں نکالتی رہی۔ صبح کو عورت اور گھر کے سب افراد نے دیکھا کتیا کے جسم پر بڑے بڑے چھالے تھے اور وہ مر چکی تھی۔

دوسرے دن اس کے پلے بھی ماں کے بغیر چیخ چیخ کر مر گئے۔ محلے کی کچھ بزرگ خواتین نے اس عورت کو نصیحت کی کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال اب تم اللہ سے توبہ کر لو۔ مگر عورت نے حقارت سے کہا۔ اس حقیر کتیا کی خاطر اللہ مجھے کیونکر عذاب دے گا۔ کچھ دن بعد بڑے بیٹے کو بخار ہوا اور وہ دو دن کے اندر مر گیا ابھی اس کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ اس کا دوسرا بیٹا بھی دوسرے ہفتے مر گیا۔ دو بیٹوں کی المناک موت

کے بعد بھی اس عورت کو کتیا کا واقعہ یاد نہ آیا اور نہ اس نے توبہ کی۔ کچھ دن بعد اس عورت کے پورے جسم پر کتیا کی طرح چھالے پڑ گئے اور پھر ان میں کیڑے بھی پڑ گئے۔

اس نے اپنی تمام جائیداد اور زیورینچ کر اپنا علاج کرایا ہر ڈاکٹر کو دکھایا مگر بے سود۔ اب یہی عورت ہر ایک کو جانوروں کے ساتھ رحم کی نصیحت کرتی ہے اور اللہ سے توبہ کرتی ہے اور ہر آنے جانے والے سے کہتی ہے کہ وہ جانوروں پر ظلم نہ کریں کیونکہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم زمین والوں پر رحم کرو میں تم پر رحم کروں گا۔ (شہزاد علی)

اولاد کی پرورش اور ماں

اولاد کو بات بات پر ڈاٹے جھڑکنے اور سرزش کرنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنے کا حکم ہے، ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے کی بجائے حکمت و سوز کے ساتھ ان کی تربیت، محنت و مشقت کے ساتھ کیجئے۔ اپنے طرز عمل سے بچوں کے اوپر یہ خوف و ہراس بہر حال غالب رہے کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات آپ ہرگز برداشت نہ کریں گے۔ اولاد کے ساتھ ہمیشہ نرمی، خوش اخلاقی، پیار و شفقت کا برتاؤ کیجئے۔ ان کی حسب منشاء ضرورتوں اور چاہتوں کو پوری کر کے ان کو خوش رکھئے اور اطاعت و فرمانبرداری اور وفا شعاری کے جذبات ابھاریئے۔

ایک بار احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کہیے اولاد کے سلسلے میں کیا سلوک ہونا چاہیے؟ احنف بن قیس نے کہا، امیر المؤمنین اولاد ہمارے قلوب کا ثمرہ ہیں، کمر کی ٹیک ہیں، ہماری حیثیت ان کے لئے زمین کی طرح ہے، جو نہایت نرم اور بے ضرر ہے، اور ہمارا وجود ان کے لئے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے، اور ہم انہیں کے ذریعہ بڑے بڑے کام انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ پس اگر وہ کچھ آپ سے مطالبہ کریں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجئے، نتیجہ میں وہ آپ سے محبت کریں گے، آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کریں گے، اور کبھی ان پر ناقابل

برداشت بوجھ نہ بنیے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائیں اور آپ کی موت کے خواہاں ہوں، آپ کے قریب آنے سے نفرت کریں۔

حضرت معاویہ کو ان حکیمانہ باتوں نے کافی متاثر کیا اور آپ نے فرمایا احنف خدا کی قسم! آپ جس وقت میرے پاس آ کر بیٹھے ہیں یزید کے خلاف غصہ میں بھرا بیٹھا تھا، پھر حضرت احنف کے چلے جانے کے بعد امیر معاویہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، اور یزید سے راضی ہو گئے، اسی وقت یزید کو دوسو درہم اور دوسو جوڑے بھیجوائے، یزید کے پاس جب یہ تحفے پہنچے تو یزید نے ان کے دو حصے کئے اور سو درہم اور جوڑے حضرت احنف ابن قیس کی خدمت میں بھیجوائے۔

چھوٹے بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے انہیں گود میں لے کر پیار کیجئے، ان کے ساتھ خوش روئی سے پیش آئیے۔ ہر وقت تند مزاج اور سخت گیر حاکم نہ بنے رہیے، اس طرز سے اولاد کے اندر والدین کیلئے والہانہ جذبہ محبت بھی پیدا نہیں ہوتی، ان کے اندر خود اعتمادی و خود داری پیدا نہیں ہوتی اور ان کی طبعی نشوونما بھی خوشگوار نہیں پڑتا۔

ایک مرتبہ اقرع بن حابس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کر رہے تھے۔ اقرع کو دیکھ کر تعجب ہوا، اور بولے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں میرے تو دس بچے ہیں، لیکن میں نے تو کبھی کسی ایک کو بھی پیار نہیں کیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اقرع کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی اہم عہدے پر تھے، ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے ان کے گھر پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے سینے پر چڑھے ہوئے، کھیل رہے تھے۔ حضرت عامر کو یہ بات ناگوار گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے پیشانی کے اتار چڑھاؤ سے ان کی ناگواری کو بھانپ لیا اور حضرت عامر سے بولے۔

آپ کا اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ کیسا رہتا ہے؟ حضرت عامر کو موقع مل گیا، بولے امیر المومنین! جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے، سب اپنا دم سادھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے سوز سے کہا۔ عامر! امت محمدیہ کے فرزند ہوتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہیے؟ اولاد کو پاکیزہ صالح تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لئے اپنی ساری کدہ کاوش کو صرف کر دینا چاہیے اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے، یہ والدین کی دینی و مذہبی ذمہ داری بھی ہے اور اہم فریضہ بھی ہے، اور اولاد کے ساتھ عظیم احسان بھی اور اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑی بھلائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مومنو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے جہنم کی آگ سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ علم دین کے اسرار و رموز سے واقف ہو، اور زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزرے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اس میں بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ اس کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ 1 یہ کہ صدقہ جاریہ کرے۔ 2 دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ 3 تیسرے صالح اولاد چھوڑ جائے جو باپ کے لئے دعاء کرتی رہے۔

آپ کی تہذیبی و ثقافتی روایات مذہبی تعلیمات اور پیغام تو حید کو زندہ تابندہ رکھنے میں اولاد اہم رول ادا کرتی ہے، اور نیک اولاد کو پرہیزگاری کے طور طریقے سکھائے

جائیں، نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے، اپنے ساتھ مسجد لے جا کر اس کے شوق کو بیدار کیجئے اور جب وہ دس سال کا ہو جائے تو نماز میں کوتاہی و غفلت برتنے پر مناسب سزا بھی دیجئے، اور اپنے طرز عمل سے ان پر واضح کیجئے کہ نماز سے غفلت آپ قطعی برداشت نہیں کریں گے۔

بچہ جب دس سال کا ہو جائے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے اور ہر ایک کو الگ الگ چارپائی پر سلا یا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اولاد کی نماز پڑھنے کی تلقین کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز کے لئے ان کو سزا دو جب وہ دس سال کے ہو جائیں، اور اس عمر تک پہنچنے کے بعد ان کا بستر الگ کر دو۔ بچوں کی صفائی ستھرائی پر خاص خیال رکھنا چاہیے، ان کی طہارت و نظافت اور غسل وغیرہ کا خیال رکھا جائے، صاف ستھرے کپڑے رکھے جائیں، زیادہ بناؤ سنگھار، نام و نمود سے اجتناب کئے جائے۔ لڑکی کے کپڑے بھی نہایت سادہ رکھے، بھڑکیلے چمکدار، پرکشش لباس پہنا کر بچوں کے مزاج و عادات کو خراب نہ کیا جائے، بچوں کے عیب دوسروں کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ایسا کرنے پر ان کی عزت و انا پر ٹھیس پہنچتی ہے، ان کی معمولی اچھائیوں کی خوب خوب تعریف کیجئے، ان کا دل بڑھانے اور ان میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کیجئے، تاکہ یہ لوگ اس دنیا میں اونچا سے اونچا مقام حاصل کر سکیں۔

بچوں کو انبیاء و اولیاء صلحاء و صالحین صحابہ کرام اور مجاہدین اسلام کے قصے سنائیں جائیں، ان کی تربیت، کردار سازی، دین سے شغل و شغف کے لئے اس کو انتہائی ضروری سمجھے۔ ان کے سامنے قرآن پاک کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھئے، موقعہ بہ موقعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات حسنہ کو بتائیں اور ابتدائی عمر سے ہی ان کے دلوں میں عشق رسول کی تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔

بچوں کے ذریعہ غریبوں محتاجوں کو کھانا، پیسے، کپڑے وغیرہ دلوائیے، جس سے ان

کے دلوں میں محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک صدقات و خیرات و عطیات و سخاوت کا جذبہ پیدا ہو۔ بھائیوں اور بہنوں میں خود ہی کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کریں تاکہ ایک دوسرے کے حقوق کا احساس اور انصاف و دیانتداری کی عادت پیدا ہو۔

بچوں کے ساتھ ہمیشہ اچھی علمی نمونہ پیش کیجئے، زبان سے کوئی غیر مہذب باتیں نہ کیجئے۔ آپ کی زندگی بچوں کے لئے ایک ہمہ وقتی خاموش معلم ہے، جس سے بچے ہر وقت پڑھتے اور سیکھتے ہیں۔

یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم و اہلیکم نارا

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے۔

حضرات فقہائے کرام نے فرمایا ہے یہ آیت ہر انسان پر ایک فرض عائد کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی عملی کوشش کرے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان اپنے بچوں کو ادب سکھائے تو بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ صدقہ کرے۔ (مشکوٰۃ شریف 423)

ایک دوسری روایت میں ہے جو حضرت عمر بن سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی باپ نے اپنے بچے کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔ (ایضاً)

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، والد اپنی اولاد کو جو کچھ بتائے اس میں سب سے اچھا تحفہ اچھے آداب سکھانا ہے۔ اولاد کی جس انداز میں تربیت ہوگی اسی انداز میں وہ بڑھے گا۔ اچھی تربیت ہوگی، تو وہ راحت جان و سکون قلب کو ذریعہ بنے گی، اگر خدا نخواستہ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت نہ دی ہوگی تو وہی اولاد ایک دن اس کے لئے دردِ سر، بے اطمینانی کا سبب بنے گی۔

چنانچہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کی شکایت لے کر حاضر ہوا، اور کہا میرا بیٹا مجھ کو پریشان کرتا ہے، جس سے مجھے رنج و تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ تیرے باپ کا تجھ پر کوئی حق نہیں؟ تو اپنے باپ کو ایذا دیتا ہے، بیٹے نے جواب میں کہا، میرے باپ پر میرے تین حق تھے۔ نام اچھا رکھتا۔ تعلیم دلواتا۔ میری شادی اچھی کراتا۔ مگر انہوں نے میرا حق ادا نہیں کیا (تو بغیر تعلیم کے کسی کا حق کیسے اور کس طرح معلوم ہو سکتا ہے! جو ادا کروں) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکے سے کوئی اور مطالبہ نہیں کیا، بلکہ اس کے باپ سے کہا تو کہتا ہے کہ تیرا بیٹا مجھے ایذا و تکلیف دیتا ہے، اس ایذا کا سبب تو خود بنا ہے، لہذا میرے سامنے سے اٹھ جا۔

والدین پر لعنت کرنے والے پر لعنت کا بیان

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتائیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ آپ سے بیان کی ہو؟ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایسی کوئی خصوصی بات نہیں کی جو دوسرے لوگوں سے چھپائی ہو، البتہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے ضرور سنا ہے کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو غیر اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو زمین کے بیج بدل دے۔ (مسند احمد، جلد اول، رقم الحدیث، 813)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کی والدہ

مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کے بارے قرآن کریم کی چار آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں، میرے والد کہتے ہیں کہ ایک غزوہ میں مجھے ایک تلوار ملی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مجھے عطاء فرمادیں، فرمایا اسے رکھ دو، میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ! یہ مجھے عطاء فرما دیجئے، کیا میں اس شخص کی طرح سمجھا جاؤں گا جسے کوئی ضرورت ہی نہ ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اسے جہاں سے لیا ہے وہیں رکھ دو، اس پر سورت انفال کی ابتدائی آیت نازل ہوئی۔ پھر جب میں نے اسلام قبول کیا تھا تو میری والدہ نے مجھ سے کہا کیا اللہ نے تمہیں صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم نہیں دیا؟ بخدا! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کر دو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتیٰ کہ لوگ زبردستی ان کے منہ میں لکڑی ڈال کر اسے کھولتے اور اس میں کوئی پینے کی چیز انڈیل دیتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔۔۔۔۔ لیکن اگر وہ تمہیں شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانو۔ پھر ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کر دوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا، نصف کے متعلق سوال پر بھی منع کر دیا، لیکن ایک تہائی کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس کے بعد لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ پھر حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے قبل ایک انصاری نے دعوت کا اہتمام کیا، مدعوین نے خوب کھایا پیا اور شراب کے نشے میں مدہوش ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا شروع کر دیا، انصار کہنے لگے کہ انصار بہتر ہیں اور مہاجرین اپنے آپ کو بہتر قرار دینے لگے، اسی دوران ایک آدمی نے اونٹ کے جڑے کی ہڈی اٹھائی اور ایک آدمی کی ناک زخمی کر دی، جن صاحب کی ناک زخمی ہوئی وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے، اس پر سورت مائدہ کی آیت تحریم خمر نازل ہو گئی۔ (مسند احمد، جلد اول، رقم الحدیث، 1484)

میری ماں میرے لیے خاص کیوں ہے؟

میری ماں میرے لیے خاص کیوں ہے؟ جب میں سخت بارش میں گھر آیا تو میرے بھائی نے استفسار کیا، تم نے چھتری کیوں نہیں لی؟ میری بہن نے کہا، تم نے بارش رکھنے

کا انتظار کیوں نہ کیا؟ والد صاحب نے تنبیہ کی کہ تم بیمار ہوئے تو تمہاری خیر نہیں۔ مگر ماں، جواب تک میرے بال خشک کر رہی تھی بولی، اے بارش، میرے بچے کے گھر پہنچنے تک انتظار تو کر لیتی۔ یہ ہے ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ میں نے اپنی معذور ماں کو کاندھوں پر بٹھا کر حج کروایا ہے، کیا میرا حق ادا ہو گیا؟ ارشاد فرمایا، ابھی تو اس ایک رات کا حق ادا نہیں ہوا جس رات تو نے بستر گیلہ کر دیا تھا اور تیری ماں نے تجھے خشک جگہ پر سلاپا اور خود گیلے میں سوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی والدہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ایک غیبی آواز آئی، اے موسیٰ، اب ذرا سنبھل کے آنا اور سوچ سمجھ کر گفتگو کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیران ہوئے اور پوچھا یا باری تعالیٰ وہ کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تمہارے لیے مجھ سے رحم و کرم اور عنایت کی دعا کرنے والی ماں اس دنیا میں نہیں رہی۔ ماں احسانات، احساسات، خوبیوں اور جذبات کا وہ مجموعہ ہے جو سارے زمانے کے وار اور موسم کی سختیاں اپنے جسم پر سہتی ہے مگر اس کا ہر لمحہ رشتوں کو پیار کی ڈوری میں پروتے اور اپنی اولاد کے لیے خوشیاں خریدتے گزرتا ہے۔ گزشتہ دنوں ایک دوست کے پاس اس کی والدہ کی وفات کا افسوس کرنے گیا تو اس نے بتایا کہ اس کی ماں نے اس کی آسائشوں کی خاطر اس سے آٹھ جھوٹ بولے اور وہ چاہنے کے باوجود اس کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے بتایا کہ اس کی ماں ہمیشہ سچ نہیں بولتی تھی۔ وہ ایک غریب فیملی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اکثر کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اگر کبھی کچھ مل جاتا تو ماں اپنے حصے کا کھانا بھی اسے دے دیتی اور کہتی تم کھالو مجھے بھوک نہیں ہے۔ یہ اس کی ماں کا پہلا جھوٹ تھا تھوڑا بڑا ہوا تو ماں گھر کا کام ختم کر کے قریبی جھیل پر مچھلیاں پکڑنے چلی جاتی۔ ایک دن بالآخر اس نے دو مچھلیاں پکڑ لیں، انہیں جلدی جلدی پکایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھاتا جاتا اور جو کانٹے کے ساتھ تھوڑا بہت لگا رہ جاتا اسے اس کی ماں کھاتی۔ اس نے دوسری مچھلی ماں کے سامنے رکھ دی۔ اس نے واپس کی اور کہا، بیٹا تم کھالو مجھے مچھلی پسند نہیں ہے۔ یہ

اس کی ماں کا دوسرا جھوٹ تھا جب وہ اسکول جانے کی عمر کا ہوا تو اس کی ماں نے ایک گارمنٹس فیکٹری میں ملازمت اختیار کر لی، سردی کی ایک رات جب بارش زوروں پر تھی، وہ ماں کا انتظار کرتا رہا جو ابھی تک نہیں آئی تھی، بالآخر وہ اسے ڈھونڈنے آس پاس کی گلیوں میں نکلا، دیکھا تو وہ لوگوں کے دروازوں پر کھڑی سامان بیچ رہی تھی، اس نے کہا، ماں اب بس بھی کرو، سردی بھی بہت ہے، رات بھی ہو گئی ہے اور تم تھک بھی گئی ہو، باقی کل کر لینا، تو ماں بولی، بیٹا میں بالکل نہیں تھکی۔ یہ اس کی ماں کا تیسرا جھوٹ تھا ایک روز اس کا فائل سپر تھا، اس کی ماں نے ضد کی کہ وہ بھی اس کے ساتھ چلے گی۔ وہ اندر پیپر دے رہا تھا اور وہ باہر دھوپ کی تپش میں کھڑی اس کے لیے دعا کر رہی تھی۔ وہ باہر آیا تو اس کی ماں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور ٹھنڈا جوس لے کر دیا۔ اس نے ایک گھونٹ لیا اور ماں کے پسینے سے شرابور چہرے کی طرف دیکھ کر جوس اس کی طرف بڑھایا تو بولی، مجھے پیاس نہیں ہے۔ یہ اس کی ماں کا چوتھا جھوٹ تھا اس کے باپ کی موت ہوئی تو زندگی مزید مشکل ہو گئی، اکیلے گھر کا خرچ چلانا آسان نہ تھا، اکثر نوبت قاقوں تک آ جاتی۔ رشتہ داروں نے ان کی حالت دیکھ کر ماں کو دوسری شادی کا مشورہ دیا مگر ماں نے کہا، مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ یہ اس کی ماں کا پانچواں جھوٹ تھا گریجویشن مکمل کرنے پر اچھی ملازمت مل گئی، سو چاہا اب ماں کو آرام کرنا چاہیے وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے۔ اس نے ماں کو کام سے روک دیا اور اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اس کے لیے مختص کر دیا۔ ماں نے انکار کیا اور کہا کہ اسے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ یہ اس کی ماں کا چھٹا جھوٹ تھا حصول روزگار کے لیے وہ بیرون ملک چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد ماں کو اپنے پاس بلایا تو اس نے بیٹے کی تنگی کے خیال سے منع کر دیا اور کہا کہ اسے گھر سے باہر رہنے کی عادت نہیں۔ یہ اس کی ماں کا ساتواں جھوٹ تھا ماں کو کینسر ہوا، وہ بہت لاغر ہو گئی۔ وہ اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھ کر خون کے آنسو رونے لگا، ماں اسے دیکھ کر مسکرائی اور بولی، مت رو بیٹا، میں ٹھیک ہوں۔ یہ اس کی ماں کا آٹھواں جھوٹ تھا، اور پھر اس کی ماں نے ہمیشہ کے

لیے آنکھیں بند کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب ماں کی تخلیق کی تو اسے رحمت کی چادر، چاہتوں کے پھول، پاکیزہ شبنم، دھنک کے رنگوں، دعاؤں کے خزانوں، زمین و آسمان کی وسعتوں، جذبوں، چاہتوں، چاند کی ٹھنڈک، خلوص، رحمت، راحت، برکت، عظمت، حوصلے اور ہمت کے تمام رنگوں سے مزین کیا، یہاں تک کہ اس کے قدموں میں جنت ڈالی۔ یوں ماں قدرت کا بہترین تحفہ اور عطیہ ہے جس کی قدر ہم پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ ماں یہ لفظ بہت سے معنی اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔ ممتا، پیار، وفا، قربانی، محبت، لگن، سچائی، خلوص، پاکیزگی، سکون، خدمت، محنت، عظمت، دعا، سایہ، دوست، ہمدرد، راہنما، استاد، بے غرضی، معصومیت، عبادت، ایمان، دیانت، جذبہ، جنت، یہ سب ماں کی خوبیوں کی صرف ایک جھلک ہے، ورنہ اس کی خوبیاں تو اس قدر ہیں کہ لفظ ختم ہو جائیں مگر ماں کی تعریف ختم نہ ہوگی۔ پس ماں ایک ایسا موضوع ہے کہ قلم بھی جس کا احاطہ نہیں کر پاتا۔ اس موضوع پر بہت ضخیم کتب لکھی جاسکتی ہیں مگر ماں کے احسانات، احساسات اور چاہتوں کا بدلہ تب بھی نہیں چکتا۔ والدین کے احسانات کے بارے میں سوچنے بیٹھیں بھی، تو سوچ ان کے احسانات کے مقابلے میں بہت پیچھے دکھائی دیتی ہے۔ مائیں عزم و حوصلے اور ایثار و قربانی کا پیکر ہوتی ہیں۔ ہم تو ماؤں کی ایک رات کا قرض بھی نہیں چکا سکتے۔ میرزا ادیب اپنی کتاب مٹی کا دیا میں لکھتے ہیں، ابابھی مجھے مارتے تھے تو امی بچا لیتی تھیں، ایک دن میں نے سوچا کہ اگر امی پٹائی کریں گی تو ابابھی کیا کریں گے؟ یہ دیکھنے کے لیے میں نے امی کا کہنا نہ مانا، انہوں نے بازار سے وہی لانے کو کہا میں نے بات نہ مانی، انہوں نے سالن کم دیا میں نے زیادہ پر اصرار کیا، انہوں نے کہا پیڑھی کے اوپر بیٹھ کر روٹی کھاؤ، میں زمین پر دری بچھا کر بیٹھ گیا، لہجہ بھی گستاخانہ اختیار کر رکھا تھا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ امی ضرور ماریں گی، مگر انہوں نے مجھے سینے سے لگا کر کہا، کیوں بیٹا! ماں صدقے جائے تم بیمار تو نہیں؟ اس وقت میرے آنسو تھے کہ شرمندگی کے مارے رکنے میں نہیں آ رہے تھے۔ جب بھی میرے دل کی مسجد میں

تیری یادوں کی اذان ہوتی ہے اے ماں میں اپنے ہی آنسوؤں سے وضو کر کے تیرے جینے کی دعا کرتا ہوں بلاشبہ ماں کا وجود ایک نعمت اور اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی انسان کامیاب ہے تو اس کے پیچھے اس کی ماں ہی کا ہاتھ ہے جس کا آج وہ شمر پارہا ہے۔ ان کی ماضی اللہ علیہ وسلم نے پال پوس کر ان پودوں کو تناور درخت بنایا اور اپنی ماؤں ہی کے طفیل آج یہ پیڑ عمدہ اور سیلا پھل دے رہے ہیں۔ ان کی تربیت میں جو خوبیاں ہیں وہ ان کی ماؤں ہی کی مرہونِ منت ہیں۔ ماں کا وجود صرف گھر کے لیے ہی نہیں بلکہ ہماری زندگیوں کے لیے بھی مقدس صحیفے کی مانند ہے۔ ماں تو تپتے صحرا میں بوند برسنے کا نام ہے۔ یہ کڑی، چلچلاتی دھوپ میں ابر کی مانند ہے۔ دعا ہے کہ جن کے والدین حیات ہیں خدا کرے ان کا سایہ ہمیشہ سلامت رہے اور وہ ہر دکھ، پریشانی، آفت اور آزمائش سے محفوظ ہوں۔ اور جو لوگ والدین کی نعمت سے محروم ہیں وہ اس دعا کا ورد کرتے رہا کریں، رب ارحمہما کما ربینی صغیرا۔

بیٹی کے صدمہ طلاق کے سبب ماں کے دم توڑ جانے کا واقعہ

وار برٹن (نامہ نگار) بیٹی کو طلاق ملنے کی خبر سنتے ہی ماں دم توڑ گئی، بتایا گیا ہے کہ وار برٹن کے نواحی گاؤں دولت پورہ کے عبدل کی بیٹی کی شادی نکانہ صاحب ہوئی تھی، ناچاتی کی وجہ سے بیٹی والدین کے گھر آئی ہوئی تھی کہ خاوند نے طلاق نامہ کے ساتھ جہیز کا سامان بھی گھر بھیج دیا جس کی اطلاع ملتے ہی والدہ صدمہ سے دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئی۔ (روزنامہ نوائے وقت، ۲۰۱۲ء، ۰۶، ۱۱)

پیٹ میں بچے کے سکڑنے کے مفہوم کا بیان

مدت میں کس کا حمل جلد وضع ہوگا کس کا دیر میں۔ حمل کی کم سے کم مدت جس میں بچہ پیدا ہو کر زندہ رہ سکے چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اور اسی کے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قائل ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچہ کا قوی، تام الخلق اور ناقص

الخلق ہونا مراد ہے۔

ماؤں کے رحم میں انسان کی تقدیر و احوال لکھے جانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ صادق و مصدوق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ تم میں سے ہر آدمی کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ (پہلے) اس کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں یعنی چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون بنتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار باتوں کے لکھنے کے لئے بھیجتا ہے۔

چنانچہ وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت (کا وقت) اس کے رزق (کی مقدار) اور اس کا بد بخت و نیک بخت ہونا اللہ کے حکم سے اس کی تقدیر میں لکھ دیتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک آدمی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا آگے آتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں ایک آدمی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا سا منے آتا ہے اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد اول، رقم الحدیث، 79)

احترام والدین پر انعام الہی

اب ایسی گائے ڈھونڈنے کو نکلے تو وہ صرف ایک لڑکے کے پاس ملی۔ یہ بچہ اپنے ماں باپ کا نہایت فرمانبردار تھا ایک مرتبہ جبکہ اس کا باپ سویا ہوا تھا اور نقدی والی پیٹی کی کنجی اس کے سرہانے تھی ایک سوداگر ایک قیمتی ہیرا بیچتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں اسے بیچنا چاہتا ہوں لڑکے نے کہا میں خریدوں گا قیمت ستر ہزار طے ہوئی لڑکے نے کہا ذرا ٹھہر و جب میرے والد جاگیں گے تو میں ان سے کنجی لے کر آپ کو قیمت ادا کر دوں گا اس

نے کہا ابھی دے دو تو دس ہزار کم کر دیتا ہوں اس نے کہا نہیں حضرت میں اپنے والد کو جگاؤں گا نہیں تم اگر ٹھہر جاؤ تم میں بجائے ستر ہزار کے اسی ہزار دوں گا یونہی ادھر سے کمی اور ادھر سے زیادتی ہونی شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ تاجر تیس ہزار قیمت لگا دیتا ہے کہ اگر تم اب جگا کر مجھے روپیہ دے دو میں تیس ہزار میں دیتا ہوں لڑکا کہتا ہے اگر تم ٹھہر جاؤ یا ٹھہر کر آؤ میرے والد جاگ جائیں تو میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا آخر وہ ناراض ہو کر اپنا ہیرا واپس لے کر چلا گیا باپ کی اس بزرگی کے احساس اور ان کے آرام پہنچانے کی کوشش کرنے اور ان کا ادب و احترام کرنے سے پروردگار اس لڑکے سے خوش ہو جاتا ہے اور اسے یہ گائے عطا فرماتا ہے جب بنی اسرائیل اس قسم کی گائے ڈھونڈنے نکلتے ہیں تو سوا اس لڑکے کے اور کسی کے پاس نہیں پاتے اس سے کہتے ہیں کہ اس ایک گائے کے بدلے دو گائیں لے لو یہ انکار کرتا ہے پھر کہتے ہیں تین لے لو چار لے لو لیکن یہ راضی نہیں ہوتا دس تک کہتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتا یہ آ کر حضرت موسیٰ سے شکایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں جو یہ مانگے دو اور اسے راضی کر کے گائے خریدو آخر گائے کے وزن کے برابر سونا دیا گیا تب اس نے اپنی گائے بیچی یہ برکت اللہ نے ماں باپ کی خدمت کی وجہ سے اسے عطا فرمائی جبکہ یہ بہت محتاج تھا اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور اس کی بیوہ ماں غربت اور تنگی کے دن بسر کر رہی تھی غرض اب یہ گائے خرید لی گئی اور اسے ذبح کیا گیا اور اس کے جسم کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم سے لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ مردہ جی اٹھا اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا میرے بھتیجے نے اس لئے کہ وہ میرا مال لے لے اور میری لڑکی سے نکاح کر لے بس اتنا کہہ کر وہ پھر مر گیا اور قاتل کا پتہ چل گیا اور بنی اسرائیل میں جو جنگ و جدال ہونے والی تھی وہ رک گئی اور یہ فتنہ دب گیا اس بھتیجے کو لوگوں نے پکڑ لیا اس کی عیاری اور مکاری کھل گئی اور اسے اس کے بدلے میں قتل کر ڈالا گیا یہ قصہ مختلف الفاظ سے مروی ہے یہ ظاہر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے ہاں کا واقعہ ہے جس کی تصدیق، تکذیب ہم نہیں کر

سکتے ہاں روایت جائز ہے تو اس آیت میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو بھی نہ بھولو کہ میں نے عادت کے خلاف بطور معجزے کے ایک گائے کے جسم کو لگانے سے ایک مردہ کو زندہ کر دیا اس مقتول نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا اور ایک ابھرنے والا فتنہ دب گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ)

میری ماں کے آٹھ جھوٹ

میری ماں ہمیشہ سچ نہیں بولتی، آٹھ بار میری ماں نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ یہ کہانی میری پیدائش سے شروع ہوتی ہے..... میں ایک بہت غریب فیملی کا اکلوتا بیٹا تھا..... ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا..... اور اگر کبھی ہمیں کھانے کو کچھ مل جاتا تو امی اپنے حصے کا کھانا بھی مجھے دے دیتیں اور کہتیں..... تم کھا لو مجھے بھوک نہیں ہے..... یہ میری ماں کا پہلا جھوٹ تھا۔

جب میں تھوڑا بڑا ہوا تو ماں گھر کا کام ختم کر کے قریبی جھیل پر مچھلیاں پکڑنے جاتی اور ایک دن اللہ کے کرم سے دو مچھلیاں پکڑ لیں تو انھیں جلدی جلدی پکایا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ میں کھاتا جاتا اور جو کانٹے کے ساتھ تھوڑا لگا رہ جاتا اسے وہ کھاتی..... یہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا..... میں نے دوسری مچھلی ماں کے سامنے رکھ دی..... اس نے واپس کر دی اور کہا..... بیٹا تم کھا لو..... تمہیں پتہ ہے نا مچھلی مجھے پسند نہیں ہے..... یہ میری ماں کا دوسرا جھوٹ تھا۔

جب میں سکول جانے کی عمر کا ہوا تو میری ماں نے ایک گارمنٹس کی فیکٹری کے ساتھ کام کرنا شروع کیا..... اور گھر گھر جا کر گارمنٹس بیچتی..... سردی کی ایک رات جب بارش بھی زوروں پر تھی..... میں ماں کا انتظار کر رہا تھا جو ابھی تک نہیں آئی تھی..... میں انھیں ڈھونڈنے کے لیے آس پاس کی گلیوں میں نکل گیا..... دیکھا تو وہ لوگوں کے دروازوں میں کھڑی سامان بیچ رہی تھی..... میں نے کہا ماں! اب بس بھی کرو..... تھک گئی ہوگی..... سردی بھی بہت ہے..... ٹائم بھی بہت ہو گیا ہے..... باقی کل کر لینا..... تو

ماں بولی..... بیٹا! میں بالکل نہیں تھکی..... یہ میری ماں کا تیسرا جھوٹ تھا یک روز میرا فائل ایگزام تھا..... اس نے ضد کی کہ وہ بھی میرے ساتھ چلے گی..... میں اندر پیپر دے رہا تھا اور وہ باہر دھوپ کی تپش میں کھڑی میرے لیے دعا کر رہی تھی..... میں باہر آیا تو اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور مجھے ٹھنڈا جوس دیا جو اس نے میرے لیے خریدا تھا..... میں نے جوس کا ایک گھونٹ لیا اور ماں کے پسینے سے شرابور چہرے کی طرف دیکھا..... میں نے جوس ان کی طرف بڑھا دیا تو وہ بولی..... نہیں بیٹا تم پیو..... مجھے پیاس نہیں ہے..... یہ میری ماں کا چوتھا جھوٹ تھا۔

میرے باپ کی موت ہو گئی تو میری ماں کو اکیلے ہی زندگی گزارنی پڑی..... زندگی اور مشکل ہو گئی..... اکیلے گھر کا خرچ چلانا تھا..... نوبت قانون تک آ گئی..... میرا چچا ایک اچھا انسان تھا..... وہ ہمارے لیے کچھ نہ کچھ بھیج دیتا..... جب ہمارے پڑوسیوں نے ہماری یہی حالت دیکھی تو میری ماں کو دوسری شادی کا مشورہ دیا کہ تم ابھی جوان ہو..... مگر میری ماں نے کہا نہیں مجھے سہارے کی ضرورت نہیں..... یہ میری ماں کا پانچواں جھوٹ تھا۔

جب میں نے گریجویشن مکمل کر لیا تو مجھے ایک اچھی جاب مل گئی..... میں نے سوچا اب ماں کو آرام کرنا چاہیے اور گھر کا خرچ مجھے اٹھانا چاہیے..... وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے..... میں نے انھیں کام سے منع کیا اور اپنی تنخواہ میں سے ان کے لیے کچھ رقم مختص کر دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ..... تم رکھ لو..... میرے پاس ہیں..... مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے..... یہ اس کا چھٹا جھوٹ تھا۔

میں نے جاب کے ساتھ اپنی پڑھائی بھی مکمل کر لی تو میری تنخواہ بھی بڑھ گئی اور مجھے جرمنی میں کام کی آفر ہوئی..... میں وہاں چلا گیا..... سیٹل ہونے کے بعد انھیں اپنے پاس بلانے کے لیے فون کیا تو اس نے میری تنگی کے خیال سے منع کر دیا..... اور کہا کہ مجھے باہر رہنے کی عادت نہیں ہے..... میں نہیں رہ پاؤں گی..... یہ میری ماں کا

ساتواں جھوٹ تھا۔

میری ماں بہت بوڑھی ہو گئی..... انھیں کینسر ہو گیا..... انھیں دیکھ بھال کے لیے کسی کی ضرورت تھی..... میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کے پاس پہنچ گیا..... وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں..... مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی..... میرا دل ان کی حالت پر خون کے آنسو رو رہا تھا..... وہ بہت لاغر ہو گئی تھیں..... میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے..... تو وہ کہنے لگیں..... مت رو بیٹا..... میں ٹھیک ہوں..... مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو رہی..... یہ میری ماں کا آٹھواں جھوٹ تھا..... اور پھر میری ماں نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

جن کے پاس ماں ہے..... اس عظیم نعمت کی حفاظت کریں اس سے پہلے کہ یہ نعمت تم سے چھڑ جائے۔ اور جن کے پاس نہیں ہے..... ہمیشہ یاد رکھنا کہ انھوں نے تمہارے لیے کیا کچھ کیا..... اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہنا۔

اسلام کی محبت اور ماں

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن کی کئی آیتیں اتریں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ ان سے کبھی بات نہ کرے گی جب تک وہ اپنا دین (یعنی اسلام کو) نہ چھوڑیں گے۔ اور نہ کھائے گی نہ پیے گی۔ وہ کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور تجھے اس بات کا حکم کرتی ہوں۔ پھر تین دن تک یوں ہی رہی کچھ کھایا نہ پیا، یہاں تک کہ اس کو غش آ گیا۔ آخر اس کا ایک بیٹا جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس کو پانی پلایا۔ پس وہ سیدنا سعد کے لئے بددعا کرنے لگی تو اللہ عز و جل نے قرآن مجید میں یہ آیات اتاریں کہ اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا (العنکبوت، 8) لیکن اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کا شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی بات مت مان اور ان کے

ساتھ دنیا میں دستور کے موافق رہ۔ (لقمان، 5)۔

حضرت اولیس قرنی کی ماں کی دعائیں

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص یمن سے تمہارے پاس آئے گا جس کا نام اولیس ہوگا، وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑے گا، اس کے بدن میں سفیدی (یعنی برص کی بیماری) تھی۔ اس نے اللہ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن سے سفیدی کو ختم کر دیا ہاں صرف ایک درہم یا ایک دینار کے بقدر سفیدی باقی رہ گئی ہے۔ پس تم میں سے جو شخص اس (اولیس) سے ملے اس کو چاہئے کہ اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے، ایک اور روایت میں یوں ہے کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، تابعین میں بہتر شخص وہ ہم جس کا نام اولیس ہے اس کی ایک ماں ہوگی اور اس کے بدن پر برص کا نشان ہے، پس تم اس سے اپنے لئے دعا مغفرت کرائو۔ (مسلم)

وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا ان الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اہل و عیال میں سے صرف ایک ماں کے علاوہ اور کوئی یمن میں اس کا نہیں ہے اور اسی ماں کی خدمت و خبر گیری نے اس کو یمن سے چل کر یہاں میری زیارت و ملاقات کے لئے آنے سے باز رکھا ہے۔ اگر اس کو اپنی ماں کی تنہائی اور بے کسی کا فکر نہ ہوتا تو وہ ضرور میری خدمت میں حاضر ہوتا اور میری زیارت و صحبت کا شرف حاصل کرتا۔

ایک درہم یا ایک دینار کے بقدر یہاں راوی کو شک ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درہم کے بقدر فرمایا تھا یا ایک دینار کے بقدر کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے، بہر حال دعا کے نتیجہ میں برص کا ختم ہو جانا اور ایک درہم یا ایک دینار کے بقدر معمولی سا نشان باقی رہ جانا شاید قدرت کی اس مصلحت کے تحت ہوگا کہ اس مرض کی کچھ نہ کچھ علامت باقی رہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا

بہشتی لباس سفیدی اور چمک میں ناخن کی طرح تھا جو کبھی میلا نہیں ہوتا تھا پھر دنیا میں آنے کے بعد ان میں بھی اور ان کی نسل میں بھی اسی لباس کا ذرا سا نشان ناخن کی صورت میں باقی رہ گیا اور یا اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم پر برص کا وہ تھوڑا سا نشان اس مصلحت سے باقی رہنے دیا کہ وہ شرم کے مارے لوگوں میں خلط ملط رکھنے سے باز رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اولیس قرنی گوشہ نشینی اور گمنامی کو اختیار کئے ہوئے تھے، لوگوں کے درمیان خلط ملط رکھنے اور شہرت کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ خود انہوں نے دعا کی تھی کہ پروردگار! میرے جسم پر اس مرض کا تھوڑا سا نشان باقی رکھے تاکہ کر میں تیری نعمت کو یاد رکھوں اور اس کا شکر ادا کرتا رہوں کہ تو نے مجھے اس برے مرض سے نجات عطا فرمائی تابعین میں سے بہترین شخص حضرت اولیس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین تابعی اس اعتبار سے فرمایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور عذر شرعی نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے باز رکھا تھا ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں حضرت اولیس کی مدح و تعریف ہے نیز اس ارشاد رسالت سے معلوم ہوا کہ اہل خیر و صلاح سے دعائے مغفرت کی درخواست کرنی چاہئے اگرچہ درخواست کرنے والا ان اہل خیر و صلاح سے افضل ہو۔

اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریفی الفاظ حضرت اولیس قرنی کا دل خوش کرنے کے لئے ارشاد فرمائے تھے اور اس کا مقصد ان لوگوں کے واہمہ کا دفعیہ جو شاید یہ سمجھ بیٹھے کہ اولیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور شرف زیارت و صحبت حاصل کرنے سے قصداً اعراض کر رہا ہے۔ حالانکہ خدمت رسالت میں ان کے حاضر نہ ہونے کی وجہ ماں کی دل داری اور ماں کی خدمت و خبر گیری کا عذر شرعی تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تابعین میں سب سے بہتر حضرت اولیس قرنی ہیں جب کہ حضرت امام احمد بن حنبل سے منقول ہے ہم تابعین میں سب سے بہتر اور افضل

سعید بن مسیب ہیں، لیکن ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حضرت سعید بن مسیب تو علوم دین اور احکام شرائع کی معرفت سب سے زیادہ رکھنے کے سبب تابعین میں افضل ہیں اور اللہ کے نزدیک ثواب کی کثرت کے اعتبار سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تابعین میں افضل ہیں اور قاموس میں جو یہ لکھا ہے کہ اویس قرنی سادات تابعین میں سے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ حدیث کے الفاظ بھی اسی معنی پر محمول ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان میں جو اور آثار و اخبار منقول ہیں اور جن کو سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں ذکر کیا، ان کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، جب تک حضرت اویس، حضرت عمر فاروق کے پاس نہیں پہنچے تھے، وہ (عمر فاروق) یمن سے آنے والے ہر اسلامی لشکر اور قافلے سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا تمہارے ہاں کوئی شخص اویس بن عامر ہے، اور جب حضرت اویس دربار فاروقی میں پہنچے تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا! کیا تم اویس بن عامر ہو؟ وہ بولے، ہاں میں اویس بن عامر ہوں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تم قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہو اور قرنی ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں حضرت عمر نے پوچھا کیا تم کو برص کا مرض لاحق تھا اور پھر تم اچھے ہو گئے سوائے ایک درہم کے بقدر نشان کے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں حضرت عمر نے پوچھا کیا تمہاری ایک ماں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں! تب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک شخص اویس بن عامر اہل یمن کے اسلامی لشکر اور قافلے کے ساتھ آئے گا جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا ہوگا اور قرن کا ہوگا، اس کو برص کا مرض لاحق تھا جواب جاتا رہا ہے مگر ایک درہم کے بقدر نشان باقی رہ گیا ہے، اس کی ایک ماں ہے جن کی خدمت و خبر گیری میں مصروف ہے۔ (ان کی شان یہ ہے کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم سچی کرتا ہے، اگر تم سے ہو سکے اس سے

درخواست کرنا۔ پس اسے اولیس میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعاء مغفرت کرو، (یہ سن کر) حضرت اولیس بولے، امیر المؤمنین! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں مجھ جیسا آدمی آپ کے لئے دعا مغفرت کرے؟ حضرت عمر نے فرمایا، یقیناً تمہیں میرے لئے دعا مغفرت کرنی ہے۔ تب حضرت اولیس قرنی نے فاروق اعظم کے لئے دعاء مغفرت کی۔ پھر فاروق اعظم نے پوچھا کہ، اولیس! لب بتاؤ کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں کوفہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا، کیا تمہارے بارے میں کوفہ کے حاکم کو کچھ لکھ دوں؟ حضرت اولیس بولے بس مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے، میں لوگوں سے دور اور در ماندہ رہنا ہی اپنے لئے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں اور یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔ اگلے (کوفہ سے) ایک یمنی معزز شخص حج کے لئے آیا اور حضرت عمر کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو حضرت عمر نے اس سے حضرت اولیس کے بارے میں پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ اس شخص نے بتایا کہ میں نے ان کو بہت پھٹے پرانے کپڑوں اور بے سرو سامانی کی حالت میں چھوڑا ہے، حضرت عمر نے اس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث پڑھی۔ چنانچہ وہ شخص جب واپس حضرت اولیس کے پاس پہنچا تو ان سے دعائے مغفرت کی درخواست کی حضرت اولیس نے اس سے کہا کہ تم بھی میرے لئے دعاء مغفرت کرو کیونکہ تم ٹیک سفر سے واپس آئے ہو، اس شخص نے پھر کہا کہ آپ میرے لئے دعا مغفرت کیجئے اور اس کے ساتھ اس نے حضرت عمر کی روایت کردہ حدیث ان کے سامنے پڑھی، تب حضرت اولیس نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی، اس کے بعد جب لوگوں کو حضرت اولیس کا مقام معلوم ہوا اور ان کی حقیقت حال کا جرحا ہوا تو وہاں سے چلے گئے۔

ایک اور روایت میں یوں ہے، اسیر بن جابر نے بیان کیا کہ کوفہ میں ایک محدث تھے جو ہمارے سامنے احادیث بیان کرتے تھے، جب وہ حدیثیں بیان کر کے فارغ ہوتے تو لوگ منتشر ہو جاتے تھے مگر چند آدمی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے اور ان میں ایک

ایسا شخص بھی تھا جو بڑی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا ویسی باتیں مجھ کو کسی زبان سے سننے کا موقع نہیں ملا تھا، چنانچہ میں اس کے پاس بھی جا کر بیٹھ جایا کرتا تھا، ایک دن میں نے اس شخص کو اس کی جگہ پر نہیں پایا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس آدمی کو بھی جانتا ہے جو یہاں ہمارے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بڑی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا، ایک شخص بولا کہ ہاں میں اس آدمی کو جانتا ہوں، وہ اویس قرنی ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ان کی قیام گاہ کو جانتے ہو! وہ بولا کہ ہاں جانتا ہوں چنانچہ میں اس شخص کے ساتھ ہولیا اور اویس قرنی کے حجرہ پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ باہر نکلے تو میں نے پوچھا کہ میرے بھائی! ہمارے درمیان موجود رہنے سے کس چیز نے تمہیں باز رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا عریانیت نے، یعنی میرے پاس اتنے کپڑے نہیں ہیں جس سے اپنے جسم اور ستر کو پوری طرح چھپائے رکھوں اور اسی وجہ سے تم لوگوں کے درمیان آنے سے بچ رہا ہوں، یہ حقیقت ہے کہ ان کے ہم وطن اور ان کے ارد گرد کے لوگ ان کی خستہ حالی کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان کو ستانے سے بھی باز نہیں رہتے تھے۔ بہر حال میں نے اپنی چادر ان کو پیش کی اور کہا کہ لیجئے یہ چادر اوڑھ لیجئے، انہوں نے کہا کہ نہیں تم یہ چادر مجھ کو مت دو اور جب لوگ میرے جسم پر اس چادر کو دیکھیں گے تو میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھ کو ستائیں گے تاہم میں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے وہ چادر لے کر اوڑھ لی اور پھر اپنے حجرہ سے نکل کر لوگوں کے درمیان باہر آئے، لوگوں نے ان کو چادر میں دیکھا تو کہنا شروع کیا کہ میاں کس کو دھوکہ دے دیا، کس سے یہ چادر ہتھیلی ہے۔ حضرت اویس نے یہ سن کر مجھ سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو، لوگ کیا کہہ رہے ہیں اسی خوف سے میں چادر نہیں لے رہا تھا، میں نے ان لوگوں کو ڈانٹا کہ آخر تم اس درویش سے کیا چاہتے ہو، کاہے کو اس کو ستا رہے ہو یہ بھی ایک انسان ہے جو کبھی بے لباس رہنے پر مجبور ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو لباس میں نظر آنے لگتا ہے، غرضیکہ میں نے ان لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر ہٹا دیا، پھر ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ دنوں بعد کوئٹہ

سے چند لوگ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں ایک وہ شخص بھی تھا جو حضرت اولیس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا، حضرت عمر نے دوران گفتگو ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا تعلق قرن سے ہو ان لوگوں نے اس شخص کو آگے کر دیا جو حضرت اولیس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ حضرت عمر نے پہلے تو اس کے سامنے وہ حدیث پڑھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اولیس کی شان میں فرمائی تھی اور پھر اس شخص سے بولے کہ میں نے سنا ہے کہ وہ یمنی شخص (یعنی حضرت اولیس قرنی) کوفہ میں تم لوگوں کے ہاں پہنچا ہوا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہمارے تو ایسا شخص کوئی نہیں ہے اور نہ ہم کو کسی ایسے شخص کو پہچانتے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں ہوگا لیکن وہ شخص تمہارے ہی ہاں ہے اور پھر اس کی علامت بتلائی کہ وہ اس طرح خراب و خستہ حال ہے تب اس شخص نے کہا کہ ہاں ایک شخص ہمارے ہاں ہے، اس کا نام اولیس ہے اور ہم اس کا مذاق بھی اڑایا کرتے ہیں حضرت عمر نے اس شخص سے فرمایا، اب تو کوفہ جاؤ تو اس شخص سے ضرور ملنا (اور اپنی گستاخیوں و بے ادبیوں کی معافی چاہ کر اس سے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا) اگرچہ مجھ کو شبہ ہے کہ اب تم اس کو نہیں پاؤ گے یا نہیں، بہر حال وہ شخص کوفہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اپنے گھر والوں کے پاس بعد میں گیا، پہلے حضرت اولیس قرنی کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت اولیس نے اس شخص کو دیکھا تو بولے میرے تئیں تمہارے رویہ میں یہ تبدیلی کیسی؟ اس شخص نے کہا میں نے آپ کی تعریف امیر المؤمنین سے سنی ہے آپ کے بارے میں انہوں نے مجھ کو سب کچھ بتا دیا ہے اللہ! آپ مجھے معاف فرما دیجئے، مذاق اڑانے گستاخی کرنے والے اور بے ادبی کے ساتھ پیش آنے کی صورت میں میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اس سے درگزر فرمائے، اور میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ حضرت اولیس قرنی نے اس سے کہا کہ میں تمہارے لئے دعائے مغفرت کئے دیتا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم نے میرے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر سے جو کچھ سنا ہے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گے، اس کے

بعد انہوں نے دعائے مغفرت کی۔

اسیر ابن جابر جو اس کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت اولیس کا مقام کوفہ والوں کو معلوم ہوا۔

ایک اور روایت میں حضرت یحییٰ بن سعید المسیب سے اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بیان کیا، ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو آواز دی کہ اے عمر! میں بولا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، جو حکم ہو بجالانے کو تیار ہوں، حضرت عمر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھ کو آواز دی تو میں نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے مجھ کو کہیں بھیجیں گے، لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یوں فرمایا، اے عمر! میری امت میں ایک شخص جس کو اولیس کہا جائے گا، اس کے بدن کو ایک بلا یعنی برص کی بیماری لاحق ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی اس بیماری کو دور کر دے گا مگر اس کا کچھ داغ اس کے پہلو پر باقی رہ جائے گا تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں عز و جل یاد آ جائے گا۔ جب تم اس سے ملنا تو اس کو میرا سلام پہنچانا اور اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا کیونکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ایسا معزز اور ایسا بزرگ ہے کہ اگر اللہ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم سچی کرے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرے گا جتنے ربیعہ اور مضر جیسے کثیر القوم قبیلوں میں بھی افراد نہیں ہیں حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ یہ ارشاد رسالت سننے کے بعد میں نے اس شخص کی تلاش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کی مگر اس شخص کو نہیں پاسکا، پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں بھی اس شخص کی ٹوہ میں رہا، مگر اس تک نہیں پہنچ سکا اور پھر جب میرا عہد امارت و خلافت آیا تو میں اور زیادہ تلاش و جستجو میں لگ گیا یہاں تک کہ مختلف شہروں اور علاقوں سے جو بھی قافلے آتے تو میں ہر ایک سے یہی سوال کرتا کہ کیا تم میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کا نام اولیس ہو، قبیلہ مراو سے تعلق رکھتا ہو اور

قرن کا ہو، اسی تلاش و جستجو کے دوران قرن سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین آپ جس شخص کو پوچھتے ہیں وہ میرے چچا کا بیٹا ہے لیکن وہ تو نہایت خستہ حال کم رتبہ اور بے حیثیت شخص ہے، بھلا وہ اس درجہ کا کب ہے کہ آپ جیسی ہستی عظیم اس کا حال دریافت کرے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھ کو ایسا لگ رہا ہے کہ تو اس آدمی کی شان میں ایسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کر کے ان لوگوں میں سے ہے جو اس کے تئیں گستاخانہ رویہ اختیار کرنے کے سبب ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔ میں اس شخص سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک اونٹ آتا دکھائی دیا جس پر ایک بوسیدہ پالان بندھا ہوا تھا اور اس پالان میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے پھٹے پرانے کپڑوں سے اپنے جسم کا کچھ حصہ ڈھک رکھا تھا، اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں آیا کہ یہی شخص اولیں ہے، پھر میں اس کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا بندہ خدا! کیا تم ہی اولیں قرنی ہو؟ اس شخص نے جواب دیا ہاں! میں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا ہے تھا، وہ شخص بولا، علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام وعلیک یا امیر المؤمنین، اس کے بعد میں نے کہانی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ تم میرے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ ہر سال حج کے موقع پر اولیں سے ملاقات کرتا، اپنے احوال و اسرار ان سے بیان کرتا اور وہ اپنے حال و اسرار مجھ سے بیان کرتے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسن بھڑی نے بیان کیا، جب حج کے دنوں میں قرن کے لوگ آئے تو امیر المؤمنین عمر نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں کوئی شخص اولیں نامی ہے، ان میں سے ایک شخص بولا کہ امیر المؤمنین، بھلا اس شخص سے آپ کو کیا واسطہ؟ وہ تو ایک ایسا شخص ہے جو کھنڈرات میں پڑا رہتا ہے اور لوگوں کے درمیان آنے جانے سے اجتناب کرتا ہے، حضرت عمر نے فرمایا، جب تو واپس جاؤ تو اس کو میرا سلام پہنچانا اور اس سے کہنا کہ مجھ سے ملاقات کرے، اس شخص نے واپس جا کر

حضرت عمر کا پیغام پہنچا دیا اور حضرت اولیس امیر المؤمنین! حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عمر نے ان سے پوچھا اولیس تم ہی ہو؟ وہ بولے، ہاں، اے امیر المؤمنین! حضرت عمر نے پوچھا، کیا تمہارے بدن پر سفیدی تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سفیدی کو تمہارے بدن سے دور کر دیا تھا اور پھر تم نے یہ دعا کی تھی کہ اس سفیدی کا کچھ نشان باقی رہے؟ اولیس بولے ہاں، لیکن اے امیر المؤمنین یہ سب کچھ آپ کو کس نے بتایا؟ حضرت عمر نے کہا، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں تم سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کروں، چنانچہ حضرت اولیس نے حضرت عمر کے لئے مغفرت کی دعا کی اور پھر بولے کہ اے امیر المؤمنین! آپ سے بس اتنا چاہتا ہوں کہ آپ میری شخصیت اور میرے احوال کو پوشیدہ رکھیں، اور مجھ کو یہاں سے واپس جانے کی اجازت عطا فرمائیں، چنانچہ حضرت اولیس نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا تا آنکہ جنگ نہاوند میں شہید ہوئے۔

ایک روایت میں سعید بن مسیب نے اس طرح بیان کیا کہ (ایک سال حج کے موقع پر) امیر المؤمنین حضرت عمر نے منیٰ میں منبر پر بکھڑے ہوئے آواز دی، اے اہل قرن! معمر قرنی لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے، ہم حاضر ہیں اے امیر المؤمنین! کیا حکم ہے امیر المؤمنین عمر نے پوچھا، کیا قرن میں کوئی ایسا شخص ہے جس کا نام اولیس ہے؟ ان میں سے ایک معمر شخص نے جواب دیا، ہم لوگوں کے درمیان رہنے والا کوئی شخص اس نام کا نہیں ہے، ہاں ایک دیوانہ صفت کا نام اولیس ضرور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ الفت و موانست رکھتا ہے اور نہ خود وہ کسی کے ساتھ صحبت و اختلاط کا روادار ہے۔ حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا، بس وہی شخص میرا مطلوب ہے، جب تم قرن واپس جاؤ تو اس شخص کو تلاش کر کے میرا سلام اس کو پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہاری تئیں خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں

تم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاؤں، چنانچہ جب وہ لوگ قرن پہنچے تو اولیں کو تلاش کیا وہ ریگستانوں میں پڑے ہوئے پائے گئے، ان لوگوں نے ان کو حضرت عمر کا سلام اور ان کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا دیا، حضرت اولیں بولے، امیر المؤمنین نے تو میرا چرچا کر دیا اور میرا نام کو شہرت دے دی۔ اسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ اور یہ کہہ کر لوق و دق جنگل میں جا گھسے اور مدتوں کسی نے ان کا نام و نشان نہیں پایا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں پھر نمودار ہوئے اور ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔

صعصعہ بن معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ انہوں نے بیان کیا اہل کوفہ کا کوئی بھی قافلہ جب حضرت عمر فاروق کے پاس آتا تو وہ اس سے پوچھتے کہ کیا لوگ اولیں بن عامر قرنی کو جانتے ہو، اہل قافلہ جواب دیتے! ہم میں سے کوئی اس نام کے شخص کو نہیں جانتا اور حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت اولیں کوفہ کی ایک مسجد میں پڑے رہتے تھے وہاں سے نہ باہر نکلتے تھے اور نہ کسی سے کچھ تعارف رکھتے تھے، ان کا ایک چچا زاد بھائی تھا جو ان کو ستایا کرتا تھا۔ اتفاق کی بات کہ کوفہ کے ایک قافلہ میں وہ بھی شریک ہو کر ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق کے ہاں پہنچا تو حضرت عمر فاروق نے حسب معمول اہل قافلہ سے سوال کیا! کیا تم لوگ حضرت اولیں بن عامر قرنی کو جانتے ہو؟ یہ سوال سن کر حضرت اولیں کا وہی چچا زاد بھائی اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا کہ یا امیر المؤمنین! اولیں اس درجہ کا آدمی نہیں ہے کہ آپ اس کے بارے میں پوچھیں اور اس کا تعارف حاصل کریں، وہ تو نہایت کمتر اور بے حیثیت انسان ہے اگرچہ وہ میرا چچا زاد بھائی ہے حضرت عمر نے اس شخص کی زبان سے یہ تحقیری کلمات سنے تو فرمایا، تجھ پر افسوس، تو نے اولیں کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کر کے اپنی ہلاکت مول لے لی ہے پھر حضرت عمر نے وہ حدیث پڑھی جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اولیں کی شان میں سنی تھی، اس کے بعد حضرت عمر نے اس شخص سے فرمایا کہ جب تم واپس پہنچو تو

اولیس کو میرا سلام کہنا، اس واقعہ کے بعد حضرت اولیس کی شخصیت مشہور ہو گئی لیکن وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے، انہوں نے بیان کیا کہ پہلے تو دس سال تک حضرت عمر فاروق نے اولیس قرنی کے بارے میں کوئی تلاش و جستجو نہیں کی، پھر انہوں نے ایک سال حج کے دوران اہل یمن کو آواز دے کر کہا کہ تم میں جو لوگ قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں چنانچہ قبیلہ مراد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور باقی لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے، حضرت عمر نے ان (قبیلہ مراد کے لوگوں) سے پوچھا! کیا تم میں کوئی شخص اولیس نام کا ہے؟ یہ سن کر ایک شخص بولا کہ اے امیر المؤمنین! ہمیں نہیں معلوم آپ کس اولیس کو پوچھ رہے ہیں، ہاں میرا ایک بھتیجا ہے جس کو لوگ اولیس اولیس کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ اس درجہ کاپست و بے حیثیت انسان ہے کہ آپ جیسی ہستی کو اس سے کیا سروکار ہوگا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا وہ حدود حرم میں موجود ہے؟ اس نے کہا ہاں، میدان عرفات سے متصل اراک جھاڑیوں میں لوگوں کے اونٹ چرا رہا ہے (گویا حضرت اولیس اپنی شخصیت چھپانے کے لئے لوگوں کے اونٹ چرا رہے تھے تاکہ ایک چرواہے سے زیادہ کوئی اہمیت ان کو نہ دی جائے) حضرت عمر نے یہ سنا تو حضرت علی کو اپنے ساتھ لیا اور دونوں ایک گدھے پر سوار ہو کر اراک کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اولیس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور اپنی نظریں سجدہ گاہ پر گاڑے ہوئے ہیں ان کو اس حالت میں دیکھ کر حضرت عمر اور حضرت علی نے آپس میں کہا کہ جس شخص کی تلاش میں ہم لوگ ہیں ہونہ ہو یہ وہی شخص ہے، حضرت اولیس کے کانوں میں جب ان دونوں کی آہٹ پڑی تو انہوں نے نماز کو مختصر کر دیا اور فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوئے ان دونوں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے دونوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا، علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ پھر حضرت عمر اور حضرت علی مرتضیٰ نے پوچھا، براؤرم اتہا بارانا کیا ہے اللہ کی رحمت و سلامتی

نازل ہو تم پر! اولیس بولے میں عبداللہ ہوں سیدنا علی المرتضیٰ نے کہا، ہمیں معلوم ہے، آسمانوں میں اور زمین پر جو بھی تنفس ہے، وہ عبداللہ ہے۔ میں تم کو پروردگار کعبہ اور پروردگار حرم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، تمہارا وہ نام کیا ہے جو تمہاری ماں نے رکھا ہے۔ حضرت اولیس نے کہا تم لوگ مجھ سے آخر چاہتے کیا ہو، میرا نام اولیس بن مراد ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے کہا، ذرا اپنا بایاں پہلو کھول کر دکھاؤ، حضرت اولیس نے اپنا بایاں پہلو کھول دیا، ان دونوں نے دیکھا کہ اس جگہ ایک درہم کے بقدر سفیدی کا نشان موجود ہے۔ دونوں تیزی کے ساتھ اولیس کی طرف لپکے تاکہ اس نشان کو بوسہ دیں اور بولے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام تمہیں پہنچائیں اور یہ کہ تم سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کریں۔ حضرت اولیس نے کہا، میں تو مشرق و مغرب کے ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے دعا گو ہوں۔ ان دونوں نے فرمایا، ہم خاص طور پر اپنے لئے دعائے مغفرت کے طلب گار ہیں۔ چنانچہ حضرت اولیس نے بالخصوص ان دونوں کے لئے اور بالعموم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کی، اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا، میں اپنی جیب خاص سے یا (بیت المال کے) اپنے عطیہ سے تمہیں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت اولیس بولے یہ پھٹے پرانے کپڑے میرے پاس ہیں میری دونوں پاپوشیں گانٹھ دی گئی ہیں، چار درہم بھی میرے پاس ہیں جب یہ اثاثہ ختم ہو جائے گا تو آپ کا عطیہ قبول کر لوں گا اور انسان کی بات تو یہ ہے کہ جو کوئی ہفتہ بھر کے لئے آرزو کرتا ہے اس کی آرزو مہینہ بھر تک کے لئے دراز ہو جاتی ہے اور جو کوئی مہینہ بھر کے لئے آرزو کرتا ہے اس کی آرزو سال سال بھر تک کے لئے دراز ہو جاتی ہے (یعنی انسان اگر قناعت کا دامن چھوڑ دے تو پھر اس کی آرزوئیں اور حرصیں بڑھتی چلی جاتی ہیں) اس کے بعد حضرت اولیس نے اونٹوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کیا اور خود وہاں سے ایسے روپوش ہوئے کہ پھر کبھی نہیں دیکھے گئے۔

ماں کی حیثیت سے حق

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے۔

(بخاری، اصح، کتاب الأدب، باب من أحق الناس، 5، 2227، رقم، 2.5626، مسلم، اصح، کتاب البر والصلۃ)

ماں باپ کی خدمت نہ کر کے محروم رہنے کا بیان

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر لانے کا حکم دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا، آمین! پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا، آمین! پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا، آمین! خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے تو صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:، جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا ہلاکت ہے اس آدمی کے لئے جس نے رمضان کا پورا مہینہ پایا اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکا۔ میں نے جواب میں کہا، آمین۔ پھر جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا، ہلاکت ہو اس آدمی کے لئے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ درود شریف نہ پڑھے۔ میں نے

جواب میں کہا، آمین۔ پھر جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا، ہلاکت ہو اس آدمی کے لئے جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچے اور وہ انکی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ میں نے جواب میں کہا، آمین۔ (حاکم)

حضرت اسماعیل اور والدہ کی شفقت

اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوتی ہے۔ اس سے گھر میں خوشی و مسرت کے شادیاں بچ اٹھتے ہیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام بچے کی ولادت پر اپنی جگہ شاداں و فرحاں ہیں جبکہ حضرت ہاجرہ اپنی جگہ مسرور ہیں۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام پر ایک بڑی کٹھن اور مشکل آزمائش آن پڑی۔ حکم الہی ہوتا ہے کہ اے میرے خلیل اس دودھ پیتے بچے کو اور اس کی ماں کو بواغیر ذی زرع میں چھوڑ آؤ۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے سرمو انحراف نہ کیا۔ اونٹنی پر سوار ہوئے بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لیا اور اس جگہ کی تلاش میں چل نکلے۔ جب صحرا میں پہنچے تو دیکھا کہ یہاں نہ تو کوئی انسان ہے نہ پانی اور نہ ہی کوئی سایہ دار درخت ہے سمجھ گئے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت خلیل علیہ السلام بیٹے کو حضرت ہاجرہ کی گود میں بٹھا کر پاس تھوڑی سی کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ رکھ کر واپس پلٹے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔ اے اللہ کے خلیل ہمیں اس بے آب و گیاہ اور ویران صحرا میں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں یہاں ہمارا کوئی مولس و غم خوار نہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس طرف توجہ ہی نہ دی۔

حضرت ہاجرہ کے بار بار کہنے پر جب خلیل علیہ السلام نے التفات نہ فرمایا تو حضرت ہاجرہ فرماتی ہیں، (اللہ امرک بھذا؟) کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ کے دل کو تسلی ہو گئی اور فرمانے لگیں

((اذن لا یضیعنا)) آپ تشریف لے جائیں اللہ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔
حضرت ہاجرہ واپس آئیں اور اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گود میں لے کر
اس سنان وادی اور ہو کے عالم میں اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو کر بیٹھ گئیں۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ثنیہ کے پاس پہنچے گے جہاں آپ اپنے بیٹے
اور بیوی کی آنکھوں سے اوجھل ہوں گے تو بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا
کہ اللہ سے دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریعتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک
المحرم،

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہی کی برکت ہے کہ مکہ مکرمہ میں پھلوں کے
باغات نہ ہونے کے باوجود وہاں دنیا کا ہر پھل میسر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام یہ دعا کر کے
چل دیئے۔ ادھر حضرت ہاجرہ بچے کے ساتھ وقت گزارنے لگیں۔ تھوڑی سی کھجوریں اور
پانی چند روز میں ختم ہو گیا۔ کھانے اور پینے کو کچھ پاس نہیں خود بھی بھوک پیاسی ہیں اور بچہ
بھی بھوک اور پیاس سے بلک رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نبی زادے کا پھول سا چہرہ
مر جانے لگا۔

کسی انسان کا ادھر سے گزر نہیں پانی کامیلوں تک نشان نہیں ہے۔ آخر ماں سے
منہ سی جان کا یہ حال دیکھنا نہ گیا تو وہ پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر
اطراف میں نظر دوڑاتی ہیں کہ کوئی انسان آتا جاتا نظر آ جائے۔ لیکن کوئی نظر نہیں آتا اور
مایوس واپس آتی ہیں۔ وادی میں پہنچ کر دامن اٹھا کر دوڑتی ہوئی مروہ پہاڑی کی طرف
جاتی ہیں وہاں سے مایوس ہو کر واپس صفا پہاڑی پر چڑھ جاتی ہیں۔ سات مرتبہ ایسا ہی
کرتی ہیں۔ ہر بار بچے کو دیکھ بھی جاتی ہیں کہ کوئی درندہ حضرت اسماعیل کو نقصان نہ
پہنچائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی حاجی جو کرتے ہیں اس کی ابتداء
یہی ہے (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص 203)

بچے کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی ہے ساتویں بار ماں کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھتا

ہے۔ اللہ اگر بچہ دینا ہی تھا تو میری آنکھوں کے سامنے یوں تو نہ تڑپا کوئی ماں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ اب واپس آ کر دیکھا تو بچے کے پیروں تلے سے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ حضرت ہاجرہ نے جلدی جلدی مشک بھری پھر اس خیال سے کہ پانی ادھر ادھر نہ پھیل جائے پانی کے گرد بند باندھنے لگیں اور بے اختیار زبان سے کہا زم زم رک جاک جا۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اسمعیل علیہ السلام کی والدہ پر اگر وہ پانی کو بہنے دیتی تو آج وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

حضرت ہاجرہ نے چشمہ سے پانی خود بھی پیا اور بچہ کو بھی پلایا اس طرح زندہ رہنے کا سامان مہیا ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد قریب سے بنو جرہم کا قافلہ کداء کے راستے سے گزرا۔ انہوں نے پرندے کو گھومتے دیکھا تو کہنے لگے یہ پرندے یقیناً پانی پر گھوم رہے ہیں۔ اب ان لوگوں نے پانی کا پتہ لگانے کے لئے آدمی بھیجا اس نے دیکھا کہ چشمہ کے قریب ایک عورت اور اس کا بچہ ہے۔ اس نے آ کر قافلے والوں کو بتایا۔ قافلے والے حضرت ہاجرہ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو ہم یہ پانی استعمال کر لیں۔ حضرت ہاجرہ فرمانے لگیں پانی جس طرح چاہے استعمال کرو مگر پانی پر قبضہ میرا ہی ہوگا۔ قافلے والوں نے کہا ٹھیک ہے اب وہ حرم کے پاس آباد ہو گئے اس طرح شہر مکہ آباد ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص 203)

حضرت بابا فرید اور ان کی والدہ

عظیم صوفی بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں چشتیہ سلسلے کے عظیم صوفی بزرگ ہیں۔ آپ کے والد کمال الدین سلیمان ساتویں واسطے سے فرخ شاہ بادشاہ کابل کے فرزند اور بیسویں واسطے سے جناب عمر فاروق کی اولاد سے تھے۔

وجہ تسمیہ۔ ماں انسان کے لیے درس گاہ اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ دنیا میں جتنے مشاہیر و برگزیدہ انسان گذرے ہیں اگر ان کی زندگی کے ابتدائی حالات کا مطالعہ کیا

جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سب کی شخصیت کو بنانے اور ان کا مستقبل سنوارنے اور سورج کی طرح روشن کرنے میں سب سے پہلے ان کی ماؤں نے ہی جدوجہد کا آغاز کیا۔ جناب فرید الدین کی والدہ محترمہ بھی انہی میں سے ایک تھیں۔ جن کی تربیت سے ان کے بچے شہرت کے آسمان کے چاند، ستارے اور سورج بن کے چمکے۔

جناب فرید الدین کی والدہ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ مصلے کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتیں اور فرماتیں جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کو مصلے کے نیچے سے شکر کی پڑیا ملتی ہے۔ اس ترکیب کا اثر یہ ہوا کہ جناب فرید الدین بچپن ہی سے نماز کے سخت پابند ہو گئے اور کبھی نماز قضا نہ کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے آگے چل کر آپ نے گنج شکر کے نام سے شہرت پائی۔

ماں کی بددعا کے اثرات

آج بچیوں کو تربیت کا پتہ نہیں ہوتا کئی تو ایسی ہوتی ہیں بچاری کہ چھوٹے سے بچے سے اگر غلطی ہوئی یا بچے نے رونا شروع کر دیا تو غصے میں آ کر اب اس کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہی ہیں کبھی اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیتی ہیں میں مرجاتی تو اچھا تھا کبھی بچے کو بددعا میں دینا شروع کر دیتی ہیں یاد رکھنا کہ بچے کو کبھی بددعا نہ دینا کوئی زندگی میں ایسا وقت نہ آئے کہ غصے میں آ کے بددعا میں دینے لگ جانا ایسا کبھی نہ کرنا۔ اللہ پاک کے ہاں ماں کا جو مقام ہوتا ہے۔ ماں کے دل اور زبان سے جو بددعا نکلتی ہے وہ سیدھی اوپر جاتی ہے عرش کے دروازے کھل جاتے ہیں تو دعا اللہ کے یہاں پیش کر دی جاتی ہے، اور قبول کر دی جاتی ہے۔ مگر شیطان بڑا مردود ہے وہ ماں کے ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ میں گالی تو دیتی ہوں مگر میرے دل میں نہیں ہوتی۔ یہ شیطان کا بڑا پھندا ہے۔ حقیقت میں تو یہ بددعا کے الفاظ کہلواتا ہے اور ماں کو تسلی دیتا ہے کہ تو نے کہا تو تھا کہ مرجاؤ مگر تمہارے دل میں نہیں تھا۔ کبھی بھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا۔ بچے کو بددعا نہ کرنا۔ کئی مائیں بچوں کو بددعا میں دے کر ان کی عاقبت خراب کر دیتی ہیں۔ اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔

ماں کی بددعا کا اثر

ایک عورت کو اللہ نے بیٹا دیا مگر غصے میں قابو نہیں پاسکتی تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بچوں کو کوسنے لگ جاتی ایک دفعہ بچے نے کوئی بات ایسی کر دی غصہ آیا اور کہنے لگی۔ کہ تو مرجاتا تو اچھا تھا۔ اب ماں نے جو الفاظ کہہ دیئے اللہ نے اس کی دعا کو قبول کر لیا مگر بچے کو اس وقت موت نہیں دی بلکہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا۔ اچھا بنایا لائق بنایا۔ وہ بچہ بڑا ہوا عین بھرپور جوانی کا وقت تھا یہ نیک بن گیا لوگوں میں عزت ہوئی لوگ نام لیتے کہ بیٹا ہو تو فلاں جیسا ہو۔ پھر اللہ نے اس کو بخت دیئے کاروبار بھی اچھا ہو گیا تھا لوگوں میں اس کی عزت تھی۔ تذکرے اور چرچے تھے۔ اب ماں نے اس کی شادی کا پروگرام بنا یا۔ خوبصورت لڑکی کو ڈھونڈا۔ شادی کی تیاریاں کیں جب شادی میں چند دن باقی تھے۔ اس وقت اللہ نے اس بیٹے کو موت عطا کر دی۔ اب ماں رونے بیٹھ گئی۔ میرا تو جوان بیٹا رخصت ہو گیا رو رو کر حال خراب ہو گئے۔ کسی اللہ والے کو اللہ نے خواب میں بتایا ہم نے اس کی دعا کو ہی قبول کیا تھا جس نے بچپن میں کہا تھا کہ تو مرجاتا تو اچھا تھا۔ ہم نے نعمت اس وقت واپس نہیں لی۔ ہم نے اس نعمت کو بھرپور بننے دیا۔ جب عین شباب کے عالم میں جوانی کے عالم میں یہ پہنچا نعمت پک کر تیار ہو گئی ہم نے اس وقت پھل توڑا تا کہ ماں کو سمجھ لگ جائے کہ اس نے کس نعمت کی ناقدری کی۔ اب سوچئے اپنی بددعا اپنے سامنے آتی ہیں۔ یہ قصور کس کا ہوا اولاد کا ہوا یا ماں باپ کا ہوا یہ ایک عبرت اور نصیحت پکڑنے کا ایک نمونہ ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا

بی بی مریم علیہا السلام کے لئے اس کی ماں نے کتنی دعائیں کیں۔ اور پھر یہ دعائیں کرتی رہیں یہی نہیں کہ بچے کی پیدائش ہو گئی تو دعائیں بند کر دیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ یہ اس کے بعد بھی دو دعائیں کرتی رہیں۔

انی اعیذھا بک و ذریئھا من الشیطن الرجیم ، (ال عمران)
 اے اللہ میں نے اپنی بیٹی کو اور اس کی آنے والی ذریت کو شیطان رجیم کے خلاف
 آپ کی پناہ میں دیا۔ گویا بچی چھوٹی ہے مگر ماں کی محبت دیکھئے۔ فقط اس بچے کے لئے ہی
 دعائیں نہیں مانگ رہی اس کی آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعا مانگ رہی ہے۔ اللہ
 رب العزت کو ماں کی یہ بات اتنی پسند آئی۔ فرمایا،

فتقبلھا ربھا بقبول حسن و انبتھا نباتا حسنا (ال عمران)
 اللہ رب العزت نے پھر اس بچی کو قبول فرمالیا اور پھر اس کی تربیت فرمائی تو یہ ماں
 کی دعا تھی اور مربی تو حقیقت میں اللہ رب العزت ہے۔ تو ماں کی دعاؤں کو قبولیت
 حاصل ہے۔ بچوں کی جسمانی نشوونما اور اخلاقی اور روحانی تربیت یہ والدین کی ذمہ دا
 ری ہوتی ہے۔ جو والدین اس ذمہ داری کو احسن انداز میں پورا کرتے ہیں ان کی اولاد
 دنیا میں ان کے لئے راحت و آرام کا سبب بنتی ہے اور آخرت میں ترقی درجات کا سبب
 بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماں باپ کا نافرمان دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگ میرا چہرہ
 نہیں دیکھ سکیں گے ان میں سے ایک والدین کا نافرمان، دوسرا میری سنت کا تارک اور
 تیسرا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔
 حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اکرم سے پوچھا والدین کا
 ان کے بیٹے پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم نے فرمایا تیرے والدین تیرے لئے جنت ہیں یا
 دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

یعنی والدین کی اطاعت اور خوش نودی بیٹے کو جنت میں لے جاتی ہے اور والدین
 کی نافرمانی و ولایتاری بیٹے کے لئے دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

والدین کے سامنے اعمال پیش ہونے کا بیان

حضرت عبدالعزیز کے والد بیان کرتے ہیں کہ پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیاء اور والدین کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، وہ ان کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مرنے والوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔
(کنز العمال)

سنگدل ماں یا بے حس معاشرہ؟

ماں اس دنیا میں سب سے انمول رشتہ ہے اور یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ دنیا میں سب سے پر خلوص اور محبت کرنے والی ہستی صرف ماں ہی ہے۔ اپنے بچے کو نو ماہ اپنی کوکھ میں رکھتی ہے اس کو جنم دیتی ہے دنیا کی سرد گرم ہوا سے اس کو محفوظ رکھتی ہے۔ اگر کبھی اولاد کی جان پر بن جائے تو اس کی خاطر جان دینے سے دریغ بھی نہیں کرتی۔

لیکن لاہور جو ہر ٹاؤن کی بسمہ کیسی ماں ہے کیا وہ اس دنیا کی مخلوق نہیں؟ کیا اس کے سینے میں ماں کا دل نہیں؟ کیا اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں؟ یا وہ ایک اچھی ماں نہیں؟ آخر کیوں؟ اس نے اپنے دو معصوم بچوں کو اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کیا دو سالہ مناہل اور آٹھ ماہ کے یوسف نے ایسا کون سا گناہ کر دیا جس کی سزا ان کو اس قدر بھیاں تک ملی اور وہ اس دنیا کو بنا دیکھے ہی سفر آخرت کے روانہ ہو گئے۔ وہ بھی کیا لمحات ہوں گے جب بسمہ نے ان دونوں کو موت کی وادی میں پہنچایا ہوگا تو عرش و فرش کانپ گئے ہوں گے۔ معصوم مناہل نے نا تو کوئی ضد کی نا ہی کوئی فرمائش۔

پھر بھی ماں نے اس کو پانی میں کیوں ڈبو دیا وہ کچھ دیر تک تو مناہل یہ سمجھتی رہی ہو کہ وہ اور ماں پانی میں کھیل کھیلے گی لیکن جب سانس رکنے لگا ہوگا تو التجا کرتی رہی ہوگی کے ماں مجھے پانی سے باہر نکالو سانس لینا دشوار ہے۔

ماما، امی، ماں اور پر اس کی سانسوں کی ڈوری جلد ہی ٹوٹ گئی ہوگی۔ یوسف تو شیر خوار تھا یا تو ہنستا ہوگا یہ رو رو کر دودھ مانگتا ہوگا، جب ماں نے اس کو تکیہ رکھ کر مارا ہوگا تو اس کو تو روونے کا بھی موقع نہیں ملا ہوگا اور وہ واپس جنت سدھار گیا ہوگا جہاں سے وہ آیا تھا۔

زمانہ کہہ رہا ہے بسمہ کو پھانسی دو ظالم ماں ہے سفاک عورت ہے اس کو کبھی معافی نہیں ملنی چاہئے یہ دو معصوم پھولوں کی قاتل ہے یہ نہ پاگل ہے لیکن ایسا نہیں ہے بسمہ کا دل میں بھی مامتا ہے وہ بھی ماں کا دل رکھتی ہے جو آپ کی میری ماں کے پاس ہے بس بسمہ کے پاس اناج کے چند دانے نہیں تھے جن سے وہ اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی۔

بچے تین دن سے بھوکے تھے ماں سے صرف کھانا مانگ رہے تھے انہوں نے نا کھلونے مانگے تھے نا چاکلیٹ نا ہی مہنگے کپڑے اتنا شعور ہی کہاں تھا ان معصوم بچوں میں بس تین دن سے بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے اور کھانا مانگ رہے تھے۔ شوہر نشہ کرتا ہے بیروزگار ہے اور بسمہ کو بدکاری پر اکساتا، تو بسمہ گھریلو خاتون سفید پوشی کے بھرم میں کس کے آگے ہاتھ پھیلاتی۔ محلہ دار ویسے ہی کنارہ کش اور رشتہ داروں کی بے اعتنائی کیا کرتی بسمہ کیا بچوں کو لے کر بھیک مانگتی یا ان کو کسی فلاحی ادارے کے جھولے میں ڈال دیتی یا اپنی عزت بیچ کر بچوں کے منہ چند قطرے دودھ کی ڈالتی۔ اس لیے دکھوں کی ماری ہوئی ماں نے بچوں کو اللہ کی امان میں دینے کا فیصلہ کیا۔

ویسے بھی جس ملک میں حکمران صرف کرسی کے بارے میں سوچتے ہوں اور اپنی ذات ہی ان کا محور ہو اور ملک کے پانچ کروڑ اسی لاکھ افراد غربت سے نیچے رہ رہے ہوں، نو کروڑ افراد پیٹ بھر کر کھانا نا کھا سکتے ہوں تو اس ملک میں ایک ماں اپنے ہاتھ سے غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کی جان لے لیے تو کیا آسمان پھٹے گا یا کیا قیامت آئے گی۔

دولت اور وسائل پر صرف امراء قابض ہوں سیاستدانوں کے اوسط اثاثے نو لاکھ

ڈالر سے بھی زیادہ ہوں تو وہ عوام کی کیا پرواہ کریں گے۔ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جا رہا ہے تو ان کی ذات کو کیا فرق پڑتا ہے۔

جہاں لاہور میں حکومت اتنے عالمی ریکارڈ بنے میں مصروف تھی وہاں معاشرے کی بے حسی کا ریکارڈ بھی بن گیا کہ ایک ماں نے اپنے بچوں کو خود قتل کر دیا۔

صرف حکومت کو کیا دوش دیں معاشرے کی بے حسی بھی عروج پر ہے کہ دیوار کے ساتھ جڑے گھر میں کوئی تین دن سے بھوکا ہے کچھ معلوم نہیں اور وہ اپنی سفید پوشی میں کسی سے کچھ مانگ نہیں رہا تو آپ بھی کنارہ کشی ہی رکھیں کہ اسے ناہی مانگا اس لیے ناہی ہم نے دیا بھی دیا۔ اب بھی وقت ہے کہ اور ماؤں کو بسمہ بنے سے روکا جاسکتا ہے اگر ہم معاشرے میں ایک دوسرے کا احساس کرنا شروع ہو جائیں ایک دوسرے کی مدد کو اپنا شعار بنالیں زکوٰۃ دیں صدقہ دیں خیرات دیں اور کسی کی سفید پوشی کا بھرم رکھ لیں تو شاید ایسا واقعہ پھر نا ہو۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ، ۲۰۱۲ء، ۶، ۳)

ماں صحت مند تو بچہ بھی صحت مند

بچوں کی نگہداشت ایک ایسا عمل ہے جو کہ اگر موثر طریقے سے انجام دیا جائے تو ہی ہم ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ کسی بھی بچے کے صحت مند ہونے کی ضمانت ایک صحت مند ماں ہی دے سکتی ہے۔ حمل سے لے کر زچگی تک ماں کے آرام اور غذا کا مکمل خیال رکھا جائے تب ہی وہ ایک صحت مند بچے کو جنم دے سکتی ہے۔ پاکستان میں یہ شرح بہت کم ہے کہ دوران حمل زچہ اور بچہ کی صحت کا خیال رکھا جائے اور ان کا طبی معائنہ متواتر کروایا جائے اسی وجہ سے پاکستان میں ہر سال 25 سے 30 ہزار خواتین زچگی میں لقمہ اجل بن جاتی ہیں اور ایک ہزار میں سے 48 بچے پیدائش کے پہلے ماہ میں ہی فوت ہو جاتے ہیں اور 40 اعشاریہ 4 فیصد بچے مردہ پیدا ہوتے ہیں۔

بچے کی ولادت کے بعد ضروری ہے کہ پورا کنبہ زچہ اور بچہ کا خیال کرے، ان کے آرام اور غذا کا مکمل خیال کرے۔ بچے کے لیے پہلی مکمل غذا ماں کا دودھ ہے۔ اگر ماں

بچے کو اپنا دودھ پلائے تو اس کے خدو خال بھی جلد معمول پر آ سکتے ہیں اور اس کو چھاتی کا سرطان ہونے کا خدشہ بھی بالکل کم رہ جائے گا۔ ماں کے دودھ سے بچے میں قوت معداقت بڑھتی ہے۔ ماں کے دودھ میں پانی، چکنائی کی مناسب مقدار موجود ہے جو بچوں میں دست، کھانسی، نمونیا، پیٹ کے درد اور بد ہضمی کے امکان کو کم کرتا ہے۔ ماں کا دودھ سے گھر کا بجٹ بھی کم رہتا ہے اور قدرتی طور پر دوسرے حمل میں مناسب وقفہ بھی آ جاتا ہے۔ بچوں کو دو سال تک دودھ پلانا مفید ہے۔ اس لیے مائیں فیڈر کو مکمل نظر انداز کریں اور بچوں کو صرف اپنا دودھ دیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنی غذا، صحت اور صفائی کا خیال رکھیں اور بچوں کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔ ماؤں کی غذا میں پھل، سبزیاں، دودھ، پانی، انڈے، دالیں اور مچھلی شامل ہوں۔ وہ روزانہ تین وقت کا کھانا کھائیں، ہلکی چہل قدمی کریں، اپنا وزن کنٹرول میں رکھیں، گوشت اور بازار کے کھانوں سے پرہیز کریں اور جیسے جیسے بچہ کی عمر بڑھے اس کو بھی ماں کے دودھ کے ساتھ اضافی غذا شروع کروادیں جن میں سو جی، ساگودانہ، کیلا، چاولوں کی کھیر، ابلے ہوئے آلو وغیرہ شامل ہیں۔ ڈبے کے دودھ یا غذاؤں سے مکمل اجتناب کریں۔

غذا کے ساتھ بچوں کو صاف بھی رکھا جائے ان کو نیم گرم پانی سے روز غسل دیا جائے، ان کے سر، چہرے، کانوں کو احتیاط کے ساتھ صاف کیا جائے اور توہلیے سے اچھی طرح خشک کر کے موسم کے مطابق کپڑے پہنائے جائیں اور کچھ دیر ان کو ماں ان کو اپنے قریب ہی گرم کپڑے میں ڈھانپ کر رکھے تاکہ نہانے کے بعد بچوں کو ٹھنڈ نہ لگے۔ بچوں کی صحت کے لیے حفاظتی ٹیکوں کا کورس بھی لازم ہے جو کہ بچوں کو پولیو، خناق، تشنج، ٹی بی، کالی کھانسی، خسرہ، نمونیا اور ہیپاٹائٹس سے بچاتا ہے۔ بچوں کی شرح اموات کو کم کرنے کے لیے اور انہیں معذوری سے بچانے کے لیے یہ ٹیکے لگوانا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ حاملہ ماؤں کو بھی حفاظتی ٹیکہ جات کا کورس کروانا لازم ہے،

اس سے زچہ و بچہ کی شرح اموات کو کم کیا جاسکتا ہے۔

یہ سب کام تب ہی انجام پاسکتے ہیں جب ماں صحت مند ہوگی اس لیے حمل سے لے کر زچگی تک اور اس کے بعد کے چھ مہینے تک اہل خانہ کو زچہ اور بچہ دونوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ ان کی غذا، صحت، صفائی، ڈاکٹر سے مکمل معائنہ ان کے آرام اور ان کو ہر سہولت مہیا کرنا اہل خانہ کی ہی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں مردوں کا کردار بہت اہم ہے، ان کے تعاون سے ہی خواتین صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکتی ہیں۔

عذاب سے نجات و رحمت اہل ایمان کے لئے ہونے کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت کی تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا، تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی۔ دو تہائی کو پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھالیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ کعب احبار، مجاہد اور ابن جبیر سے بھی اس بچے اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

فوت ہونے والے کے نام کا صدقہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد، ۲۸۸۲، جامع ترمذی، ۶۶۹، سنن نسائی، ۳۶۵۵)

آگ کے اندر بول کر ماں کو تسلی دینے والے بچے کا واقعہ

آگ کا لاؤ روشن کرنا کون سا مشکل تھا۔ کام شروع ہو گیا۔ ایک اور مشرک نے بھی آگ جلائی تھی اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا تھا۔ یا تو مجھے سجدہ کرو نہیں تو تمہیں اس آگ میں پھینک دوں گا۔

ایک عورت لائی گئی، کہ عورت کمزور دل ہوتی ہے۔ سو چا جلدی پہنچ جائے گی۔ اسے کہا مجھے سجدہ کرو۔ نہیں تو تمہارا بچہ تم سے چھین کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ عورت کے انکار پر بچہ چھین لیا گیا اور آگ میں پھینک دیا گیا۔ ماں تڑپ کر رہ گئی۔ تلملا اٹھی۔ شاید قدم ڈگمگا جاتے، لڑکھڑاتی اور تذبذب کا شکار ہو جاتی کہ بچے نے آگ میں پکار کر کہا۔ اماں دل چھوٹا نہ کر۔ میں بظاہر معذور ہوں، حقیقت میں موجود ہوں، ڈرو نہیں۔

بعض لوگوں نے بچے کے رونے اور چیخنے کی آواز سنی تو سمجھے بچہ آگ کی جلن کی وجہ سے رورہا ہے۔ حالانکہ وہ اس لئے رورہا تھا کہ ابھی تک میری ماں اس آگ کے گلزار میں کیوں نہیں کودی۔ بچے نے آواز دے کر کہا۔ اماں جلدی سے آگ میں چھلانگ لگا دو۔ تو نے دنیا کے کتے کی طاقت دیکھ لی۔ اب اندر آ۔ اور ابراہیم کے رب کی طاقت کا بھی مشاہدہ کر۔ اس آگ کے اندر جو گلاب اور چنبیلی کے پھول کھلے ہیں، انہیں بھی دیکھ آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور ذہن کو معطر کر۔

میری ماں سن میں پیدا ہوتے وقت تیرے پیٹ سے باہر نکلنے سے ڈر رہا تھا۔ جب

پیدا ہوا تو تیرے رحم کی بند کوٹھڑی سے نجات مل گئی۔ اب اس آگ میں آ کر اس دنیا کو ماں کے رحم کی بند کوٹھڑی کی صورت دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تجھے ایک ماں کی محبت کی بناء پر بلارہا ہوں۔ ورنہ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ماں جلدی کر، اندر آ جا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی بلا لے۔ وہ بھی آگ کے اندر شہنشاہ کا بچھا ہوا دسترخوان دیکھ لیں، اس نے پکار کر کہا لوگو! اندر آ جاؤ۔

دین کے بیٹھے پانی کے سوا سب پانی عذاب ہیں، ان سب میں شہنشاہ سے دوری پیدا کرنے والا زہر بھرا ہوا ہے۔ لوگوں اندر آ جاؤ۔ چھلانگ لگا دو۔ تاکہ روح صاف اور لطیف ہو جائے اور حضرت ابراہیم کے رب کی قدرت دیکھ لو اور اس کے راز کو پاؤ۔

بچے کی آواز سن کر ماں نے بھی آگ میں چھلانگ لگا دی۔ پھر اس نے اسی طرح کہنا شروع کر دیا۔ بچے اور عورت کی کیفیت دیکھ کر لوگوں نے بھی آگ میں چھلانگیں لگانا شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ پہلے جو سپاہی لوگوں کو بتوں اور حاکم کو سجدہ نہ کرنے والوں کو آگ میں پھینکنے کے لئے کھینچ کھینچ کر لا رہے تھے آگ کے دہکتے الاؤ سے ڈر رہے تھے۔ اب لوگوں کو آگ میں چھلانگیں لگانے سے روکنے لگے۔ وہ حیران ہو رہے تھے کہ اب لوگ آگ کے ذریعے اپنے جسموں کو فنا کرنے کے لئے زیادہ عاشق کیوں ہو گئے ہیں۔

بادشاہ چیخ اٹھا۔ اور آگ سے مخاطب ہو کر غصے سے چلانے لگا۔ اے آگ تجھے کیا ہو گیا ہے تو ان کو جلاتی کیوں نہیں؟ تو تو اپنے پوجنے والوں کو معاف نہیں کرتی۔ آگ نے جواب دیا میں تیرے لئے تو اب بھی آگ ہی ہوں۔ ذرا تو میرے اندر آ۔ پھر دیکھ تو میری جلن کی جلند ابد الا آباد تک نہیں بھلا سکے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ

حکومت فرعون نے بنی اسرائیل کے یہاں جو نو مولود بیٹے ہوتے تھے انہیں قتل کرنے کا ایک وسیع پروگرام بنایا تھا۔ یہاں تک کہ فرعون کی مقرر کردہ دایاں بنی

اسرائیل کی بار بار عورتوں کی نگرانی کرتی تھیں۔

ان دانیوں میں سے ایک والدہ موسیٰ علیہ السلام کی دوست بن گئی تھی۔ (شکم مادر میں موسیٰ علیہ السلام کا حمل مخفی رہا اور اس کے آثار ظاہر نہ ہوئے) جس وقت مادر موسیٰ علیہ السلام کو یہ احساس ہوا کہ بچے کی ولادت کا وقت قریب ہے تو آپ نے کسی کے ذریعہ اپنی دوست دانی کو بلانے بھیجا۔ جب وہ آگئی تو اس سے کھا، میرے پیٹ میں ایک فرزند ہے، آج مجھے تمہاری دوستی اور محبت کی ضرورت ہے۔

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تو آپ کی آنکھوں میں ایک خاص نور چمک رہا تھا، چنانچہ اسے دیکھ کر وہ دایہ کا اپنے لگی اور اس کے دل کی گھرائی میں محبت کی ایک بجلی سما گئی، جس نے اس کے دل کی تمام فضاء کو روشن کر دیا۔

یہ دیکھ کر وہ دایہ، مادر موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر بولی کہ میرا یہ خیال تھا کہ حکومت کے دفتر میں جا کے اس بچے کے پیدا ہونے کی خبر دوں تا کہ جلاد آئیں اور اسے قتل کر دیں اور میں اپنا انعام پالوں۔ مگر میں کیا کروں کہ میں اپنے دل میں اس نوزائیدہ بچے کی شدید محبت کا احساس کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ میں یہ نہیں چاہتی کہ اس کا بال بھی بیکا ہو۔ اس کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ میرا خیال ہے کہ آخر کار یہی ہمارا دشمن ہوگا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام تنور میں

وہ دایہ مادر موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلی۔ تو حکومت کے بعض جاسوسوں نے اسے دیکھ لیا۔ انھوں نے تھپہ کر لیا کہ وہ گھر میں داخل ہو جائیں گے۔ موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن نے اپنی ماں کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا۔ ماں یہ سن کے گھبرا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کیا کرے۔

اس شدید پریشانی کے عالم میں جب کہ وہ بالکل حواس باختہ ہو رہی تھی۔ اس نے بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور تنور میں ڈال دیا۔ اس دوران میں حکومت کے آدمی آ گئے۔ مگر وہاں انھوں نے، تنور کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ انھوں نے مادر موسیٰ علیہ

السلام سے تفتیش شروع کر دی۔ پوچھا۔ دایہ یہاں کیا کر رہی تھی۔؟ موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کھا کہ وہ میری سہیلی ہے مجھ سے ملنے آئی تھی۔ حکومت کے کارندے مایوس ہو کے واپس ہو گئے۔

اب موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو ہوش آیا۔ آپ نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ناگھاں تنور کے اندر سے بچہ کے رونے کی آواز آئی۔ اب ماں تنور کی طرف دوڑی۔ کیا دیکھتی ہے کہ خدا نے اس کے لئے آتش تنور کو ٹھنڈا اور سلامتی کہ جگہ بنا دیا ہے۔ وہی خدا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو بردوسلا بنا دیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بچے کو صحیح و سالم باہر نکال لیا۔ لیکن پھر بھی ماں محفوظ نہ تھی۔ کیونکہ حکومت کے کارندے دائیں بائیں پھرتے رہتے اور جستجو میں لگے رہتے تھے۔ کسی بڑے خطرے کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ ایک نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے۔

اس حالت میں خدا کے ایک الہام نے ماں کے قلب کو روشن کر دیا۔ وہ الہام ایسا تھا کہ ماں کو بظاہر ایک خطرناک کام پر آمادہ کر رہا تھا۔ مگر پھر بھی ماں اس ارادے سے اپنے دل میں سکون محسوس کرتی تھی۔

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں اور نہ غمگین ہونا کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے قرار دیں گے۔

اس نے کھا، خدا کی طرف سے مجھ پر یہ فرض عائد ہوا ہے۔ میں اسے ضرور انجام دوں گی۔ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں اس الہام کو ضرور عملی جامہ پہناؤں گی اور اپنے نوزائیدہ بچے کو دریائے نیل میں ڈال دوں گی۔!!

اس نے ایک مصری بڑھئی کو تلاش کیا (وہ بڑھئی قبطنی اور فرعون کی قوم میں سے تھا) اس نے اس بڑھئی سے درخواست کی کہ میرے لیے ایک چھوٹا سا صندوق بنا دے۔

بڑھئی نے پوچھا، جس قسم کا صندوق تم بنوانا چاہتی ہو اسے کس کام میں لاؤ گی؟
 موسیٰ علیہ السلام کی ماں جو دروغ گوئی کی عادی نہ تھی اس نازک مقام پر بھی سچ
 بولنے سے باز نہ رہی۔ اس نے کھا، میں بنی اسرائیل کی ایک عورت ہوں۔ میرا ایک
 نوزائید بچہ لڑکا ہے۔ میں اس بچے کو اس صندوق میں چھپانا چاہتی ہوں۔

اس قبیلے بڑھئی نے اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ جلا دوں کو یہ خبر پہنچا دیگا۔ وہ
 تلاش کر کے ان کے پاس پہنچ گیا۔ مگر جب وہ انھیں یہ خبر سنانے لگا تو اس کے دل پر ایسی
 وحشت طاری ہوئی کہ اس کی زبان بند ہو گئی۔ وہ صرف ہاتھوں سے اشارے کرتا تھا اور
 چاہتا تھا کہ ان علامتوں سے انھیں اپنا مطلب سمجھا دے۔ حکومت کے کارندوں نے اس
 کی حرکات دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ شخص ہم سے مذاق کر رہا ہے۔ اس لیے اسے مارا اور باہر
 نکال دیا۔

جیسے ہی وہ اس دفتر سے باہر نکلا اس کے ہوش و حواس یکجا ہو گئے، وہ پھر جلا دوں
 کے پاس گیا اور اپنی حرکات سے پھر مار کھائی۔ آخر اس نے یہ سمجھا کہ اس واقعے میں
 ضرور کوئی الہی راز پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اس نے صندوق بنا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
 والدہ کو دیدیا۔ دریا کی موجیں گہوارے سے بہتر ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی والدہ کا دودھ پینے کا واقعہ

آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھوں اسے باہر بھیجا کہ کسی دایہ کو تلاش کرو جس کا دودھ یہ
 بچے اس کو لے آؤ۔ چونکہ رب العالمین کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کا اپنی والدہ کے سوا کسی اور کا
 دودھ پئے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ اپنی ماں
 تک پہنچ جائیں۔ لونڈیاں آپ کو لے کر جب باہر نکلیں تو آپ کی بہن نے آپ کو پہچان
 لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ خود انہیں کوئی پتہ چل سکا آپ کی بہن تو پہلے بہت پریشان
 تھی لیکن اس کے بعد اللہ نے انہیں صبر و سکون دے دیا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔
 بہن نے انکو کہا کہ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا یہ بچہ کسی دایہ کا دودھ نہیں

پیتا اور ہم اس کے لئے دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر ہمشیرہ موسیٰ نے فرمایا اگر تم کہو تو تمہیں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے بچہ ان کا دودھ پی لئے اور اس کی پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔

یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت ہے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کر لیا اور پوچھا تمہیں کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ۔ کون نہ چاہے گا کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو۔ انعام و اکرام کی خاطر کون اس سے ہمدردی نہ کریگا۔ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھایہ انہیں لے کر اپنے گھر لے آئیں اور اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں ذبح نہ کریں۔ سرکاری آدمیوں نے انہیں دیا تو بچہ دودھ پینے لگا۔ فوراً یہ خبر حضرت آسیہ کو دی گئی وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور انہیں اپنے محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام و اکرام کیا لیکن یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچے کی والدہ ہیں۔

فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا۔ آخر کار ایک روز حضرت آسیہ نے فرمایا میری خوشی ہے کہ تم محل میں آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں دودھ پلا دیا کرونگی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کرونگی۔ یہ سنے ہو اور اس پر فرعون کی بیوی بھی رضامند ہو گئیں ام موسیٰ کا خوف امن سے، فقیری امیری سے، بھوک آسودگی سے، دولت و عزت میں بدل گئی۔ روزانہ انعام و اکرام پاتیں۔ کھانا، کپڑا، شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن ایک رات کے بعد ہی اللہ نے اس کی مصیبت کو راحت سے بدل دیا۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اسمیں اللہ کا خوف اور میری

سنتوں کا لحاظ کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہے اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے۔ اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے۔ اور وہ اللہ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے، اب آپ کی والدہ اطمینان سے آپ کی پرورش میں مشغول ہو گئیں اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ نبی کی ہونی چاہیے۔ ہاں رب کی حکمتیں بی علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو نہیں سوچتے۔ ظاہری نفع نقصان کے پابند رہتے ہیں۔ اور دنیا پر رتھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں سوچتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہیں وہ برا ہو یعنی ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھیں ہیں۔

ماں کی دعا سے موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس ہونے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے ہمکلام ہوتے اور بہت سی باتیں معلوم کرتے تھے جو کہ بہت ہی خوبصورت اور دلچسپ ہوا کرتی تھیں۔ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا یا اللہ جنت میں جو میرا پڑوسی ہوگا اسے دیکھا دے اللہ نے کہا فلاں بستی میں ایک گوشت بیچنے والا قصائی ہے وہ جنت میں آپ کا ہمسایہ بنے گا پھر ایک روز موسیٰ علیہ السلام اس بستی میں پہنچ گئے وہ قصائی جب گوشت فروخت کر کے فارغ ہوا تو

اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا بچا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کو بہت ہی نفاست سے صاف کیا اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں مسافر ہوں رات قیام کرنا ہے اس گوشت والے نے بخوشی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لیا۔ گھر جا کر اس نے سب سے پہلے اپنی ماں کے پاس جا کر خیریت معلوم کی اور پھر بڑی محنت سے وہ گوشت بھونا اور اپنی ماں کو کھلایا اور اس کی ماں بہت خوش ہوئی اور اس نے کھانا کھا کر کچھ کہا جس کو سن کر وہ ہنسا۔ وہ عورت کافی ضعیف تھی اور آہستہ بولتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تیری ماں نے کیا کہا؟ جو تو ہنس دیا اس شخص نے جواب دیا کہ جب ماں خوش ہوتی ہے تو مجھ کو دُعا دیتی ہے۔ اللہ تجھے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا پڑوسی بنائے تو میں اس لئے ہنسا کہ کہاں میں گنہگار بندہ اور کہاں اللہ کا پیارا نبی موسیٰ علیہ السلام اس کی بات پر دل ہی دل میں مسکراتے رہے واقعی ماں باپ کی خدمت بہت ہی عظیم کام ہے اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ایک سیب کا کھانے کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کے پاس بیت المال کے سیب آئے۔ سیب مسلمانوں میں تقسیم کئے جا رہے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کا چھوٹا بیٹا آیا اور سیبوں کے ڈھیر میں سے ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ نے اس کے منہ سے یہ سیب چھین لیا۔ وہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا دیئے۔ جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ گھر واپس پہنچے تو سیبوں کی خوشبو آئی تو بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہیں بیت المال میں سے کچھ سیب ملے؟ بیوی نے کہا نے کہ نہیں، میں نے بازار سے منگوائے ہیں اور بیٹے کو دیئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جب میں نے اپنے بیٹے سے سیب چھینا تو مجھے ایسا لگا کہ میں نے اپنا دل چیر دیا ہے لیکن مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ میں مسلمانوں کے مال میں سے ایک سیب کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے رسوا

کروں۔

ماں نیک ہو تو بیٹا بھی نیک ہوتا ہے

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اور ماں کو جب چھینک آتی اور اس پر وہ الحمد للہ کہتیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیٹ ہی میں جواباً یرحمک اللہ کہتے

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یکم رمضان المبارک بروز پیر صبح صادق کے وقت دنیا میں جلوہ گر ہوئے اس وقت ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے اور اللہ، اللہ کی آواز آرہی تھی۔

جس دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ہوئی اس دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیار ولادت جیلان شریف میں گیارہ سو بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب لڑکے تھے اور سب ولی اللہ بنے۔

غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام نے پیدا ہوتے ہی روزہ رکھ لیا اور جب سورج غروب ہوا اس وقت ماں کا دودھ نوش فرمایا۔ سارا مہینہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی معمول رہا

پانچ برس کی عمر میں جب پہلی بار بسم اللہ پڑھنے کی رسم کے لئے کسی بزرگ کے پاس بیٹھے تو اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور آلم سے لے کر اٹھارہ پارے روشن پڑھ کر شادیئے۔ اس بزرگ نے کہا، بیٹے اور پڑھئے! فرمایا، بس مجھے اتنا ہی یاد ہے کیونکہ میری ماں کو بھی اتنا ہی یاد تھا۔ جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اس وقت وہ پڑھا کرتی تھیں۔ میں نے سن کر یاد کر لیا تھا۔

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لڑکپن میں کھیلنے کا ارادہ فرماتے، غیب سے آواز آتی، اے عبدالقادر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہم نے تجھے کھیلنے کے واسطے نہیں پیدا کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدرسہ میں تشریف لے جاتے تو آواز آتی، اللہ عزوجل

کے ولی کو جگہ دے دو۔ (کتب کثیرہ)

ماں کی نصیحت پر غوث اعظم کی سچائی سے متاثر ڈاکوؤں کی توبہ کرنے کا واقعہ

ایک مشہور واقعہ ہے ایک بار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا: جب میں دس برس کا تھا تو اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتا تھا راستے میں مردان غیب میرے پیچھے چلتے دیکھائی دیتے تھے پھر جیسے ہی میں مدرسے میں داخل ہوتا تو مردان غیب کو بار بار کہتے ہوئے سنتا۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو۔

دو۔

اٹھارہ سال کی عمر میں والدہ محترمہ نے ایک قافلے کے ساتھ آپ کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد بھیجا۔ قافلہ ایک سنسان راستے سے گزرا تو اس علاقے کے ڈاکوؤں نے مسافروں کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا۔ اور حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کو کسی غریب آدمی کا بچہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ جب یہ لٹا ہوا قافلہ آگے بڑھا تو ڈاکوؤں کے سردار نے آپ سے ازراہ مذاق پوچھا۔ بچے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ ہاں۔ غوث اعظم نے لٹیروں کی توقع کے خلاف جواب دیا۔ آخر سردار کے اشارے پر آپ کی جامہ تلاشی کی گئی۔ مگر ہرنوں کو کچھ نہیں ملا۔

”ہمیں بے وقوف بنانا ہے“ ڈاکوؤں کا سردار ایک بچے کی بات کو مذاق سمجھ کر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ مذاق کیا ہوتا ہے میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں جو قبا میں دبیز استر میں بغل کے نیچے ٹانگی گئی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

سردار کے کہنے پر دوبارہ تلاشی لی گئی آخر اس کے ساتھی اشرفیاں پانے میں کامیاب ہو گئے تمام ہرنوں کو اس بات پر حیرت تھی کہ اگر لڑکا ان اشرفیوں کی نشاندہی نہ کرتا تو وہ

اس کی طرف متوجہ بھی نہ ہوتے۔ لڑکے کی صاف گوئی پر سردار کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ تعجب ہوا تھا اس لئے وہ عبدالقادر سے سوال کئے بغیر نہ رہ س لڑکے کے تو جھوٹ بول کر اپنی اشرفیوں کو چھپا سکتا تھا پھر تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

رخصت کرتے وقت میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر جان پر بھی بن جائے تو جھوٹ نہ بولنا۔ یہی میری والدہ کا حکم تھا اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے تو میں اپنی والدہ کے حکم کو نہیں ٹال سکتا تھا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے یہ جواب بڑی جرات و بے باکی سے دیا کہ سارے ڈاکو حیران رہ گئے۔ قزاقوں کے سردار پر سکتہ طاری تھا پھر اچانک اس کے ساتھیوں نے اسے روتے ہوئے دیکھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند لفظوں کی حرارت سے پتھر پگھل جائے گا عجیب انقلابی لمحات تھے جس شخص کے لئے قتل و غارت ایک کھیل تھا اس کی آنکھیں اشک برسا رہی تھیں۔ ”سردار یہ آپ کو کیا ہو گیا؟“ ساتھی لٹیروں نے پوچھا۔

افسوس! میں ہلاک ہو گیا اس لڑکے کو اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کا اس قدر پاس ہے اور میں اپنے عہد کو دن میں کئی بار توڑ دیتا ہوں جو میں نے خالق کائنات سے کیا ہوا ہے یہ کہہ کر سردار نے لوٹا ہوا سارا مال مسافروں کو واپس کر دیا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں کو بے اختیار چوم لیا۔

تو عظیم ہے کہ مجھ جیسے پستی میں گرے ہوئے انسان سے ملا۔ تو میرا رہنما ہے کہ تو نے مجھے سچائی کا راستہ دیکھایا، تو ہی حق کی روشنی ہے اگر آج کی رات تجھ سے ملاقات نہ ہوتی تو میں زندگی بھر گناہوں کے اندھیرے میں بھٹکتا رہتا۔

پھر قزاقوں کے سردار پر ناقابل بیان وحشت طاری ہو گئی اور وہ رات سنائے میں چیختا ہوا کہیں گم ہو گیا۔ ”اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے میں تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں“ یہ غوث اعظم علیہ الرحمہ کی پہلی کرامت تھی جس نے ایک رہزن کی زندگی کا نقشہ بدل دیا تھا۔

پاک دامن ماں کی برکت نے دعاؤں کے شہر پر فتح حاصل کر لی

ایک مرتبہ دہلی میں قحط پڑا۔ بارش ہونا بند ہو گئی۔ جس کی وجہ سے دریا، نہریں اور تالاب خشک ہو گئے۔ پانی اور غلے کی قلت ہو گئی۔ ہر طرف گرمی کی وجہ سے لوگ بے تاب ہو گئے، بچے تڑپنے لگے جانور پریشان ہو گئے، چرند پرند ٹڈھال ہو گئے سب پریشان تھے کہ قحط سالی کیسے ختم ہو۔

علماء کرام نے فیصلہ کیا کہ سارے شہر والے مرد عورتیں بچے بوڑھے خود بھی باہر نکلیں اور اپنے جانوروں کو بھی باہر لائیں اور ایک بڑے میدان میں نماز استسقاء ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تاکہ اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برسا دیں۔

دہلی کا شہر اس وقت چھوٹا ہوتا تھا۔ چنانچہ سب لوگ باہر نکلے، نماز استسقاء ادا کی اور رورور دعائیں مانگنے لگے کہ اے رب کریم اپنی رحمت سے بارش نازل فرما اور ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرما۔ مگر ظاہری طور پر کوئی اسباب نظر نہ آئے۔

اسی دوران ایک نوجوان اپنی والدہ کے ہمراہ اونٹ پر سوار قریب سے گزرا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو رک گیا۔ اپنے اونٹ کو وہیں روک کر مجمع کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ قحط سالی سے جگمگ کر لوگ بارش کے لئے دعا مانگ رہے ہیں لیکن بارش کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ میں آپ کے لئے بارش کی دعا مانگتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی سواری کے پاس گیا۔ اس نے اپنی والدہ کی چادر کا دھاگہ لے کر کچھ الفاظ کہے۔ اس کے الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ مجمع وہی تھا۔ علماء مشائخ وہیں، مرد عورتیں وہیں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش برسا دی۔ اتنی بارش ہوئی کہ لوگ نہال ہو گئے۔ علماء کرام بڑے حیران ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ اتنے لوگوں نے دعا مانگی مگر قبول نہ ہوئی اور اس نوجوان نے دعا مانگی اور قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس نوجوان کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے کوئی دعا مانگی؟

وہ کہنے لگا کوئی ایسی خاص دعا تو نہیں البتہ میں ایک نیک ماں کا بیٹا ہوں میری ماں بہت نیک ہے، کبھی جان بوجھ کر گناہ کا کوئی کام نہیں کیا۔ اور ہمیشہ باپردہ رہتیں ہیں۔ جب آپ نے کہا کہ ہم مشکل اور پریشانی میں گرفتار ہیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک ایسی ماں کا بیٹا ہوں جس نے اپنی پوری زندگی پاک دامن میں گزار دی ہے۔ چنانچہ میں اپنے ماں کی چادر کا دھاگے لے کر دعا کہ یا اللہ عزوجل یہ اس خاتون کے دامن کا دھاگہ ہے جس پر کسی نامحرم کی نظر نہ پڑی، اس کے طفیل بارانِ رحمت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کو میری ماں کی نیکی اتنی پسند آئی کہ اس نے اس کے واسطے سے رحمت کی بارش برسادی۔

اسلامی بھائیو! کیا آپ جانتے ہیں وہ نیک اور پاک دامن خاتون کون تھیں۔ وہ مشہور زمانہ ولی اللہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی والدہ محترمہ تھیں، ان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے آج کل کی بچیوں کو بھی چاہئے کہ باپردہ رہیں اور نیکی کی زندگی بسر کریں۔

دودھ پیتے بچے کا ماں کی دعا پر انکار کرنے کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل و صورت والا گزرا۔ ماں نے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو اسی سوار جیسا شاندار بنانا۔ بچہ نے ماں کا دودھ چھوڑ کر اس سوار پر ایک نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا مت بنانا یہ کہہ کر پھر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت نبی کریم نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کے لئے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کبخت تو

نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جا رہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے۔ ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچہ کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنانا۔ بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ مجھے اسی جیسا بنائیے گا۔ اس پر ماں بیٹوں میں حجت ہونے لگی۔ ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لئے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑے مارتے ہوئے جا رہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو! بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم جابر نہ بنائیے گا اور بے چاری یہ لڑکی! لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا بھی کیا ہے، تو نے چوری بھی کی ہے مگر اس بیچاری نے نہ چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے تو میں نے کہا اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنائیے گا۔ (بخاری و مسلم)

اے عقل مندو! خدا کی مہربانی کو سمجھو

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگی قیدی عورت کو دیکھا جس سے اس کا بچہ چھوٹ گیا تھا وہ اپنے بچہ کو پاگلوں کی طرح تلاش کر رہی تھی اور جب وہ نہیں ملا تو قیدیوں میں سے جس کسی بچہ کو دیکھتی اسی کو گلے لگالیتی یہاں تک کہ اس کا اپنا بچہ مل گیا خوشی خوشی لپک کر اسے گود میں اٹھالیا سینے سے لگایا پیار کیا اور اس کے منہ میں دودھ دیا یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا بتاؤ تو یہ اپنا بس چلتے ہوئے اس بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم جس قدر یہ ماں اپنے بچہ پہ مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف و رحیم ہے۔

ماں کو اکلوتے بیٹے کی موت کے یقین آ جانے کا واقعہ

ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا۔ بیچاری ماما کی ماری در بدر پھرتی رہی کہ میرے بچے کا علاج کرو۔ اسے یقین نہ آیا کہ واقعی میرا بیٹا مر گیا ہے۔ لوگوں نے سمجھایا، بتایا، کفن اٹھا کر دکھایا کہ تیرا بچہ موت کی آغوش میں چلا گیا پھر بھی اس ماما، غمزدہ ماں کو یقین نہ آیا۔ ایک ولی اللہ کے پاس گئی۔ پوچھا میرا بچہ زندہ ہے یا مردہ؟ اگر مردہ ہے تو زندہ کر دو۔ اہل اللہ نے کہا کہ مردہ کو زندہ کرنا رب العالمین کا کام ہے، اچھا میں زندہ کروں گا۔ بشرطیکہ ایسے گھر سے پانی کا گھڑا بھر کر لادے جہاں کوئی بھی نہ مرا ہو۔ اس نے تمام شہر چھان مارا۔ کالونی اور محلوں میں پھری۔ جھونپڑی، خیمہ تک پھری۔ مگر سب نے جواب دیا کہ ہر گھر سے جنازہ اٹھا ہے بلکہ زندہ کم ہیں مرے بہت ہیں۔ وہ عورت واپس آئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ لڑکا واقعی مر چکا ہے۔ یہ فقط میرے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اوروں کے ساتھ بھی صدمہ ہوا ہے۔ پس صبر کے سوا چارہ نہیں۔

ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والے کی ناک آلودہ

حضرت ابو یوسف ہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناک خاک آلود ہو گئی پھر ناک خاک آلود ہو گئی پھر ناک خاک آلود ہو گئی عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون آدمی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھا پے میں پایا، ان کی خدمت کر کے، اور جنت میں داخل نہ ہوا۔ (صحیح مسلم، جلد سوم، رقم الحدیث، 2010)

ماں کی وصیت نہ ماننے کی وجہ کفن واپسی

بصرہ میں ایک نیک خاتون رہا کرتی تھیں جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ مجھے اس کپڑے کا کفن پہنانا جسے باپن کر میں رجب المرجب میں عبادت کیا کرتی تھیں۔ بعد از انتقال اُس کے بیٹے نے کسی اور کپڑے میں کفنا کر دیا۔ جب قبرستان سے گھر آیا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کی ماں کا کفن گھر میں موجود تھا۔ جب گھبرا

کر اس نے ماں کی وصیت کردہ کپڑے دیکھے تو وہ اپنی جگہ سے غائب تھے۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی اپنا کفن واپس لے لو ہم نے اس کو اسی کفن میں کفنایا ہے (جس کی اس نے وصیت کی تھی) جو رجب کے روزے رکھتا ہے ہم اُس کو اُس کی قبر میں غمگین نہیں رہنے دیتے۔ (نہمۃ المجالس ج اول مطبوعہ مکتبۃ المقدس کوئٹہ)

عورت دور جاہلیت میں اور آج

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و دروں

ہر زمانے میں اور ہر مذہب میں بالخصوص دور جاہلیت میں صنف نازک کو ضعیف و کمزور جنس مانا گیا ہے۔ اسے نازک ریشمی دھاگوں اور کانچ کو چوڑیوں اور مصنوعی و حسین زیب و زینت کا اسیر تصور کیا گیا ہے اور چار دیواری کا قیدی اور خواہش نفسانی و لذات زندگی کا میکدہ جانا گیا ہے اور مردوں کی عزت و وقار کے لئے عار و عیب اور بدنمادار سمجھا گیا ہے۔ اسے محفل عیش و طرب کا سامان اور ہوی و حوس کا کھلونہ تصور کیا گیا ہے۔ جہیز و شادی بیاہ کے ناقابل برداشت بوجھ اور وسائل معاش کے نا اہل ہونے کا کلنک کا ٹیکہ جانا گیا ہے۔ اس کے برخلاف دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وہ مقام و مرتبہ عطا کیا جو کوئی اور مذہب نہیں دے سکا۔ یہ اسلام ہی کا خاص ملکہ و خوبی اور امتیاز ہے کہ حضور رحمت عالم نور مجسم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے صنف نازک کو ماں کے روپ میں بیٹی کے روپ میں بہت کے روپ میں بہو کے روپ میں ان کی قدر و منزلت فرمائی اور ان کو مقدس و پاکیزہ رشتوں سے منسلک کیا۔ اور مردوں کے مقابل انہیں بھی وہی حقوق دیئے جو مردوں کو دیئے گئے تاکہ وہ سماج و سوسائٹی میں مردوں ہی کی طرح زندگی بسر کر سکے اور یہ بھی سچ ہے کہ جب عورت اسلامی لباس اور حجاب کی پابند تھی اور اپنے آپ کو چار دیواری میں گوشہ نشین رکھے ہوئے تھی تب تک اس کی عزت و ناموس اور عفت و عصمت محفوظ تھی اور جیسے ہی وہ بے پردہ اور مغربی ملبوسات

میں عریاں ہوتی گئی اس کی عفت و عصمت کو تار تار کیا گیا اسے ذلیل و خوار کیا گیا ساتھ ہی اس کی قدر و منزلت جاتی رہی اور مقدس رشتوں کا لحاظ ختم ہوتا گیا ایسے میں مردوں نے اس کے رہنے کو نہ رہنے سے زیادہ بہتر سمجھا جس کے لئے دختر کشی، بچیوں کو زندہ درگور کیا جانا، ستی کیا جانا اور مادر رحم میں صنف نازک شخص ہونے کے بعد اسقاط حمل (Foeticide Female) کروانے کے طریقہ ڈھونڈ نکالنے اور اس کے وجود ہی کو متزلزل کر کے رکھا دیا۔

درحقیقت مرد و زن انسانی زندگی میں ایک دوسرے کے رفیق حیات اور ہمسفر ہوتے ہیں۔ ان دو میں ہر ایک دوسرے کی ضرورت و حاجت ہوتا ہے۔ انسانی حیات کی ارتقاء ان دونوں ہی پر منحصر ہے نسل انسانی کی بقاء مرد و زن ہی سے متصور ہے۔ مسابین الارض والسماء پائی جانے والی چہل پہل، چمک دمک، زیب و زینت، مسرت و شادمانی، فرحت و آفرینی ان دونوں ہی کے دم سے ہے۔ چنانچہ خالق ارض و سموات کا ارشاد ہیا سمان و زمین کا پیدا کرنے والا جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لئے جوڑے بنائے اور چوپائیوں میں سے ان کے ہم جنس جوڑے پیدا کئے اور اسی طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے اس کے مثل کوئی شئی نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ (سورۃ الشوری آیت) اور متعدد مقامات پر قرآن کریم نے نسل انسانی کی ارتقاء و بقاء کو مرد و زن سے تعبیر کیا ہے اسی طرح تخلیق کائنات کیلئے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ ہی کی بائیں پسلی سے آپ کی تسکین قلب اور راحت زندگی کے لئے حضرت حوا علیہا السلام کو منس بنا کر وجود بخشا گویا مرد کے وجود کی بقاء صنف نازک ہی سے ہے ہر مرد کسی نہ کسی عورت کا باپ، بھائی، بیٹا، شوہر ضرورت ہوتا ہے یہ بات اور ہے کہ خدائے واحد اپنی قدرت سے بغیر والدین کے یا بغیر ماں کے یا بغیر باپ کے انسان کو پیدا کرے یہ اس کی قدرت کی نشانی ہے لیکن مرد کا عورت سے اور عورت کا مرد کی وجہ سے پیدا کیا جانا بھی اسی خالق کائنات کے قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اور اس نے

نسل انسانی کی بقاء و ارتقاء کے لئے مرد و زن کو لازم و ملزوم قرار دیا باوجود اس کے مردوں کا صنف نازک کو عار و عیب سمجھنا دختر کشی کرنا، اسقاط حمل کرنا یا نسل کشی کرنا نظام قدرت الہی کے خلاف جنگ کرنا ہے۔

وجوہات دختر کشی سے متعلق تفصیل حسب ذیل ہے

ایام جاہلیت میں صنف نازک کے ساتھ بڑا ظالمانہ و جاہرانہ سلوک برتا جاتا تھا بچیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا تھا، لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اس لئے کہ اس وقت میں بھی ایک ایسی دلسوز و با اور حیا سوز طریقہ عورتوں سے متعلق عام تھا کہ وہ منکوحہ عورت جب ایام حیض سے فارغ ہوتی تو اس کا شوہر اس کو کسی بہادر جوان مرد اور سخی و فیاض آدمی کے یہاں روانہ کرتا تھا اور اس کو اجازت دیتا کہ وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرے جس سے اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ایک نامور آدمی کے نطفے سے اس کی بیوی کے شکم سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی نامور اور مشہور و معروف شخصیت کا حامل بنے گا اور خود کو اسے نامور بیٹے کا باپ بننے کا اعزاز حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح آٹھ نو مرد ایک عورت کے پاس اکٹھے ہوتے اور اس کی رضامندی سے اس کے ساتھ مجامعت و مقاربت کرتے اگر اس سے حمل ٹھہر جاتا اور بچہ پیدا ہوتا تو چند ایام کے بعد ان آٹھ نو مردوں کو بلا بھیجتی تھی اور ان میں سے کسی کے اختیار میں نہ ہوتا کہ وہ آنے سے انکار کرے جب اس کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ کہتی کہ جو کچھ تم نے کیا اسے تم جانتے ہی ہو اور اس فعل سے مجھے جو بچہ پیدا ہوا ہے پھر ان میں سے جس کسی کا نام چاہتی لے کر کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے اور اس بچے کو اس آدمی کی نسل سے جوڑ دیا جاتا یہ اس وقت ہوتا جب کہ وہ لڑکا ہو اور اگر لڑکی بیٹی ہو تو پھر وہ انہیں بلاتی ہی نہیں بلکہ اسے زندہ درگور کر دیتی تھی۔ اسی طرح دور جاہلیت میں پوشیدہ نکاح، نکاح متعہ، نکاح بدل اور نکاح شغار کے مراسم بھی تھے۔ جو بہت زیادہ حیا سوز اور بے شرمی کے طریقے تھے۔ نکاح متعہ میں گواہوں کے بغیر مرد و زن مقررہ وقت کے لئے مختص کردہ مال کے عوض شادی کر لیتے تھے اور

بیوی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور نکاح بدل کر دوسرا آپس میں اس بات سے راضی ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ تو اپنی زوجہ کو میرے پاس بھیج دے میں اپنی منکوحہ کو تیرے پاس بھیج دوں گا اور نکاح شغار کہ ایک مرد اپنی بیٹی کی شادی کسی مرد سے اس شرط پر کرتا تھا کہ وہ مرد اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دیگا اور دونوں اپنی بیویوں کے مہر نان نفقہ ادا نہیں کریں گے یہ سب مراسم دور جاہلیت کے حیاء سوز اور بے حیائی و بے شرمی کے تھے۔ اسی طرح اس وقت بھی اس بات کو باپسند کیا جاتا تھا کہ ان کی بیویاں یا ان کی بیٹیاں کو ایسی نازیبا حرکت کرے جس سے ان کی عزت و ناموس اور خاندان کی شان داغدار ہو جائے اور یہ کلنک کاٹیکا سارے عرب میں ان کی ذلت و رسوائی کا سبب بنے ان ہی وجوہات کی بناء صنف نازک کی قدر و منزلت عزت و وقعت ختم ہوتی گئی اور عورت کو عیب و عار بد نما داغ سمجھا جانے لگا اور بچی کی پیدائش کو نحس اور کلنک کا ٹیکہ تصور کیا جاتا تھا اور لڑکی کے پیدا ہونے پر ماتم و نوحہ کا تاننا لگا رہتا تھا باپ کا چہرہ مارے غم ورنجیدگی کے کالا پڑ جاتا عار و عیب اور شرم کی وجہ سے لوگوں سے اپنا چہرہ چھپتا چھپاتا پھرتا تھا۔

قبیلہ مضر، خزاعہ اور قبیلہ تمیم تو اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے تاکہ کوئی ایسا مردان سے ان کی بیٹی کا رشتہ نہ مانگے جو انکی برابری اور کفو کا نہ ہو یا فقر و فاقہ اور افلاس سے خستہ حال نہ ہو۔ جس سے نجات پانے کے لئے ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب لڑکی چھ سات برس کی ہو جاتی تو باپ جنگل میں جا کر اس کے لئے گہرا گڑھا کھود آتا پھر اپنی بیوی سے کہتا کہ اس بچی کو غسل کرا کے، خوبصورت عمدہ کپڑے پہنا کے، زیب و زینت کرا کے، خوشبو سے مہکا کپڑا پہنوا دے اسے لے کر جنگل کی طرف چل پڑتا۔ اور اس گڑھے کے کنارے اپنی منہی سی معصوم لخت جگر کو کھڑا کرتا اور کہتا دیکھو اس گڑھے میں کیا ہے جب وہ دیکھنے کے لئے جھکتی تو اسے دھکا دے کر اس گڑھے میں گرا دیتا وہ معصوم منہی سی جان ابا ابا کہہ کر چلاتی رہتی، وروہ سنگ دل سفاک باپ اسے بڑی بے وردی سے مٹی میں ڈال کر

دفن کر دیتا۔ اس طرح عورت و صنف نازک کے ساتھ ظالمانہ و سفاکانہ برتاؤ کیا جاتا ان معصوم بچیوں کا گلا گھونٹ دیا جاتا اور کوئی ان کی دلدور اور جگر کو پارہ پارہ کر دینے والی چیخوں پر توجہ نہیں دیتا۔ چنانچہ قرآن کریم اسی ظالمانہ رسم سے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ذُلًّا وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

(سورۃ النحل 58-59)

اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور وہ اس سے پاک ہے (سبحانہ) اور ان کے لئے تو وہ بیٹے ہیں جنہیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان میں سے کسی کو اطلاع دی جاتی ہے بیٹی کی پیدائش کی تو غم سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور (رنج و غم سے) بھر جاتا ہے لوگوں کی نظروں چھپتا پھرتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے اور اب یہ سوچتا ہے کہ وہ اس بچی کو اپنے پاس رکھے رسوائی و ذلت کے ساتھ یا اسے مٹی میں دفن کر دے آہ کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس آیت مبارکہ میں عربوں کی زبوں حالی کو بیان فرمایا جو ان کے سماج میں رائج تھی یہ سنگدلی کے واقعات اور صنف نازک کے ساتھ ظالمانہ و جابرانہ برتاؤ اکثر عرب میں پایا جاتا تھا کہ وہ لفظ صنف نازک ہی سے نفرت و تعصب رکھتے تھے اور کسی کو اپنا داماد بنانے یا عزت و ناموس اور خاندانی وقار کی بقاء کی خاطر بچیوں کے زندہ درگور کیے جانے کو زیادہ پسند کرتے تھے چنانچہ اس متعلق میں اسلام پھیلنے کے بعد اپنے سابقہ اعمال پر رنج و ملال کا اظہار کرتے ہوئے ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زور و قطار رونے لگے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ دریافت کی کہا سب خیر تو ہے آخر میں اس قدر زور و زار و قطار رونے کی کیا وجہ ہے؟ وہ صحابی کہنے لگے عرب کے دستور کے مطابق دور جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کیلئے لے

جارہا تھا وہ بچی مجھے بہت عزیز تھی میں اس سے بہت محبت کیا کرتا تھا۔ اس کی والدہ نے مجھ سے برسوں تک چھپائے رکھا تھا اتفاق سے میں نے اسے دیکھ لیا شفقت پدری جوش میں آئی اور میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اس کے بعد میری بچی مجھ سے کافی مانوس ہو گئی میں بھی اسے پیار کرنے لگا جوں جوں وقت اور زمانہ گزرتا گیا میرے دل کی دھڑکن بڑھنے لگی اور قلب کی حرکت تیز ہونے لگی کہ اگر یہ لڑکی جوان ہو گئی اور قبیلہ کے لوگوں میں اس کی خبر پہنچ گئی تو کیا ہوگا؟ پھر میں نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور بچی کو گود میں لے کر جنگل و بیابان مرگ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اختلاف قلب بڑھتا جا رہا تھا میں نے مٹی کھودنا شروع کیا۔ میری بچی مجھ سے بار بار سوال کرتی تھی اور میرا پسینہ پوچھتی تھی جیسے جیسے میرے کپڑوں کو مٹی لگتی تھی بچی بار بار پوچھتی تھی ابا جان آپ کو مٹی لگ رہی ہے۔ صحابی فرماتے ہے قبر تیار تھی اور میرا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ میں نے بچی کو قبر میں اتارنا چاہا کہ بچی اپنی والدہ کو زبان حال سے پکار رہی تھی کہ آہ! اے رحمت و شفقت والی ماں آہ! ساری رات جاگ کر مجھے میٹھی نیند سلانے والی ماں آہ اب تو کہاں ہے؟ جبکہ آہنی چٹانوں کے نیچے میری نرم و نازک پسلیاں زیر و زبر ہو رہی ہے جسم سے خون کے فوارے پھوٹ رہے ہیں۔ ننھا سا معصوم بدن زخموں سے چور چور اور لہو لہان ہو رہا ہے۔ آسمان و زمین میری اس حالت پر اشک بہا رہے ہیں یہ لے لے نا پو شجر و حجر سب خموش کھڑے دختر کشی اور نسل کشی کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ میری ماں آ جا تو کہاں ہے۔ آخر کار بچی کو دفن کر دیا گیا۔ اس واقعہ کو سننے کے بعد حضور رحمت عالم نور مجسم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار ہو گئے سکتہ چھا گیا۔ بالآخر آپ نے ان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

دختر کشی کے یہ واقعات عرب کے علاوہ روئے زمین کے ہر خطہ میں ہر قوم میں کسی نہ کسی صورت میں پائے جاتے تھے۔ رومۃ الکبریٰ جو اپنی تہذیب و تمدن میں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہے وہاں عورت کو شیطان کا آلہ کار کہا جاتا تھا۔ یورپ و امریکہ جس کی

ظاہری شان و شوکت اور منصوبی جاو جلال سے آج ہر کوئی متاثر و مرعوب بنا بیٹھا ہے یہاں عورت کی قدر و منزلت شروع ہی سے نہ تھی عورتوں پر مردوں کی کلی حکومت اور مکمل گرفت تھی۔ یہ تصور عام تھا کہ مرد حاکم اور عورت محکوم وہ آقا تو یہ غلام و باندی ہے غرض عورت کو ضرورت پڑنے پر رہن اور گری رکھا جاتا تھا۔ عورت کو خیرات و صدقات بھی دیئے جاسکتے تھے اس کی بلی اور بھینٹ چڑھاوا و قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ شوہر کے مرنے کے بعد سستی یعنی شوہر ہی کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا وراثت سے مطلق محروم تھی۔ عیسائیت میں عورت کو گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ سمجھا جاتا تھا۔ مسیحی وراثت میں اس کی ہر چیز کا مالک اس کا شوہر ہوتا تھا۔ طلاق و خلع کی قطعاً اجازت نہ تھی اور نہ دوسری شادی کر سکتی تھی۔ اس طرح کے سفاکانہ اور ظالمانہ مراسم صنف نازک کے حوالے سے قوموں قبیلوں، ملکوں اور مذاہب میں پائے جاتے تھے۔

موجودہ زمانہ میں بھی صنف نازک کو کچھ اسی طرح تصور کیا جا رہا ہے۔ فی زمانہ دختر کشی کے لئے زندہ درگور کرنا تو نہیں رہا بلکہ شکم مادر میں لڑکی کی تشخیص ہو جانے پر اسقاط حمل کے ذریعہ بچی کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے سابقہ زمانہ میں لڑکی کی پیدائش سے چھ سات برس کی عمر کی ہو جانے کے بعد زندہ درگور کیا جاتا تھا اور آج لڑکی کو دنیا میں قدم رکھنے بھی نہیں دیا جا رہا ہے شکم مادر ہی سے اس کا وجود ختم کر دیا جا رہا ہے۔ درحقیقت لڑکی کی پیدائش اللہ کی ایک نعمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رحمت ہے اور اسلام کی برکت ہے۔ یہ اسلام اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مرہون منت ہے جس نے عورت کو بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب اور قابل تعظیم رشتوں میں منسلک کر کے ارفع مدارج پر فائز فرمایا اور بچیوں کے لئے والدین کے دل و دماغ اور قلوب و اذہان میں شفقت و رحمت الفت و محبت اور جاں نثاری و فدائیت کے جذبات و محرکات کے بیج بوئے اور انہیں وہ حقوق عطا کئے جو کسی اور مذہب نے انہیں نہ دیئے اور فرمایا کہ تمام انسان ایک نسل سے ہے اور ایک دوسرے کا خون اور گوشت و پوست ہے ارشاد

ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً .

اے انسانوں تم اپنے پروردگار اور خالق حقیقی سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان
سے وجود بخشا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد
اور عورتیں دنیا میں پھیلائی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل مجدہ الکریم نے تمام انسانوں سے
خطاب فرماتے ہوئے تین اہم حقیقتوں کا اظہار فرمایا اولاً تو یہ تم سب انسانوں کی اصل
ایک ہے یعنی ایک مرد اور ایک ہی عورت (آدم و حوا) سے تمہاری تمام نوع کو وجود بخشا
گیا۔ ثانیاً یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں
قبیلوں، جماعتوں میں تقسیم ہو جانا یہ ایک فطری امر ہے۔ ثالثاً یہ کہ انسان اور انسان کے
درمیان بلندی و برتری، فضیلت و رفعت ہو سکتی ہے یعنی انسانوں کے باہمی حقوق اور
خصوصیت کے خاندانی نظام اور اجتماعی نظم کے لئے مرد و زن کو مساوی حقوق عطا کئے اور
عورتوں سے متعلق اسلام اور محسن انسانیت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی
مراعات اور حقوق عطا کئے اور ان کی حسن تربیت پر جنت کا مژدہ اور نار و دوزخ سے نجات
کا فرمان نافذ کیا ہے۔ اس متعلق میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضہ اللہ تعالیٰ عنہا سے
مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ ابْتَلَى مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ
بِئْرًا مِنَ النَّارِ

یعنی جس کے پاس بچیاں پیدا ہوئیں اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ
کیا تو وہ اس کے لئے عذاب جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ اور حضرت سیدنا انس رضی اللہ
عنه سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ عَالَ بَجَارٍ يَتِيمٍ حَتَّى تَبْلُغَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آتَا

وَهُوَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ؛

یعنی جس نے دو پچیوں کی پرورش کی یہاں تک وہ بالغ ہوئیں وہ قیامت کے دن آئے گا اور میں اور وہ اس طرح ہونگے یہ ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا (رواہ مسلم) حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں؛

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ كَانَ لَهُ بِنْتُ فَأَدَّ بِهَا فَاحْسَنَ
اَدْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاحْسَنَ تَعْلِيمَهَا وَأَسْبَغَ عَلَيْهَا مِنْ نِعَمِ اللَّهِ الَّتِي أَسْبَغَ عَلَيْهِ
كَانَتْ لَهُ سِتْرًا وَخِجَابًا مِنَ النَّارِ؛

یعنی جس کس کی ایک لڑکی ہو اس نے اس کی تربیت کی اور بڑے اہتمام سے اسے علم و ادب کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا اور جو مہربانیاں اللہ تعالیٰ نے اس پر کی وہ اس نے اپنی بیٹی پر بھی کیں تو وہ بچی آتش دوزخ سے اس کے لئے پردہ و آڑ ہوگی (قرطبی) اسی طرح ابن ماجہ کی ایک روایت ہے جس شخص کی دو لڑکیاں ہو اور وہ جب تک اس کے پاس رہیں وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے تو وہ اس کے جنت میں داخل ہونے کا سبب بنیں گی۔ اور امام ابو داؤد کی روایت مروی ہے کہ جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے نہ ذلیل کرے، نہ بیٹے پر ترجیح دے تو اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور ایک روایت فرماتے ہیں جس شخص نے تین لڑکیوں کی پرورش کی انہیں ادب سکھلایا ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا تو اس کے لئے جنت ہے (ابو داؤد) اور یقیناً حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قدم مبارک کی برکت سے مکہ کی بہ نسبت مدینہ طیبہ میں لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا جاتا چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی کہ ہم مکہ مکرمہ میں عورتوں کو بالکل سچ اور عار سمجھتے تھے مدینہ طیبہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور خدا نے ان کے متعلق آیات کا نزول فرمایا تو ہمیں ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی اور تعلیم نبوی علیہ التحیۃ

والتسلیم کی ہمہ گیری کا اندازہ و پیمانہ کرنے کیلئے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بھی قابل مطالعہ ہے؛

رَأَى النَّبِيُّ قَالَ لِسُرَاقَةَ بْنِ جُعْشَمٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ أَوْ
مِنْ أَعْظَمِ الصَّدَقَةِ قَالَ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَالَ ابْنُكَ الْمَرْدُودَةُ إِلَيْكَ لَيْسَ
لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (ابن ماجہ)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے سُرَاقہ بن جُعشم کیا میں تمہیں سب سے بڑے صدقہ پر آگاہ نہ کرو۔ تو عرض کیا ضرور مہربانی فرمائیے فرمایا تیری وہ بیٹی جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیری طرف چلے آئے اور تیرے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔

الغرض اس حوالے سے بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں سے چند ذکر کی گئی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیش بہا ارشاد و فرامین اور اپنی دختران عالی وقار کے ساتھ آپ کا بے انتہا پیار اور ہر موقع پر ان کی قدر و منزلت اور عزت افزائی اسی طرح ازواج مطہرات اور دختران طیبات کو حجاب و پردے میں رہنے کا حکم اور اس کی پابندی حتیٰ کہ انہیں اپنی آواز کو بھی پردے میں رکھنے کا حکم اور صحابیات کو بھی مذکورہ احکام کی پابندی کی تلقین اور غیر مجازم کی نظروں سے محفوظ رہ کر اپنی نظروں کو بھی نیچی رکھنے کا پابند کرنا اور اپنے عزت و ناموس کی حفاظت وغیرہ یہی وہ اسباب و محرکات تھے جن کی وجہ سے لڑکیوں اور عورتوں کے متعلق اہل عرب اور دیگر اقوام کے نظریات میں انقلاب آیا بلکہ دنیا بھر میں عورتوں اور بچیوں کی قدر و منزلت، شان و شوکت عزت و فدائیت بلند سے بلند تر ہو گئی۔

دختر کشی یا بچیوں کا زندہ درگور کیا جانا یا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دینا یا زہر دیکر مار دینا یا ناک و منہ پر ریت کی پوٹی رکھ کر لڑکی کو ہلاک کر دینا یا مادر رحم ہی میں اسقاط حمل کر کے موت کے گھاٹ اتار دینا یہ اتنا بڑا فعل قبیح اور عمل شنیع و گناہ عظیم ہے کہ رب

ذوالجلال بروز قیامت ان سفاک، جابر، سنگدل، بے رحم والدین سے اپنے غیض و غضب کی وجہ سے کلام نہ فرمائے گا۔ بلکہ اس متعلق میں ان زندہ درگور مظلوم بچیوں سے خطاب فرمائے گا پوچھے گا۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (سورة التکویر)

اور جب زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی خداوند قدوس نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کے سنگدل باپ سے سوال کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ باپ جس نے اپنی معصوم ننھی سی جان بے گناہ بچی پر ایسا ظلم کیا ہے جو نگاہ رب کائنات میں اس قابل و لائق ہی نہیں کہ اس کو خطاب کیا جائے۔ چنانچہ روح المعانی میں اس حوالے سے کہا گیا۔ اظہار کمال الغیظ والسنخط لوائدھا واسقاطہ من درجۃ الخطاب والمبالغة فی تبکیتہ یعنی اس انداز سے اپنے غصہ اور ناراضگی کی انتہا کا اظہار کیا گیا کہ اس کو مخاطب بنائے جانے کے درجہ ہی کو گرا دیا گیا اور اس کو رسوا کرنے سے مبالغہ سے کام لیا اور اگر ظالم سے اس کے ظلم کے متعلق پوچھا جائیگا تو وہ ہزار حیلے بہانے تراشنے لگتا اس لئے زیادہ بہتر یہی تھا کہ مظلوم سے سوال کیا جائے تاکہ وہ اپنے غم و اندوہ کی حالت زار بیان کرے اور پیر کرم شاہ ازہر نے اپنے تفسیر ضیاء القرآن میں اس کی ایک اور حکمت یہ بھی بیان فرمائی کہ دنیا میں کئی مظلوم ہوتے ہیں جنہیں ظلماً قتل کر دیا جاتا ہے لیکن ان کا انتقام لینے کے لئے تلوار بے نیام ہو جاتی ہیں یا کم از کم ان کی مظلومیت پر رنج و غم کے آنسو تو بہائے جاتے ہیں اور یہ بچی ایسی مظلومہ تھی جس پر ظلم اس کا ماں باپ نے کہا اس کی مظلومیت پر کسی نے صدائے احتجاج بھی بلند نہ کی۔ ان کی جواں مرگی پر کوئی آنکھ نمناک تک نہ ہوئی بلکہ الناطمینان کی سانس لی گئی، اس کے قاتل پر تحسین و آفرین کے پھول پھوار کئے گئے۔ اسے غیرت مند اور اپنے خاندان کی عزت و ناموس کا پاسبان و محافظ کا خطاب ملا، کیا مظلومیت میں اس کا کوئی ہمسر ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر ایسی مظلومہ معصومہ ستم رسیدہ بچی کی دلجوئی اس

کا پروردگار بھی نہ کرے تو اور کون کرے گا اسی لئے اس آیت میں خطاب اور قیامت کے دن بھی مظلومہ زندہ درگور بچی ہی سے کیا گیا۔

والدین کے لئے اولاد ایک نعمت ہے بالخصوص لڑکی جنت میں لے جانے کا سبب اور رحمت ہے۔ ذرا غور کرو اگر اولاد نہ ہو تو کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے طرح طرح کے طعنے کسے جاتے ہیں۔ اولاد دینا نہ دینا خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہئے دے اور جسے چاہئے نہ دے اس کی مرضی پر منحصر ہے اسی طرح لڑکا ہو یا لڑکی یہ بھی خدا کے خالق کائنات کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے وہ چاہے تو کسی کو صرف لڑکے عطا کرے اور کسی کو صرف لڑکیا ہی دے یا کسی کو دونوں ملا جلا کر عطا کرے اور کسی کو چاہے تو بانجھ ہی رکھ دے یہ اسی کا اختیار ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ كَآثَآءًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذَّكَوْرَہٗ اَوْ الْاُنْثٰی وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّہٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (سورۃ الشوریٰ 49. 50)

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہے لڑکیاں دیتا ہے جسے چاہے لڑکے دیتا ہے وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے یعنی اللہ کی مرضی سے ہی لڑکا یا لڑکی کی تولد ہوتی ہے اس کا اختیار خالق کائنات نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ مذکورہ آیت میں صراحت سے بیان کیا گیا کہ اولاد سے متعلق لوگوں کے درمیان چار انواع ہیں۔ (۱) وہ لوگ جنہیں صرف بچیاں ہی دیتا ہے۔ (۲) وہ لوگ نصیب کرتا ہے۔ (۳) وہ لوگ جنہیں لڑکے اور لڑکیاں دونوں نصیب کرتا ہے۔ (۴) وہ لوگ جو بانجھ ہیں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اولاد نہیں ہوتی۔ یہ سب اس خالق کائنات مالک ارض و سموات کی قدرت کے کرشمے ہیں اسی کے اختیار اور قبضہ میں ہے انسان کو اس میں کوئی دخل اور اختیار حاصل نہیں اور یہ بھی حق نہیں کہ لڑکے کی عطا ہی پر خوش ہو اور لڑکی کی ولادت پر ناراضگی و خستگی کا اظہار کرے یا اسے اسقاط حمل

کے ذریعہ سے دنیا ہی سے مٹا دے اللہ کی مخلوق کو زندگی کے حق سے محروم کرنے کا کسی کو اختیار اور حق حاصل نہیں وہ خدائے واحد علیم بھی ہے قدیر بھی ہے خوب بہتر جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو کیا نہیں دینا ہے یا مکمل محروم رکھنا ہے۔

موجودہ دور میں دور جاہلیت ہی کی طرح انسان لڑکیوں کے تولد ہونے سے متنفرد نظر آ رہا ہے کہیں وہ لڑکوں کے مقابل لڑکیوں کو بوجھ اور بے فیض سمجھ رہا ہے کہیں لڑکی کی پرورش و نگہداشت اور اس کے شادی جہیز کے اخراجات کو ناقابل برداشت بوجھ جان رہا ہے۔ کبھی شادی کے بعد لڑکی کا دوسرے کے گھر جانا اور کسی کو اپنا داماد بنانے کو بے عزتی اور عار سمجھ رہا ہے تو کہیں شادی سے قبل لڑکی عزت و عفت کی حفاظت کا مسئلہ بنا ہوا ہے تو کہیں مناسب رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کی غیر کفو میں شادی کرنے پر خاندان و برادری میں ناک کٹ جانے کا خدشہ منصور کر رہا ہے تو کہیں جسم فروشی کے قبیح و شنیع کاروبار اور کمسن بچیوں کے ساتھ زنا بالجبر کے جرائم میں اضافہ کی وجہ سے تشویش میں بڑا ہوا ہے۔ جس سے نجات پانے کے لئے موجودہ دور کا انسان دور جاہلیت ہی کی طرح مادر رحم میں بچیوں کا قتل (Foeticide Female) اور پیدا ہونے کے ایک سال کے اندر اس کا قتل (Infanticide) کا طریقہ اپناتے ہوئے ہے۔ لیکن کیا ان تمام چیزوں سے نجات پانے کے لئے دختر کشی ہی اس کا حل ہے؟

نہیں ہرگز نہیں۔ اس مسئلہ کا حقیقی اور یقینی حل مذہب اسلام اور حضور عالم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہے۔ آج بھی اگر انسان عورتوں اور بچیوں کی صحیح اسلامی پرورش و نگہداشت کرے۔ انہیں احکام اسلام اور دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ انہیں اسلامی لباس اور پردے و حجاب کا پابند رکھے انہیں اجنبی و غیر محارم مردوں سے دور رکھے انہیں تنگ و چست اور مغربی عریاں لباس سے سختی کے ساتھ اجتناب و گریز، انہیں فحش لیٹرچر اور عریاں و برہنہ ماحول سے بچائے، انہیں ہر وقت ہر لمحہ صحابیات و ازواج مطہرات اور اسلام کی نیک بیبیوں کے کردار و واقعات

گوش گزار کرتے، انہیں اسلامی ماحول میں مکمل ڈھال دے، انہیں بالخصوص بے حیائی و برائی کی باتوں سے بچائے اور خود بھی بچے، انہیں مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ نہ بنائے، انہیں اپنے عزت و ناموس اور عفت و عصمت کی حفاظت کی اہمیت کو بتلائے، انہیں آزاد مزاج تفریحی مقامات اور آزاد مزاج کالج اور تعلیمی اداروں سے تعلیم نہ دلوائے بلکہ اسلامی و دینی یا دینی مزاج عصری مدارس سے تعلیم دلوائے، اگر ایسا ہوگا تو بالضرور گھر کی عزت گھر ہی میں رہے گی ان کے عزت اور خاندان کے ناموس و وقار کی بھی حفاظت ہوگی اور وہ گھر دیگر گھروں پر برتری و فوقیت رکھے گا۔ ہر کس و ناکس اس سے رشتہ طلب کرے گا وہ جہیز کا بوجھ بھی نہ بنے گی اور دختر کشی جیسے عظیم گناہ سے بھی محفوظ رہے گا۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن

ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنرموت

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مسلمانان عالم کو دختران اسلام کی قدر و منزلت کرنے اور اسلام کی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ کرانے کی توفیق عطا فرمائے اور دختر کشی جیسے فعل فبیح و گناہ عظیم سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین۔

دیوانہ عشق

تاجدار کشور ولایت حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ کا ایک پرسوز واقعہ عشق الہی کی کشش کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں کہ

ایک دن بغداد کے سب سے بڑے وسیع میدان میں ان کا جلسہ وعظ منعقد ہوا۔ جوں ہی انہوں نے تقریر شروع کی، ہر طرف آہوں کا دھواں اٹھنے لگا۔ خشیت الہی کی ہیبت سے کیجے شوق ہو گئے۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو فرط اثر سے اشک بار نہ ہوا، ثناء و عطا

میں احمد بن یزید نامی خلیفہ بغداد کا ایک مصاحب بڑے کروفر سے آیا اور ایک طرف مجلس میں بیٹھ گیا۔

اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے کہ تمام مخلوقات میں انسان سے زیادہ ضعیف کوئی مخلوق نہیں ہے لیکن باوجود ضعف کے وہ خدا کی نافرمانی کرنے میں سب سے زیادہ جری اور بہادر ہے۔

احمد بن یزید کے دل پر آپ کے اس جملے کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہیں وہ گھائل ہو کر رہ گیا۔ دل کے قریب ایک سلگتی ہوئی آگ نے ریاست و امارت کی ساری آن کو آن واحد میں خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اب اس پہلو میں ایک مسکین درویش کا دل تھا۔ شاہانہ کروفر کی دنیا اب بدل چکی تھی۔

وعظ کی مجلس ختم ہونے کے بعد جب گھر پہنچا تو ایک نامعلوم ہیجان سے دل کی دنیا زیر و زبر تھی۔ ساری رات بے چینیوں کی اضطراب میں صبح ہوتے ہی وہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ چہرے کی افسردگی، آنکھوں کا خمار اور آواز کی بے خودی بتا رہی تھی، کہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔

وہ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ کہہ سکا۔

حضور! رات کا نشتر جگر کے پار ہو گیا ہے۔ عشق الہی کی آگ میں سلگ رہا ہوں۔ خدا کے سوا ہر چیز سے دل کی انجمن کو خالی کر لیا ہے۔ اب مجھے وہ راستہ بتائیے جو بارگاہ یزدانی تک پہنچتا ہے۔ میری کشتی بیچ منجھار میں ہے۔ اب ساحل تک پہنچا دیجئے۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا صبر و خشیت سے کام لو، رحمت الہی اس راہ کے مسافروں کی خوددستگیری فرماتی ہے۔ تم نے دریافت کیا ہے تو سن لو کہ خدا تک پہنچنے کے دو راستے ہیں، عام راستہ تو یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کرو۔ سجدہ عبادت کے کیف سے روح کو سرشار رکھو۔ گناہوں سے بچو، شیطان کی پیروی سے اپنی زندگی کو محفوظ رکھو، مشاغل دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی غلامی حق ادا کرو۔ اور خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ۔ یاد الہی میں اس طرح بے خود ہو جاؤ کہ خدا سے بھی سوائے اسی کی ذات کے کسی دوسری چیز کی طلب نہ رکھو۔

حضرت سری سقطی کی گفتگو ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اچانک حضرت احمد بن یزید کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ عشق الہی کے اضطراب میں بے خود و مستانہ وار جیب و دامن کی دھجیاں اڑاتے ہوئے صحرا کی جانب نکل گئے۔

کچھ دنوں بعد احمد بن یزید کی ماں روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا۔

حضور! میرا ایک ہی فرزند تھا، جسے دیکھ کر میں اپنی آنکھوں کی تشنگی بجھاتی تھی۔ چند دنوں سے وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ ہمارے پڑوسیوں نے خبر دی ہے کہ ایک شب وہ آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اسی وقت سے اس کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ کے چند جملوں نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ آہ! اب مجھے اپنی اولاد کا ماتم کرنا ہوگا۔ حضرت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

اے ضعیفہ! صبر و شکر سے کام لے۔ تیرا بیٹا ضائع نہیں ہوا ہے۔ وہ جب بھی میرے پاس آئے گا۔ میں تجھے خبر دوں گا۔ خدا کی طرف بڑھنے والوں پر ماتم کا انداز اختیار کرنا خدا کی وفادار کنیروں کا شیوہ نہیں ہوتا۔

چند ہی دنوں بعد گرد آلود چہرے، پراگندہ بال اور ایک برشار دیوانے کی جج دھج میں احمد بن یزید حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ چہرے پر نظر پڑتے ہی حضرت نے جلال عشق کا تیور پہچان لیا۔ اٹھ کر سینے سے لگایا۔ خیر و عافیت دریافت کی اور بہت دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔

اسی درمیان میں ماں کو اطلاع بھجوائی کہ تمہارا بیٹا آ گیا ہے۔ آ کر ملاقات کر لو۔ ماں کو جیسے ہی خبر ملی، اپنی بہو اور پوتے کو ساتھ لے کر روتی چبھتی اپنے بیٹے کے پاس آئی۔

اور اس کے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

بیٹا! تو اپنی بوڑھی ماں اور بیوی کو چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ تیرے فراق میں روتے روتے ہمارے آنچل بھگ گئے۔ انتظار میں آنکھیں پتھرا گئیں۔ چل واپس چل اپنے گھر کو آباد کر۔ ہماری امیدوں کا چمن مرجھا گیا ہے پھر سے اسے شاداب کر۔

بیوی نے فرط غم سے منہ ڈھانپ لیا اور سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ میرے سر تاج! آخر ہم سے کیا بھول ہوئی کہ تم اس طرح روٹھ کر چلے گئے۔ جیتے جی اپنے بچے کو تم نے یتیم بنا دیا۔ تمہارے سوا ہمارے ارمانوں کا کون نگراں ہے؟

ماں اور بیوی نے ہزار منت و سماجت کی لیکن دیوانہ عالم ہوش کی طرف پلٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ روح پر سرور عشق کا اتنا گہرا نشہ تھا کہ ہزار جھنجھوڑنے کے بعد بھی عالم نہیں بدلا۔ ایک دیوانہ عشق کا کیف دیکھنے کے لئے سارا شہر امنڈ آیا تھا۔ دیوانہ ایک بار پھر بے خودی کی حالت میں اٹھا اور صحرا کی طرف رخ کیا۔ قدم اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ پیچھے سے بیوی نے دامن تھام لیا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگی۔

ہماری آرزوؤں کا خون کر کے جانا ہی چاہتے ہو تو اکیلے مت جاؤ۔ اپنے اس بچے کو بھی ہمراہ لے جاؤ!

اس آواز پر حضرت احمد ابن یزید کے قدم رک گئے۔ انہوں نے اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ جسم سے قیمتی لباس اتار کر اپنا پھٹا ہوا کبیل اس کے جسم پر لپیٹ دیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں زنبیل دی اور دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر جوئی اسے اپنے ہمراہ لے کر چلے، بیوی اس دردناک منظر کی تاب نہ لاسکی۔ سارا مجمع اس رقت انگیز عالم کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا۔ ماں کو اپنے لخت جگر کی جدائی برداشت نہ ہو سکی۔ بے تحاشا دوڑ کر اس نے اپنے بچے کو باپ کے ہاتھ سے چھین کر اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

حضرت احمد ابن یزید نے پلٹ کر ایک بار پھر اپنے بچے کو دیکھا اور پلکوں کا آنسو سینے کی تپتی ہوئی خاکستر میں جذب ہو کر رہ گیا۔ فضاء میں ایک دردناک نعرے کی آواز

گوچی اور لوگوں کے دل ہل گئے۔ آنکھ کھلی تو حضرت احمد بن یزید نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

چاندنی رات تھی۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں احمد بن یزید کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا ہے کہ میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایسے نازک مرحلے میں حضور کی تشریف آوری میری تسکین خاطر کا ذریعہ ہوگی۔

یہ خبر سن کر حضرت سری سقطی آبدیدہ ہو گئے۔ حاضرین مجلس سے کہا کہ خدا کا ایک بندہ مسکین جس کے نالہ شبینہ سے صحرائے عشق میں ایک شور برپا تھا۔ افسوس کہ آج اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اب رات کی تنہائیوں کا پرسوز فریادی اور ویرانوں کا عبادت گزار ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ چلو اس چراغ حرم کی بجھتی ہوئی لو کو آخری بار دیکھ آئیں۔ رحمت پروردگار کے نزول کی یہ بہت اہم گھڑی آ گئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اچانک اٹھے اور اس اجنبی شخص کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بغداد کے ایک مشہور قبرستان میں پہنچ کر وہ اجنبی شخص رک گیا اور ایک نحیف و لاغر انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہی ہے وہ عالم جاوید کا مسافر جس نے دم رخصت آپ کو آواز دی ہے
حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالین کے قریب بیٹھ کر آواز دی۔
احمد بن یزید نے آنکھیں کھول دیں اور ہچکی لیتے ہوئے سانس میں کہا۔
میرے مرشد اگواہ رہنا کہ میں توحید الہی اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اقرار پر اپنا دم توڑ رہا ہوں۔ ایک بندہ سیاہ کار اپنے رب کے حضور اس خیال میں جا رہا
ہے کہ اس کا نامہ اعمال گناہوں سے بوجھل ہے۔ اسے زندگی کی طویل مہلت ملی لیکن
اپنے پروردگار کی خوشنودی کا کوئی سامان نہ کر سکا

یہ کہتے کہتے آواز حلق میں پھنس گئی۔ آنکھوں سے دو موتی ڈھلکے اور گریبان کی دھجی میں جذب ہو گئے۔ آنکھیں بند ہوتے ہی لبوں میں ایک جنبش ہوئی اور کلمہ شہادت کی مدہم سی آواز پر روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرگ عاشق کا یہ دردناک منظر نہیں دیکھا گیا۔ فرط غم سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں، آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

تیری ادائے بے نیازی کے قربان! باغیوں کو خرید دینا کی مسند اور پھولوں کی بیج پر موت آتی ہے اور تیری مملکت کے وفا شعار مسکینوں کو ایک ٹوٹا ہوا بوریا بھی نصیب نہیں ہے۔

یہ کہہ کر تجھیز و تکفین کے ارادے سے شہر کی طرف جو نہی پلٹے، دیکھا کہ ہر طرف سے لوگوں کا ایک ہجوم چلا آ رہا ہے۔

اچھنبے سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ابھی آگیا آسمان سے ایک غیبی آواز سنائی پڑی ہے کہ جو لوگ خدا کے ایک ولی کے جنازے میں شریک ہونا چاہتے ہوں وہ شوبز کے قبرستان میں جمع ہو جائیں۔ اس آواز کو سن کر سارا بغداد امانڈتا ہوا چلا آ رہا ہے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر سن کر آسمان کی طرف رخ کیا اور کہا تیری شان بندہ نوازی کے قربان! زمین کی نگلی پیٹھ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے والوں کا یہ اعزاز عمر بھر جو دشت غربت میں زندگی کی شام و سحر گزارتا رہا، آج بغداد اس کے قدموں میں تو نے جمع کر دیا۔ دنیاے فانی میں جس عاشق گمنام کی توقیر کا یہ حال ہے عالم جاوید میں اس کی شوکتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ سچ کہا ہے تیری کتاب مجید نے کہ

اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

اولاد کے حقوق والدین پر

جیسے شریعت نے والدین کے کچھ حقوق مقرر کئے ہیں کہ جن کا خیال رکھنا اور پورا

کرنا اولاد پر واجب ہے، ویسے ہی اولاد کے کے لئے کچھ حقوق بیان فرمائے ہیں جن کا اہتمام والدین پر فرض ہے اور ان میں کوتاہی یا سستی دراصل اولاد کے ساتھ خیانت کے زمرے میں آتی ہے۔ والدین چونکہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے بچوں کے حقوق کا تحفظ ہر لحاظ سے کرنا ہوگا ورنہ ناقص تربیت اور لا پرواہی کی پاداش میں جہاں نئی نسل کا مستقبل تباہ و برباد ہوگا وہاں والدین پروردگار عالم کے حضور ایک مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے اور اس کی گرفت سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ہمارے ہاں عام طور پر بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی نگہداشت میں جن کوتاہیوں کا مظاہرہ کیا جاتا ہے ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

نرم دل ماں

بعض والدین اپنے بچوں پر بے جا سختی کرتے ہیں اور ان کو معمولی بات پر بھی سخت سزا یا شدید ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچوں کے تمام جذبات و احساسات مرجاتے ہیں۔ ان کی صلاحیتیں دم توڑ جاتی ہیں اور گھر کو جیل خانہ تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے بچے والدین سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے دور رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔ بعض والدین تو اس قدر سخت مزاج ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ انتہائی قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔

سعودی عرب کے ایک عربی روزنامہ میں ایسے ہی والد کا ظالمانہ رویہ پڑھنے کو ملا۔ کسی سعودی نے نئی لینڈ کروزر خریدی، چند دنوں کے بعد اپنی فیملی کو پکنک پر لے گیا۔ اس دوران اس کے سب سے چھوٹے بچے نے جس کی عمر بمشکل ساڑھے تین یا چار سال تھی، گاڑی کی سیٹ کو چھری سے پھاڑ ڈالا۔ باپ یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور بچے کو شدید مارا۔ پکنک کا پروگرام ختم کیا اور گھر آ کر بچے کو چھت والے پتکے کے ساتھ لٹکا دیا۔ اتنی سخت سزا دینے کے بعد بھی اس کا غصہ ختم نہیں ہوا اور اس نے کئی گھنٹوں تک بچے کو اسی حالت میں رکھا۔ ماں بے چاری منت سماجت کرتی رہی مگر اس بد بخت نے ایک منہ سنی۔

جب اس نے بچے کو اتارا اس کے دونوں بازو کام کرنا چھوڑ چکے تھے۔ بچے کو اسپتال لایا گیا۔ ڈاکٹر نے کہا بچے کے دونوں ہاتھ شل ہو چکے ہیں اور انہیں کاٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ عین اس وقت جب آپریشن تھیٹر میں بچے کا آپریشن ہو رہا تھا۔ باپ اسی پنکھے کے ساتھ رسی باندھ کر جھول گیا اور یوں ہنستا ہنستا گھر ماتم کدہ میں تبدیل ہو گیا۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے جو بڑوں کی عزت نہ کرے، چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔

بچوں کو مناسب وقت نہ دینا

آج کل اکثر والدین نے مادیت پرستی کو اس قدر اپنے دل و دماغ پر سوار کر رکھا ہے کہ ان کے پاس اپنی اولاد کے لئے بھی وقت نہیں ہے اور دن رات اسی فکر میں سرگرداں ہیں کہ کس طرح دنیاوی اسباب و وسائل کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر کیا جائے۔ ایسے والدین کے بچے احساس محرومی کے بوجھ تلے دفن ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو تپتے ہوئے صحرا میں محسوس کرتے ہیں، جہاں دور دور تک کہیں سایہ نظر نہیں آتا۔ دنیا کمانا اور روزی کے اسباب اختیار کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی ذمہ داریوں کو بھی پس پشت ڈال دے۔ بقول شاعر

ہوئے اس قدر مہذب کہ کبھی منہ نہ دیکھا گھر کا
کئی عمر ہو ٹلوں میں، مرے اسپتال جا کر

اولاد میں فرق

بعض والدین اپنی اولاد کے ساتھ یکساں سلوک کا اہتمام نہیں کرتے۔ وہ بڑے بچے کو چھوٹوں پر یا لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ جس بچے کے ساتھ زیادہ شفقت اور پیار کا رویہ رکھا جائے اور دوسروں کی حق تلفی کر کے اسے اہمیت دی جائے گی وہ ضدی، ہٹ دھرم اور خود سر بن جائے گا جبکہ بقیہ بچے احساس کمتری کا شکار ہو کر والدین کے خلاف سوچنے پر مجبور ہوں گے۔ کتب حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے۔

ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے اپنے (بڑے) بچے کو ایک غلام تحفہ میں دیا ہے۔ آپ اس کے گواہ بن جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے اور بھی بچے ہیں۔ اس نے عرض کی جی ہاں، آپ نے فرمایا، کیا تو نے ان کو بھی اسی طرح کا تحفہ دیا ہے؟ عرض کرنے لگا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو چاہتا ہے کہ وہ سب تیری خدمت یکساں انداز میں کریں؟ عرض کرنے لگا جی ہاں، فرمایا پھر ان کو بھی ہدیہ دو اور ایسا نہ کرو اور فرمایا کیا تو مجھے ظلم و جور پر گواہ بنانا چاہتا ہے؟

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ اب تو خدا کے فضل و کرم سے ایسا لٹریچر دستیاب ہے جو خالص کتاب و سنت پر مبنی ہے اور تعصب مذہبی سے کوسوں دور ہے۔ مثلاً سیرت کی کتاب ضیاء النبی، بیان القرآن، حدیث کی مترجم کتب، فقہ، اوصال فقہ الغرض ہر موضوع پر بہتر سے بہترین کتب اسلامی دستیاب ہیں۔

ماں اور باپ میں سے دونوں کی اہمیت

قارئین! آج کی اولاد ماں کی نسبت باپ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی اس کی چند ایک وجوہات ہیں۔

(۱) ماں چونکہ سارا دن بچوں کے پاس ہوتی ہے اس لیے اُسے اپنی اولاد سے پیار بانٹنے کا زیادہ وقت ملتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں باپ چونکہ روزگار کے سلسلے میں گھر سے باہر رہتا ہے اس لیے اُسے اپنے بچوں سے بات کرنے اور ان سے ہنسنے کھیلنے کا موقع کم ملتا ہے اس لیے بچپن ہی سے بچے کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ باپ کی نسبت ماں اُسے زیادہ وقت اور توجہ دیتی ہے۔

(۲) عموماً یہ ہوتا ہے کہ اولاد کی کسی غلطی پر ماں بچے کو ڈانٹنے کے بجائے یہ ذمہ داری باپ کے کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور کہتی ہے کہ رات کو تمہارے بابا کو بتاؤں گی۔ رات کو باپ جب بچے کو سمجھاتا ہے اور کبھی کبھار سختی کی نوبت بھی آ جاتی ہے تو بچے کے

معصوم ذہن میں یہ سما جاتا ہے کہ میرے بابا مجھے ڈانٹتے ہیں اس لیے وہ بابا کو اتنی اہمیت نہیں دیتا۔

(۳) ہمارے گھروں کا یہ رواج ہے کہ بچے ماں سے سفارش کرا کر باپ سے اپنی بات منواتے ہیں اور باپ بھی ماں کی سفارش پر مان جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اولاد کا التفات ماں کی طرف زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اس کی سفارشی جو ہوتی ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے کم پیار کرتا ہے۔ دیکھئے باپ سارا دن گھر سے باہر اپنے بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے ہی محنت کرتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو ڈانٹتا بھی اسی لیے ہے تا کہ وہ اچھے اور نیک بن سکیں۔ ورنہ کون باپ ہے جو بلا وجہ اپنے بچوں کو ڈانٹے۔ بچے اتنے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ باپ ماں کے کہنے پہ بچوں پہ رعب ڈالتا ہے۔

اس تناظر میں میری تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے باپ کا بھی ماں جتنا احترام کریں اس کی خدمت کریں اور اس کی قربانیوں کو یاد کریں جو شاید سب کو نظر نہیں آتیں۔ باپ اپنے بچوں کے لیے کیا کیا کرتا ہے اس کا احساس انسان کو تب ہوتا ہے جب وہ خود باپ بنتا ہے۔ میری والدہ ماجدہ کی طرح میرے والد محترم نے میرے لیے جو کچھ کیا اس کا صحیح احساس اور ادراک مجھے تب ہوا جب میں خود باپ بنا۔ آج میں جو کچھ ہوں وہ سب میرے والدین کی محنت اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے والدین کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اُن کی اُسی طرح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح انہوں نے ساری زندگی ہماری خدمت کی۔ آمین!

آخر میں ایک گمنام شاعر کی ایک نظم جو باپ کے حوالے سے میرے جذبات کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔

عزیز تر رکھتا ہے مجھے وہ رگ و جان سے
یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے
پرانا سوٹ پہنتا ہے کم وہ کھاتا ہے
مگر کھلونے میرے وہ سب خرید کر لاتا ہے
مجھے سوتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے جی بھر کے
نجانے کیا کیا سوچ کے وہ مسکراتا رہتا ہے
وہ ماں کے کہنے پہ رعب مجھ پر رکھتا ہے
یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے چومتے ہوئے جھجکتا ہے
میرے بغیر تھے سب خواب ویراں اس کے
یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے

حسن سلوک میں والدہ کے مقام کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری اچھی رفاقت یعنی میری طرف سے حسن سلوک و احسان اور خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا وہ عزیز جو نزدیک کی قرابت رکھتا ہو۔
(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 842)

والدین کی خدمت کرنے میں فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو میں نے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے فرشتوں سے پوچھا:

کہ یہ کون شخص ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں (صحابہ نے یہ بات سنی تو گویا ان کے دل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ حارثہ نے اپنے کس عمل کے سبب یہ فضیلت حاصل کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی چنانچہ آپ نے حارثہ کی اس فضیلت کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا کہ یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر حاصل ہوتی ہے یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی پر حاصل ہوتی ہے اور حارثہ ابن نعمان اپنی ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے (میں جنت میں گیا یہ فرمانے کے بجائے) فرمایا کہ میں گیا تھا اس حالت میں کہ میں کیا دیکھتا ہو کہ میں جنت میں ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 857)

والدین کی نافرمانی پر وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاک آلودہ ہونا ک اس شخص کی، خاک آلودہ ہونا ک اس شخص کی، یعنی آپ نے تین مرتبہ گویا یہ دعائے ضرر فرمائی کہ وہ شخص ذلیل خوار ہو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون شخص ہے جس کے حق میں دعائے ضرر فرمائی جا رہی ہے آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر جنت میں داخل نہ ہو یعنی جس شخص کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں ہو اور وہ شخص ان کی خدمت کر کے ان کو راضی نہ کرنے تو وہ انتہائی بد قسمت ہے کیونکہ خصوصیت سے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنا بڑے اجر کی بات ہے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 843)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے (یہ نجات یافتہ بندوں

کے ساتھ ابتداءً جنت میں داخل ہونا ان تینوں پر حرام قرار دیا ہے) ایک تو وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیئے، دوسرا وہ شخص جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور تیسرا وہ دیوث کہ جو اپنے اہل و عیال میں ناپاکی پیدا کرے۔

(مسند احمد، سنن نسائی، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، رقم الحدیث، 800)

(24) **وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ**

ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اور ان دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور عرض کرتے رہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔

والدین کے لئے رحمت کی دعا مانگنے کا بیان

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ اِلَى جَانِبِكَ الذِّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ

اَيُّ لِرَقَّتِكَ عَلَيْهِمَا كَمَا رَحِمَانِي حِينَ رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اور ان دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور

اللہ کے حضور عرض کرتے رہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا

کہ انہوں نے بچپن میں مجھے رحمت و شفقت سے پالا تھا۔

والدین کی خدمت کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم انہیں کے درمیان رہ کر جہاد کرو یعنی پوری محنت و تہذیب

کے ساتھ ان کی خدمت کو کہ تمہارے حق میں یہی جہاد ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، رقم الحدیث، 936)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ تو پھر اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان کی صحبت کو بہتر بناؤ یعنی ان کی خدمت اور ان کے حقوق کی ادائیگی اچھی طرح کرو۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نفل جہاد سے ہے کہ جس شخص کے والدین زندہ ہوں اور مسلمان ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نفل جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے ہاں اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں اس کو والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہ مانا جائے اور جہاد میں شریک ہو کر اپنا فرض ادا کیا جائے نیز اگر والدین کو اللہ نے اسلام کی ہدایت نہ بخشی ہو اور وہ کافر ہوں تو جہاد میں شریک ہونے کے لئے ان کی اجازت کی کسی حال میں بھی حاجت نہیں ہے خواہ جہاد فرض ہو یا نفل اسی طرح علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسلمان ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو ناگوار خاطر ہو تو ان کی اجازت کے بغیر بھی نفل عبادت جیسے حج و عمرہ کے لئے نہ جائے اور نہ نفل روزہ رکھے۔

(25) رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ

كَانَ لِلَّهِ أَعْيُنٌ عَافِيَةٌ

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

والدین کے لئے دلوں میں خیر خواہی کا جذبہ رکھنے کا بیان

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ مِنْ إِضْمَارِ الْبِرِّ وَالْعُقُوقِ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ طَائِعِينَ لِلَّهِ لِلْأَوَابِينَ الرَّجَاعِينَ إِلَى طَاعَتِهِ غَفُورًا لِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ فِي حَقِّ الْوَالِدَيْنِ مِنْ بَادِرَةٍ وَهُمْ لَا يُضْمِرُونَ عُقُوقًا،

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے یعنی جو بھی نیکی و بھلائی تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشے والا ہے۔ یعنی جو اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ کیونکہ جو والدین کے حقوق سے متعلق ان لغزش سرزد ہوئی ہو جبکہ وہ ان دلوں میں نہ ہو تو وہ معاف کرنے والا ہے۔

والدین سے متعلق بعض لغزشوں کی معافی کا بیان

اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے ہیں چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے، اس لیے اللہ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار نمازی ہو اس کی خطائیں اللہ کے ہاں معاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اوائین وہ لوگ ہیں جو مغرب عشا کی درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو صبح کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں۔ جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں۔ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔

عبید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں۔ دعا (اللہم اغفر لی ما اصبحت فی مجلسی هذا) امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں اولی قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں۔ معصیت سے طاعت کی طرف آجایا کریں۔ اللہ کی ناپسندیدگی کے کاموں کو ترک کر کے اس کے اس کی رضا مندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں۔ یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ لفظ اواب مشتق ہے اوب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اب فلان اور جیسے قرآن میں ہے آیت (اِنَّ الْاِنْسَانَ اِیْنَابُھُمْ ، الغاشیۃ، 25) ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے لوٹے تو فرماتے دعا (اَبَسُونِ تَابَسُونِ عَابَسُونِ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ) لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے

رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ الاسراء، بیروت)

والدین کے لئے ایصالِ ثواب کرتے رہنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی ایسے بندے کے ماں باپ مر جاتے ہیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک مرتا ہے جو ان کی نافرمانی کیا کرتا تھا اور پھر ان کی موت کے بعد وہ ان کے لئے برابر دعا و استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکو کار لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 873)

والدین کے مرنے کے بعد اولاد کا ان کے حق میں برابر دعا و استغفار کا ایصالِ ثواب کرتے رہنا اس درجہ سودمند ہے کہ اگر والدین اس اولاد سے ناراضگی و ناخوشی کی حالت میں بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی ناراضگی و ناخوشی کو ختم کر دے اور اس اولاد کا نام ان لوگوں میں شمار کرے گا جو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور ان کی رضا و خوشنودی کے جو یار رہتے ہیں۔

قربت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا یعنی اللہ نے تمام مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کر دیا جن وہ پیدا ہوں گے جب اس سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ ناتا کھڑا ہوا اور پروردگار کی کمر تھا ملی، پروردگار نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ رحم نے عرض کیا کہ یہ کائے جانے کے خوف سے تیری پناہ کے طلبگار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یعنی میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامنِ عزت و عظمت کی طرف دست سوال دراز ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے۔

اور میرے دامنِ عزت و عظمت کی طرف دست سوال دراز کئے ہوئے ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کے

بجائے اس کو تارتار کر دے۔ پروردگار نے فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذریعہ (تجھ کو قائم رکھے اور اس کو میں بھی اپنے احسان و انعام اور اجر و بخشش کے ذریعہ قائم برقرار رکھوں گا اور جو شخص رشتہ داری کے تعلق کو پامالی کا ذریعہ تجھ کو منقطع کر دے میں بھی اپنے احسان و انعام کا تعلق اس سے منقطع کر لوں؟ رحم نے عرض کیا کہ پروردگار بے شک میں اس پر راضی ہوں پروردگار نے فرمایا اچھا تو یہ وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 850)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر الہی کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو دراز کرنے والی چیز نہیں کوئی علاوہ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور یاد رکھنا انسان کو جس سبب سے روزی سے محروم کیا جاتا ہے وہ صرف گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 856)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے کچھ قرابت دار ایسے ہیں تو ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ نیک سلوک نہیں کرتے، ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حلم و بردباری اور درگزر کا رویہ اختیار کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کے ساتھ پیش آتے ہیں یعنی مجھے برا بھلا کہتے ہیں اور مجھ پر غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں اس کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم ان کو گرم راکھ پھکاتے ہو اور تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ مدد و نصرت ہے جو ان کی ایذا اور ان کے شر سے تمہاری محافظ ہے جب تک تم اسی صفت پر قائم ہو۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، رقم الحدیث، 855)

راکھ پھکاتے سے مراد یہ ہے کہ تمہارے وہ قرابت دار چونکہ تمہارے نیک سلوک کے قدردان نہیں ہیں اور تمہاری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے اس لئے تم ان کو جو کچھ دیتے ہو وہ ان کے حق میں حرام مال کا حکم رکھتا ہے اور تمہاری دی ہوئی چیزیں ان کے پیٹ میں آگ کی طرح ہیں گویا آپ نے ان قرابت داروں کے اس گناہ کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ان چیزوں کو کھانے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ مراد بیان کی ہے کہ تم ان کے برتاؤ کے علم الرغم، ان کے ساتھ احسان و سلوک کر کے ان کو خود ان کے نفس کے سامنے ذلیل و رسوا کرتے ہو جیسا کہ کوئی شخص اگر گرم راکھ منہ میں ڈالے اور اس کو پیٹ میں اتارے تو اس کا نفس اس کو لعنت و ملامت کرتا ہے بعض شارحین نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے ساتھ تمہارا احسان گویا ان کے حق میں گرم راکھ ہے جو ان کو جلاتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ تمہارا احسان ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسا کہ گرم راکھ کسی چہرے کو جلا کر سیاہ کر دے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے محسن والدین ہونے کا بیان

وَبَرَّ أَبَوَالَّذِيهِ أُمِّي، مُحْسِنًا إِلَيْهِمَا وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا مُتَكَبِّرًا عَصِيًّا
عَاصِيًّا لِرَبِّهِ،

اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہ تھا۔ یعنی آپ اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔

(تفسیر جلالین)

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے۔ صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے ساتھ ہی ماں باپ کے فرما بردار اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوتے

کبھی ان کی روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا کوئی سرکشی کوئی اور نافرمانی نہ کی۔

کتاب والدین کی شان اور دعائیہ کلمات

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھ جیسے عاجز و گناہگار انسان کی کتاب والدین کی شان جو بعض قرآنی آیات اور احادیث اور متعدد مضامین اصلاح اور والدین سے متعلق واقعات پر مشتمل چند جمع کردہ تحریری دستاویزات ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھ کر ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں میں یہ شعور بیدار ہو جائے کہ حقوق اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے بعد اسلام نے ہمیں والدین کے حقوق کی کس قدر تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام قارئین کو اپنے والدین کا ادب، خدمت اور بعض از وصال ان کے لئے ایصال ثواب کرتے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

حافظ اظہر سہیل عطاری قادری

بن لیاقت علی جماعتی

نیناں کوٹ شکر گڑھ، نارووال

شاکر پبلی کیشنز کی معیاری کتابیں

